

سلسلہ
اصلاح عقائد

2

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ

عقیدہ رسالت و اتباع سنت کا بیان

انسان اور سنت

www.KitaboSunnat.com

تالیف

حافظ اُمّ بَشیرِ حُسَیْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ



قرآن حدیث اور سیرت کی ترجمان

مُبَشِّرِ اَكَدَمِي

لاہور پاکستان

ڈسٹری بیوٹر

نعمانی مکتب خانہ

لاہور پاکستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی اربنہ
معدت البریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

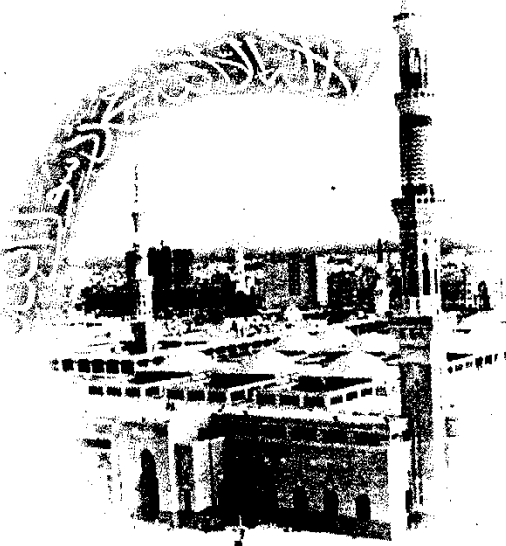
✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 www.KitaboSunnat.com

عقیدہ رسالت و اتباع سنت کا بیان

انسان پر نیت اور نیت

صلی اللہ علیہ وسلم



سلسلہ
اصلاح عقائد

تالیف

حافظ امشبہ حسین حفظہ اللہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن عربی اور سنسکرت کی ترجمان
مبشر اکیڈمی
لاہور پاکستان



جملہ حقوق اشاعت بحق ناشر محفوظ ہیں!

نام کتاب _____ انسان اور رہبر انسانیت
مؤلف _____ حافظ مبشر حسین حفظہ اللہ
اشاعت _____
قیمت _____ روپے

ہمارے ڈسٹری بیوٹرز:

- ☆..... مکتبہ قدوسیہ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور، برائے رابطہ: 042-7351124
☆..... کتاب سرائے، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور: 042-7320318
☆..... فضلی بک سپر مارکیٹ، اردو بازار، کراچی۔ برائے رابطہ: 021-2212318

ناشر:

مبشر اکیڈمی لاہور پاکستان

0300-4602878

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہم میں سے ہر ایک کا بنیادی طور پر تین طرح کا تعلق ہونا چاہیے؛ ایک تو یہ کہ ہم آپ ﷺ پر صدقِ دل سے ایمان لائیں، دوسرا یہ کہ ہم آپ ﷺ سے دنیا جہاں کی ہر چیز سے بڑھ کر محبت کریں اور تیسرا یہ کہ ہم ہر ممکنہ حد تک آپ ﷺ کی اطاعت و اتباع کریں۔ بظاہر یہ تین چیزیں ہیں یعنی آپ ﷺ پر ایمان، آپ ﷺ سے محبت اور آپ ﷺ کی اطاعت لیکن ضمناً ان میں بہت سی اور چیزیں بھی شامل ہیں مثلاً:

آپ ﷺ پر ایمان لانے میں یہ بات بھی شامل ہے کہ آپ جو دین لے کر آئے اس پر بھی ایمان لایا جائے، آپ ﷺ کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے جو معجزات ظاہر فرمائے ان کو بھی سچا تسلیم کیا جائے، آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے نبی ہی نہیں بلکہ آخری نبی بنا کا بھیجا ہے، اسے بھی تسلیم کیا جائے۔ اسی طرح آپ سے محبت کرنے میں یہ بھی شامل ہے کہ آپ کی ہر ہر آد اور ہر سنت سے محبت کی جائے، قولی محبت بھی کی جائے اور عملی بھی، ظاہری محبت بھی کی جائے اور باطنی بھی۔ آپ ﷺ کے دوست اُحباب [صحابہؓ] سے بھی محبت کی جائے اور اہل و عیال سے بھی۔

یہ تینوں چیزیں..... یعنی آپ ﷺ پر ایمان، آپ ﷺ سے محبت اور آپ ﷺ کی اطاعت..... باہم اتنی مربوط ہیں کہ ان میں سے ایک کو تسلیم کیا جائے تو باقی خود بخود لازم آتی ہیں اور اگر ان میں سے کسی ایک کا انکار کر دیا جائے تو باقی کا انکار خود بخود لازم آتا ہے مثلاً آپ ﷺ پر ایمان لانے کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ سے دل و جان سے محبت بھی کی جائے اور آپ ﷺ سے محبت کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری بھی کی جائے۔ جب کہ آپ ﷺ پر ایمان لانے کے بعد آپ ﷺ سے اگر سچی محبت نہ کی جائے یا آپ ﷺ کی اطاعت و اتباع نہ کی جائے تو ایسے ایمان کا کوئی فائدہ نہیں اور ایمان لائے بغیر آپ ﷺ سے محبت و ہمدردی کا اظہار بھی بے فائدہ ہے۔

بعض لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کا صرف کلمہ پڑھ لینا ہی نجات کے لیے کافی ہے اور بعض یہ سمجھتے ہیں کہ آپ ﷺ سے محبت کا اظہار ہی کافی ہے خواہ آپ ﷺ کی اطاعت کی جائے یا نہ۔ جبکہ بعض اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ فلاں گروہ یا فرقے میں شامل ہو جانا ہی نجات کی علامت ہے اور جو اس فرقے میں شامل نہ ہو اس کی نجات مشکل ہے.....!!

راقم الحروف یہ سمجھتا ہے کہ اگر حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ اپنے تعلق کی بنیادوں کو سمجھ لیا جائے تو مذکورہ بالا تمام غلط فہمیوں کا ہمیشہ کے لیے ازالہ ممکن ہے اور حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہمارے تعلق کی بنیادیں یہی تین ہیں یعنی: آپ ﷺ پر ایمان، آپ ﷺ سے محبت اور آپ ﷺ کی اطاعت۔ جو شخص ان تین بنیادوں پر اپنی زندگی کی عمارت استوار کر لے وہ کامیاب ہے اور جس نے ان بنیادوں میں سے کسی ایک کو بھی نظر انداز کر دیا، وہ ناکام ہے، قطع نظر اس سے کہ اس کا تعلق کس مسلک، فرقے اور قبیلے سے ہے.....! زیر نظر کتاب میں حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ تعلق کی انہی بنیادوں کو قرآن مجید اور صحیح و مستند احادیث کی روشنی میں واضح کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہمارا تعلق چونکہ تین طرح کا ہے، اس لیے اس کتاب کو بھی تین ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

○ پہلا باب حضور نبی کریم ﷺ پر ایمان کے بارے ہے، اس میں درج ذیل موضوعات شامل ہیں:

(۱)..... آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

(۲)..... آپ ﷺ قیامت تک آنے والے تمام انسانوں اور جنوں کے لیے رسول ہیں۔

(۳)..... آپ ﷺ اللہ کے آخری رسول ہیں۔

(۴)..... آپ ﷺ معصوم اور بے گناہ تھے۔

(۵)..... آپ ﷺ نے اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچا دیا۔

(۶)..... آپ ﷺ اللہ کی طرف سے سچا دین لے آ کر آئے۔

(۷)..... آپ ﷺ کو اللہ کی طرف سے سچے معجزات عطا کیے گئے۔

○ دوسرا باب نبی کریم ﷺ سے محبت کے بارے میں ہے، اس میں درج ذیل موضوعات شامل ہیں:

(۱)..... آپ ﷺ سے محبت کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے!

(۲)..... آپ ﷺ سے کتنی محبت کی جائے؟

(۳)..... آپ ﷺ سے محبت کیوں کی جائے؟

(۴)..... آپ ﷺ سے اظہارِ محبت کا طریقہ کیا ہے؟

(۵)..... آپ ﷺ سے محبت کے تقاضے اور علاقے میں کیا ہیں؟

(۶)..... آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجنا

(۷)..... آپ ﷺ کی محبوب چیزوں سے محبت اور مبغوض سے نفرت

(۸)..... آپ ﷺ کی سنت کی نصرت و محافظت

(۹)..... آپ ﷺ کی ازواج اور آل سے محبت

(۱۰)..... آپ ﷺ کے جانشین اور وفادار صحابہؓ سے محبت

(۱۱)..... آپ ﷺ کے دشمنوں سے نفرت

(۱۲)..... آپ ﷺ سے عقیدت و احترام

(۱۳)..... گستاخِ رسول کون؟

○ تیسرا باب نبی ﷺ کی اطاعت و اتباع کے بارے ہے، اس میں درج ذیل موضوعات شامل ہیں:

(۱)..... اطاعتِ رسول ﷺ کے بارے چند اصولی باتیں

(۲)..... اطاعتِ رسول ﷺ قرآن مجید کی روشنی میں

(۳)..... اطاعتِ رسول ﷺ احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں

(۴)..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اطاعتِ رسول ﷺ

(۵)..... صحابیات اور اطاعتِ رسول ﷺ

(۶)..... اطاعتِ رسول میں سستی اور غفلت دکھانے والے کیساتھ صحابہ کا رویہ

(۷)..... تابعین، تبع تابعین، ائمہ کرام اور اطاعتِ رسول ﷺ

(۸)..... رائے و اجتہاد اور حدیث و سنت

(۹)..... سنت اور بدعت

ان موضوعات و عنادین کے تحت سنت و رسالت سے متعلقہ تمام اہم مسائل پر قرآن و حدیث کی روشنی

میں بحث کی گئی ہے اور اس سلسلہ میں پائی جانے والی مختلف غلط فہمیوں کا ازالہ کرتے ہوئے نہایت عام فہم

اسلوب میں نبی کریم ﷺ سے محبت اور آپ کی سنت پر عمل کا جذبہ بیدار کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اللہ ہماری اس کوشش کو قبول فرمائے اور عمل کی توفیق دے، آمین!..... [حافظ مبشر حسین]

صاحب تصنیف ایک نظر میں

نام :	حافظ مبشر حسین
تاریخ پیدائش :	21-01-1978 [لاہور]
دینی تعلیم :	[دیوبندی، ریلوی اور الہمدیہ تینوں کتب فکر کے علماء و مدارس سے استفادہ]
1989-90	حفظ القرآن
1991-92	تجوید و قرأت، ترجمہ قرآن، عربی گرامر
1992-99	درس نظامی + وفاق المدارس [الشہادۃ العالمیہ] ممتاز درجہ میں
عصری تعلیم:	
1996	میٹرک [فرسٹ ڈویژن]
1999	ایف۔ اے [فرسٹ ڈویژن]
2001	بی۔ اے [اے گریڈ، پنجاب یونیورسٹی]
2004	ایم۔ اے [اسلامیات، اے گریڈ، پنجاب یونیورسٹی]
2004	پی ایچ ڈی [فقہ اسلامی، پنجاب یونیورسٹی، زیر تکمیل]
تدریسی و تحقیقی ذمہ داریاں:	
1999-2000	جامعہ الدعوة الاسلامیہ مریدکے، لاہور
2000	جامعہ الدراسات الاسلامیہ، کراچی
2001-2004	اسلامک ریسرچ کونسل، ماہنامہ محدث، لاہور
2004-2005	پریسٹن یونیورسٹی، لاہور کیسپس
تصنیف و تالیف:	
1-	تقریباً 50 تحقیقی مضامین [فکر و نظر، دعوت، محدث، ترجمان القرآن، ایشیا وغیرہ میں شائع ہو چکے ہیں]
2-	20 کتابیں شائع ہو چکی ہیں [مزید زیر طبع و زیر تالیف ہیں]
3-	نیر مختلف کتابوں کے تراجم و حواشی، تخریج و تحقیق وغیرہ۔
4-	مختلف دینی رسائل و جرائد سے قلمی تعاون، علمی و ادارتی مشاورت۔
5-	مبشر اکیڈمی کے نام سے دینی لٹریچر کی نشر و اشاعت کے ادارہ کی نظامت۔ واللہ الحمد!

آئینہ کتاب

13	* مقدمہ الکتاب.....
13	* رسالت و نبوت اور اس کی ضرورت و اہمیت.....
13	* رسولوں اور نبیوں کی ضرورت کیوں پیش آئی؟.....
14	* (۱)..... لوگوں کی ہدایت کے لیے ہر امت میں رسول بھیجے گئے.....
15	* (۲)..... لوگوں پر رحمت تمام کر دینے کے لیے رسول بھیجے گئے.....
17	* نبی اور رسول معاشرے کے پاکیزہ ترین لوگ ہوتے ہیں.....
19	* نبیوں اور رسولوں کی تعداد؟.....
20	* قرآن مجید میں مذکور انبیاء.....
21	* کیا آج کے ترقی یافتہ دور میں رسولوں کی تعلیمات کی کوئی ضرورت نہیں؟.....
22	* انبیاء و رسل میں خاتم النبیین ﷺ کا مقام.....
23	* (۱)..... وحی کے پہلو سے تقابل.....
24	* (۲)..... اخلاقی و روحانی تعلیمات کے پہلو سے تقابل.....
24	* (۳)..... کامل و مکمل نمونہ کے پہلو سے تقابل.....
26	* نبی اکرم ﷺ کے فضائل و مناقب.....
31	* نبی کریم ﷺ کے اسماء، صفات، شمائل اور اخلاق و عادات.....
31	* آپ کے اسمائے گرامی.....
32	* آپ ﷺ کا حلیہ مبارک.....

35	* آپ ﷺ کی مہر نبوت.....
36	* آپ ﷺ کا حسن اخلاق.....
41	باب 1 نبی کریم ﷺ پر ایمان
42	* [1]..... نبی کریم ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں.....
45	* [2]..... نبی کریم ﷺ سب انسانوں اور جنوں کے لیے رسول ہیں.....
47	* [3]..... نبی کریم ﷺ اللہ کے آخری نبی اور آخری رسول ہیں.....
51	* [4]..... نبی کریم ﷺ معصوم اور بے گناہ ہیں.....
56	* [5]..... نبی کریم ﷺ نے اللہ کا پیغام پوری ذمہ داری سے لوگوں تک پہنچا دیا.....
58	* کیا آپ نے حضرت علیؑ یا اہل بیت کے لیے کوئی علم مختص کیا تھا؟.....
61	* [6]..... نبی کریم ﷺ اللہ کی طرف سے جو دین لائے، اس پر ایمان.....
63	* [7]..... نبی کریم ﷺ کے معجزات اور علامات نبوت.....
63	* معجزہ کیا ہے؟.....
63	* معجزہ، کرامت اور شعبہ.....
64	* معجزہ اور کرامت کا اختیار اللہ کے پاس ہوتا ہے.....
64	* معجزات کے ظہور کا مقصد و ضرورت؟.....
65	* کیا معجزات کے پس پردہ مخفی اسباب و علل کارفرما ہوتے ہیں؟.....
65	* معجزات اور علامات نبوت سے متعلق صحیح احادیث.....
80	باب 2 نبی کریم ﷺ سے محبت
81	* [1]..... نبی کریم ﷺ سے محبت کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے.....

83	* [2]..... نبی کریم ﷺ سے کتنی محبت کی جائے؟
83	* (۱)..... اپنی جان سے بڑھ کر نبیؐ سے محبت
85	* (۲)..... اپنی اولاد اور والدین سے بڑھ کر نبیؐ سے محبت
86	* (۳)..... دنیا جہاں کی ہر چیز سے بڑھ کر نبیؐ سے محبت
86	* ایک سچے محبت رسول کا عجیب و غریب واقعہ
87	* [3]..... نبی کریم ﷺ سے محبت کیوں کی جائے؟
89	* [4]..... نبی کریم ﷺ سے اظہار محبت کا طریقہ
90	* [5]..... نبی کریم ﷺ سے محبت کے تقاضے اور علامتیں
90	* (۱)..... اتباع و اطاعت رسول ﷺ
92	* (۲)..... مطالعہ حدیث و سیرت
92	* (۳)..... نبی کریم ﷺ کی صحبت کی خواہش اور آپؐ کے دیدار کا شوق
94	* خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کے لیے بعض گمراہ کن طریقے
96	* (۴)..... ذکر و نعت رسولؐ
98	* [6]..... نبی کریم ﷺ پر درود و سلام بھیجنا
99	* درود کے صحیح الفاظ
100	* درود و سلام کی فضیلت
102	* [7]..... آپ ﷺ کی محبوب چیزوں سے محبت اور مبغوض چیزوں سے نفرت
102	* حضور نبی کریم ﷺ کی محبت میں سگ مدینہ کہلانا
103	* [8]..... نبی کریم ﷺ کی سنت کی نصرت و محافظت
105	* [9]..... حضور نبی کریم ﷺ کی ازواج اور آل سے محبت
107	* [10]..... نبی کریم ﷺ کے جانثار اور وفادار صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت

110	* [11]..... حضور نبی کریم ﷺ کے دشمنوں سے نفرت.....
111	* [12]..... نبی کریم ﷺ سے عقیدت و احترام.....
113	* آپ ﷺ کی رحلت کے بعد ادب و احترام کی صورت.....
114	* آپ ﷺ کا نام مبارک سن کر انگوٹھے چومنا.....
115	* [13].... گستاخ رسول کون؟!.....
117	باب 3 نبی کریم ﷺ کی اطاعت و اتباع
117	* [1]..... اطاعت رسول کے بارے چند اصولی باتیں.....
118	* اطاعت و اتباع کے لحاظ سے نبی کریم کے اسوہ [نمونہ عملی زندگی] کے مختلف درجات.....
122	* [2]..... اطاعت رسول ﷺ قرآن مجید کی روشنی میں.....
122	* دین و شریعت کے مسائل میں اللہ نے اپنے نبی ﷺ کی اطاعت کو فرض قرار دیا ہے...
125	* جان بوجھ کر نبی کریم ﷺ کی اطاعت سے منہ پھیرنے والے مسلمان کی سزا.....
127	* اطاعت رسول ﷺ اور منافقین کا رویہ.....
128	* اطاعت رسول ﷺ اور مومنین کا رویہ.....
128	* اطاعت رسول ﷺ کا صلہ، دنیا اور آخرت میں.....
130	* [3]..... اطاعت رسول ﷺ احادیث مبارکہ کی روشنی میں.....
130	* اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت درحقیقت اللہ کی اطاعت ہے.....
130	* اطاعت رسول ﷺ سے منہ موڑنے والا جنت میں جانے سے خود ہی انکار کر رہا ہے!
131	* ہدایت کا معیار صرف قرآن و سنت ہے.....
136	* خود ساختہ بات کو حدیث نبوی کے طور پر پیش کرنے والے کی سزا.....
138	* حدیث رسول کے مقابلہ میں کسی کا قول حجت نہیں.....

140	* سنتِ رسولؐ سے تجاوز گمراہی کا دروازہ کھولتا ہے خواہ اس کے پیچھے کتنی ہی نیک نیتی ہو....
142	* سنتِ رسولؐ سے منہ موڑنے والا ہلاکت میں جا پڑا.....
146	* [4]..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم.....
148	* حضرت عبداللہ بن عمرؓ.....
151	* حضرت ابوبکرؓ.....
152	* حضرت عمرؓ.....
154	* حضرت عثمانؓ.....
155	* حضرت علیؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ.....
156	* حضرت عبداللہ بن مسعودؓ.....
156	* حضرت انس بن مالکؓ.....
158	* حضرت ابوطالبؓ.....
158	* حضرت معاویہؓ.....
159	* حضرت سعید بن عاصؓ.....
159	* حضرت عدی بن حاتمؓ.....
160	* حضرت جابر بن سلیمؓ.....
161	* حضرت ابویوب انصاریؓ.....
161	* دیگر صحابہ کرامؓ.....
164	* [5]..... صحابیاتؓ اور اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم.....
164	* حضرت ام حبیبہؓ.....
164	* حضرت زینب بنت جحشؓ.....
164	* حضرت عائشہؓ.....

165 حضرت اسماءؓ	*
165 دیگر صحابیاتؓ	*
166	[6]..... اطاعتِ رسولؐ میں سستی اور غفلت دکھانے والے کیساتھ صحابہ کا رویہ.....	*
170	[7]..... تابعینؓ، تبع تابعینؓ، ائمہ کرامؓ اور اطاعتِ رسول ﷺ	*
170 حضرت علی بن حسینؓ [تابعی]	*
170 حضرت عمر بن سعد بن ہشام بن عامرؓ [تابعی]	*
171 ائمہ اربعہؓ	*
173	[8]..... رائے و اجتہاد اور حدیث و سنت.....	*
173 رائے و اجتہاد کی ضرورت و اہمیت.....	*
173 دین میں رائے و اجتہاد کا اصل مقام.....	*
175 اجتہاد کا دائرہ کار.....	*
175 رائے و اجتہاد کے وقت اس سے گریز درست نہیں.....	*
176 قرآن و حدیث کے منافی ہر رائے اور اجتہاد قابل ردّ ہے.....	*
178	[9]..... سنت اور بدعت.....	*



رسالت ونبوت اور اس کی ضرورت و اہمیت

اسلام کے بنیادی عقائد میں سے دوسرا عقیدہ، عقیدہ رسالت (ایمان بالرسالة) ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے بھیجے ہوئے تمام رسولوں اور نبیوں پر ایمان لایا جائے کہ وہ اللہ کے سچے پیغمبر تھے، ان پر بذریعہ وحی اللہ کی طرف سے احکام نازل ہوتے تھے، اور ان میں سے ہر نبی کی اطاعت و فرمانبرداری کا اللہ نے حکم دیا تھا۔

سب سے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں اور اب قیامت تک کے لیے صرف آپ ہی کی اطاعت و اتباع کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ پہلے نبیوں کی لائی ہوئی شریعتوں اور ادیان کے مقابلے میں اب صرف آپ ہی کے لئے ہوئے دین و شریعت (یعنی اسلام) پر عمل کیا جائے گا کیونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی کامل و اکمل شریعت سے نوازا ہے جس نے پہلی تمام شریعتوں کی ضرورت کو ختم کر دیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ آپ کو ایک کامل شریعت دے کر پہلے نبیوں کی شریعتوں کو اللہ تعالیٰ نے منسوخ فرمادیا۔ اس لیے اب ہدایت و رہنمائی کا مآخذ صرف اور صرف اسلام ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ﴾ [سورة آل عمران: ۱۹]

”بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین، اسلام ہی ہے۔“

﴿وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَسِرِينَ﴾ [آل عمران: ۸۵]

”جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے، اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔“

رسولوں اور نبیوں کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو اپنی عبادت اور اطاعت کے لیے پیدا کیا ہے۔ انسانوں سے اللہ تعالیٰ کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق زندگی بسر کریں، اسی تقاضے کو پورا کرنا عبادت کہلاتا ہے

مگر انسانوں کو یہ کیسے معلوم ہوگا کہ زندگی کے فلاں معاملہ میں اللہ کا حکم یہ ہے اور فلاں میں یہ.....!؟
یہی بتانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے رسولوں اور نبیوں کا انتخاب فرمایا، چنانچہ ہر معاشرے اور قوم میں سے اللہ تعالیٰ نے صالح ترین شخص کو اپنا نمائندہ اور سفیر (یعنی رسول، نبی) منتخب کیا اور وحی کے ذریعے اس پر اپنے احکام نازل کیے تاکہ وہ ان احکام کو دوسرے لوگوں تک پہنچائے اور خود بھی ان پر عمل کر کے یہ بتائے کہ ان احکام پر اس طرح عمل کرنا ہے۔

لوگوں تک اپنے احکام پہنچانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں یہ سب سے بہتر طریقہ تھا ورنہ اللہ تعالیٰ چاہتے تو کسی پہاڑ پر آسمانی صحیفہ رکھ کر بھی یہ مطالبہ کر سکتے تھے کہ.....”لوگو! فلاں پہاڑ پر تمہارے لیے کتاب ہدایت رکھ دی گئی ہے، جاؤ اسے حاصل کرو اور اس میں دیے گئے احکام پر عمل کرو۔“..... یا کسی فرشتے کے ہاتھ میں اپنا پیغام بھیج کر بھی یہ تقاضا کر سکتے تھے کہ.....”لوگو! اس کے پاس جو پیغام ہے، اسے وصول کرو اور اس پر عمل شروع کرو۔“

اس کے علاوہ اور بھی کوئی صورت اختیار کی جاسکتی تھی مگر ظاہر ہے ایک قوم ہی کے پاکیزہ ترین شخص کو رسول بنا کر اور اس کی زندگی کو دیگر لوگوں کے لیے واجب الاتباع بنا کر یہ مقصد جس حسن و خوبی سے حاصل کیا جاسکتا تھا، وہ کسی اور صورت میں ممکن نہ تھا۔ چنانچہ لوگوں کو زندگی اور عبادت کے صحیح طور طریقے بتانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں نبی اور رسول بھیجے۔

۱)..... لوگوں کی ہدایت کے لیے ہر امت میں رسول بھیجے گئے:

اللہ کی طرف سے ہدایت و رہنمائی چونکہ تمام انسانوں کی بنیادی ضرورت تھی اس لیے اس مقصد کی خاطر روز اول ہی سے اللہ تعالیٰ نے نبیوں اور رسولوں کا سلسلہ شروع کر دیا اور دنیا کا کوئی خطہ اور کوئی قوم ایسی نہ چھوڑی، جہاں اس نے اپنا کوئی نبی یا رسول نہ بھیجا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱)..... ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا﴾ [سورة النحل: ۳۶]

”بے شک ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا ہے۔“

۲)..... ﴿وَأَنَّ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ﴾ [سورة فاطر: ۲۴]

”کوئی امت ایسی نہیں ہوئی جس میں ڈرسانے والا [پیغمبر] نہ گزرا ہو۔“

اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کی ہدایت کے لیے نبیوں اور رسولوں کا سلسلہ قائم نہ فرماتے تو لوگ گمراہی میں بہکتے

اور خواہشاتِ نفس کی پیروی میں ایک دوسرے سے اختلاف اور لڑائی جھگڑا کرتے رہتے کیونکہ

(۱)..... عقلِ انسانی اپنی تمام تر ذہانت و ذکاوت کے باوجود خیر و شر میں کلی طور پر تمیز نہیں کر سکتی، ایک ہی چیز ایک فرد یا معاشرے میں اگر خیر و بھلائی کی علامت ہوتی تو عین وہی دوسروں کے ہاں شر اور برائی کا محور سمجھی جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ نبیوں کی تعلیمات سے محروم معاشروں میں خیر و شر کے پیمانے بدلتے رہتے ہیں۔ چنانچہ خیر و شر میں فرق واضح کرنے کے لیے نبیوں کو بھیجا گیا۔

(۲)..... غلبہٴ شہوت، خود غرضی اور مفاد پرستی کے پیش نظر انسان حق و صداقت اور امانت و دیانت کے تقاضے پورے نہیں کر پاتا بلکہ اپنی خواہشات کے منہ زور گھوڑے کے سامنے مجبور ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس لیے انسانوں کی ذاتی خواہشات کو حق و باطل کا معیار قرار دینے کی بجائے انبیاء کو بھیجا گیا۔

(۳)..... جس طرح بیماری میں انسان کے منہ کا ذائقہ بدل جاتا ہے اور وہ بیٹھے کو بھی کڑوا اور ترش خیال کرتا ہے، بالکل اسی طرح انسان کی روحانی و ملکوتی قدروں کا بگاڑ اس کے لیے حق و باطل اور خیر و شر کے پیمانے بدل کر رکھ دیتا ہے۔ ان روحانی قدروں کی اصلاح کی خاطر نبیوں کو بھیجا گیا۔

پس یہی وہ وجوہات ہیں جن کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے حق و باطل اور ہدایت و رہنمائی کا فیصلہ خود انسان کی عقل و خواہش پر نہیں چھوڑ دیا بلکہ اس مقصد کے لیے نبی اور رسول بھیجنا ضروری سمجھا۔ اس پہلو سے اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ انبیاء کی بعثت لوگوں کے لیے باعثِ رحمت تھی۔

(۲)..... لوگوں پر حجت تمام کر دینے کے لیے رسول بھیجے گئے:

رسولوں کی بعثت کی دوسری ضرورت یہ تھی کہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے احکام لوگوں تک پہنچا کر ان پر حجت پوری کر دینا چاہتے تھے تاکہ روزِ آخرت اللہ کی عدالت میں کوئی انسان یہ نہ کہہ سکے کہ..... ”یا اللہ! ہم نے تیرے احکام پر اس لیے عمل نہ کیا کہ ہمارے پاس نہ تو کوئی نبی اور رسول پہنچا اور نہ ہی کسی نے تیرے پیغام سے ہمیں آگاہ کیا.....!“

رسولوں کی بعثت کے اس مقصد کو قرآن مجید نے اس طرح بیان کیا ہے:

(۱)..... ﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ﴾ [النساء: ۱۶۵]

”اور ہم نے رسول بنائے، خوشخبریاں سنانے والے بھی اور متنبہ کرنے والے بھی، تاکہ رسولوں کے بھیجنے کے بعد لوگوں کی طرف سے اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت اور الزام نہ رہ جائے۔“ [کہ اللہ نے رسول نہ بھیجا]

﴿۲﴾..... ﴿وَلَوْ أَنَا أَهْلُكُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهِ لَقَالُوا رَبُّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ مِّنْ قَبْلِ أَنْ نُنذِلَ وَنَخْزِي﴾ [سورة طه: ۱۳۴]

”اگر ہم اس سے پہلے ہی انہیں عذاب سے ہلاک کر دیتے تو یقیناً یہ کہہ اٹھتے کہ اے ہمارے پروردگار! تو نے ہمارے پاس اپنا رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم ذلیل و رسوا ہونے سے پہلے تیری آیتوں کی تابعداری کرتے۔“

رسولوں کے آنے کے بعد جن لوگوں نے ان کی لائی ہوئی تعلیمات پر عمل نہ کیا اور اللہ کی نافرمانی ہی میں مر گئے، انہیں جب قیامت کے دن سزا کے لیے جہنم میں ڈالا جائے گا تو وہ غلط بیانی کرتے ہوئے یہ نہیں کہہ سکیں گے کہ ہمارے پاس رسول یا ان کی تعلیمات نہیں پہنچی تھیں بلکہ وہ اپنے جرم کا اقرار کرتے ہوئے یہ کہیں گے کہ ہم ہی ظالم تھے جنہوں نے نبیوں کی تعلیمات پر عمل نہ کیا۔ قرآن مجید نے روز قیامت کا یہ نقشہ اس طرح کھینچا ہے:

﴿۱﴾..... ﴿كُلَّمَا أَلَمِي فِيهَا فَوْجٌ سَأَلْتَهُمْ خَزَنَتُهُ أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ قَالُوا بَلَى قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ وَإِنَّا نَنتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ فَاعْتَرَفُوا بِذَنبِهِمْ فَسُحْقًا لِأَصْحَابِ السَّعِيرِ﴾ [سورة الملك: ۸ تا ۱۱]

”جب بھی جہنم میں کوئی گروہ ڈالا جائے گا تو جہنم کے داروغے اس سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس ڈرانے والا کوئی نہیں آیا تھا؟ وہ جواب دیں گے کہ بے شک آیا تھا لیکن ہم نے اسے جھٹلایا اور ہم نے کہا کہ اللہ نے کچھ بھی نازل نہیں فرمایا۔ [انہیں کہا جائے گا] تم بہت بڑی گمراہی میں ہو۔ اور یہ جہنمی کہیں گے کہ اگر ہم سنتے ہوتے یا عقل رکھنے والے ہوتے تو (آج) بھڑکتی ہوئی آگ میں جانے والوں کے ساتھ (شریک) نہ ہوتے۔ چنانچہ وہ اپنے جرم کا اقرار کر لیں گے۔ پس دوری ہے ان دو زخیوں کے لیے۔“

﴿۲﴾..... ﴿وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُمَرًا ۖ هُمْ فِيهَا مُرْتَضُونَ ۖ إِذَا جَاءُوهَا فَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا قَالُوا بَلَىٰ وَلَٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ قِيلَ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا فَبِمَا سَمَوْتُمُ الْمُنْتَكِبِينَ﴾ [سورة الزمر: ۸۱، ۸۲]

”کافروں کے غول کے غول جہنم کی طرف ہنکائے جائیں گے، جب وہ جہنم کے پاس پہنچ جائیں گے تو اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور وہاں کے نگہبان [فرشتے] ان سے سوال کریں گے کہ کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے تھے؟ جو تم پر تمہارے رب کی آیتیں پڑھتے تھے اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے؟ یہ جواب دیں گے کہ ہاں یہ درست ہے۔ لیکن [آج] عذاب کا حکم، کافروں پر ثابت ہو گیا۔“

نبی اور رسول معاشرے کے پاکیزہ ترین لوگ ہوتے تھے:

نبوت ایک وہی چیز ہے کسی نہیں یعنی یہ ایسی چیز نہیں جو محنت و ریاضت کے بعد کسی بھی انسان کو حاصل ہو جائے بلکہ یہ ہر اُس شخص کے لیے اللہ کا خاص فضل ہوتا ہے جسے نبوت سے سرفراز کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی تخلیق سے پہلے ہی یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ کس شخص کو نبوت و رسالت کے انعام سے نوازا جائے گا اور جس کے بارے اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے نبوت کا فیصلہ کر دیا ہو، اسے اللہ تعالیٰ انسانی خواہشات کا مادہ ہونے کے باوجود ہر ایسے عمل سے بچا لیتے ہیں جو نبوت و رسالت کے مقام و مرتبہ کے منافی ہو۔ اس کی نبوت و رسالت کے بعد کی زندگی جس طرح بے داغ ہوتی ہے اسی طرح نبوت و رسالت سے پہلے کی زندگی بھی برائی کے شائبہ سے پاک ہوتی ہے۔ اسے ہی عَصَمَتْ أَنْبِيَاءُ کہا جاتا ہے۔ یعنی تمام انبیاء و رسل انتہائی پاکیزہ، متقی اور صالح افراد ہوتے ہیں۔ اپنے معاشرے میں بھی وہ معزز، باکردار اور بے داغ ہوتے ہیں اور اللہ کی نگاہ میں بھی وہ منتخب افراد ہوتے ہیں۔ اس بارے چند آیات ملاحظہ فرمائیں:

(۱).....سورة الانعام میں چند ایک نبیوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿كُلًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ..... وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ..... وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ.....﴾ [سورة الانعام: آیات ۸۴ تا ۸۷]

”ہر ایک کو ہم نے ہدایت سے نوازا..... یہ سب نیک لوگوں میں سے تھے..... ہر ایک کو ہم نے تمام جہان والوں پر فضیلت دی..... اور ہم نے انہیں مقبول بنایا اور ہم نے انہیں براہ راست کی ہدایت کی۔“

(۲).....سورة الانبياء میں چند پیغمبروں کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَكُلًّا جَعَلْنَا صَالِحِينَ وَجَعَلْنَاهُمْ أُمَّةً يَهْتَدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ وَكَانُوا لَنَا طَائِعِينَ﴾ [سورة الانبياء: ۷۲، ۷۳]

”اور ہر ایک کو ہم نے صالح بنایا۔ اور ہم نے انہیں پیشوا بنا دیا کہ ہمارے حکم سے لوگوں کی رہبری کریں اور ہم نے ان کی طرف نیک کاموں کے کرنے اور نمازوں کے قائم رکھنے اور زکوٰۃ دینے کی وجہ (تلقین) کی، اور وہ سب ہمارے عبادت گزار بندے تھے۔“

(۳)..... اسی طرح سورۃ ص میں حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب کے بارے فرمایا:

﴿وَأَذْكُرْ عَبْدَنَا إِبْرَاهِيمَ وَأِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ أُولَى الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ إِنَّا أَخْلَصْنَهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَ الدَّارِ وَأَنْهَمُ عِنْدَنَا لِمَنِ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ﴾ [سورۃ ص: ۴۵ تا ۴۷]

”ہمارے بندوں ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کا بھی لوگوں سے ذکر کرو، جو ہاتھوں اور آنکھوں والے تھے۔ ہم نے انہیں ایک خاص بات یعنی آخرت کی یاد کے ساتھ مخصوص کر دیا تھا۔ یہ سب ہمارے نزدیک برگزیدہ اور بہترین لوگ تھے۔“

(۴)..... سورۃ ص ہی کی اگلی آیت میں یہی بات حضرت اسماعیل اور حضرت اَلْيَسَع کے بارے بھی کہی گئی ہے۔

(۵)..... اسی طرح حضرت ابراہیم کے بارے ارشاد فرمایا:

﴿وَلَقَدْ اصْطَفَيْنَا فِي الدُّنْيَا وَأَنْهَ فِي الْآخِرَةِ لِمَنِ الصَّالِحِينَ﴾ [سورۃ البقرۃ: ۱۳۰]

”ہم نے تو اسے دنیا میں بھی برگزیدہ کیا تھا اور آخرت میں بھی وہ نیکو کاروں میں سے ہے۔“

(۶)..... اسی طرح حضرت موسیٰ کو خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسَالَتِي وَبِكَلَامِي﴾ [الاعراف: ۱۴۴]

”میں نے پیغمبری اور اپنی ہم کلامی کے ساتھ دوسرے لوگوں پر تمہیں برتری عطا فرمادی ہے۔“

قرآن مجید میں مختلف انبیاء اور ان کی قوموں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں سے کوئی قوم ایسی نہیں جسے اپنے نبی کی نبوت و رسالت سے پہلے اس کے اخلاق و کردار کے حوالے سے کسی قسم کا اعتراض رہا ہو بلکہ کسی نے اگر اعتراض کیا بھی تو وہ نبوت ملنے کے بعد ہی کیا اور وہ بھی محض تعصب اور ہٹ دھرمی کے نتیجے میں، ورنہ اپنے نبی کے اخلاق و کردار، شرافت و صداقت، امانت و دیانت، اور نیکی و راست بازی کے وہ دل سے معترف تھے مثلاً نبی اکرم کے اخلاق و کردار سے کفار مکہ اتنا متاثر تھے کہ نبوت سے پہلے چالیس سال تک وہ آپ کو صادق اور امین ہی کہا کرتے تھے مگر جب آپ نے نبوت کا اعلان کیا تو یہی لوگ ہٹ دھرم بن

کر آپ کی ذات کے خلاف طرح طرح کا پروپیگنڈا کرنے لگے۔

اسی طرح حضرت صالح علیہ السلام کی شراعت، ذہانت، اچھائی اور نیکی کی وجہ سے ان کی قوم ان سے بڑی امیدیں وابستہ کیے ہوئے تھی مگر جب حضرت صالح علیہ السلام نے یہ اعلان کیا کہ مجھے اللہ نے نبی بنا دیا ہے تو ان کی وہی قوم ان کے خلاف ہو گئی۔ اس واقعہ کی طرف قرآن مجید نے اس طرح اشارہ کیا ہے:

﴿فَالَّذِينَ لَا يَصْلِحُ قَدْ كُنْتَ فِينَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هَذَا أَتَنهَنَّا أَنْ نَعْبُدَ مَا يَكْفُرُ بِئْسَ الْإِلَهِ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا مِنْ أَنْ نَأْتِيَهُ بِسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ فَهُمْ لَا يَخِفُّونَا إِلَهِهِ مُرِيبٌ﴾ [سورة هود: ۶۷]

”انہوں نے کہا اے صالح! اس سے پہلے تو ہم تجھ سے بڑی امیدیں لگائے بیٹھے تھے، کیا تو ہمیں ان کی عبادت سے روک رہا ہے جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے چلے آئے ہیں؟ ہمیں تو اس دین میں حیران کن شک ہے جس کی طرف تو ہمیں بلا رہا ہے۔“

حاصل کلام یہ کہ انبیاء و رسل اپنی قوم اور معاشرے کے صالح ترین افراد ہوتے تھے اور انہیں اللہ کی طرف سے معصومیت کا درجہ دیا جاتا تھا جبکہ ان کے علاوہ کسی اور بڑے سے بڑے شخص کو بھی یہ درجہ نہیں ملتا۔ انبیاء و رسل کے معصوم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو نبوت و رسالت سے پہلے ان سے کوئی ایسا عمل سرزد ہوا جو مقام نبوت کے منافی ہو اور نہ ہی نبوت ملنے کے بعد انہوں نے کسی ایسے فعل کا ارتکاب کیا جو ان کی نبوت کو مشکوک ٹھہرا سکتا تھا بلکہ انبیاء و رسل شروع ہی سے اللہ کی خصوصی پناہ میں رہے اور مرتے دم تک اللہ تعالیٰ ان کی خصوصی حفاظت فرماتے رہے تاکہ وہ نبوت و رسالت کی اس عظیم ذمہ داری کو بحسن و خوبی پورا کریں جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کا انتخاب فرمایا ہے، چنانچہ تمام انبیاء نے اپنی نبوت و رسالت کی ذمہ داری کو مکمل طور پر افرمایا۔ اللہ ان سب پر اپنی بے پناہ رحمتیں نازل فرمائے، آمین!

نبیوں اور رسولوں کی تعداد؟

جب سے اللہ نے یہ دنیا آباد کی، تب سے آج تک کتنی نسلیں اور تہذیبیں اس دھرتی پر آباد ہوئیں اور کتنی اپنا نام و نشان چھوڑے بغیر مٹ گئیں، اس بارے انسانی تاریخ خاموش ہے۔ گویا ان گنت قومیں اور نسلیں اس دنیا میں آباد رہی ہیں اور قرآن مجید کے بیان کے مطابق ہر امت اور قوم میں نبی پیدا کیے جاتے رہے ہیں مگر ان کی حتمی تعداد کتنی تھی، اس بارے قرآن مجید تو خاموش ہے جبکہ حدیث کی چھ معتبر کتابیں [صحاح بیستہ] میں بھی ان کے بارے کوئی روایت نہیں ملتی۔ البتہ ان کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں ایک روایت

لمتی ہے جس کے مطابق اللہ کے رسولؐ نے انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار بتائی ہے جن میں سے تین سو تیرہ [یا بعض راویوں کے بقول: تین سو پندرہ] وہ ہیں جنہیں کتاب [آسمانی صحیفہ، شریعت] بھی دی گئی۔ یاد رہے کہ اس روایت کی صحت و استناد کے بارے اہل علم کا اختلاف ہے۔^(۱)

قرآن مجید میں مذکور انبیاء:

انبیاء کی کل تعداد جتنی بھی تھی، ان میں سے چوبیس (۲۴) انبیاء ایسے ہیں جن کا قرآن مجید میں نام لے کر ذکر کیا گیا ہے اور ان کے نبی ہونے میں کسی صاحب علم نے اختلاف نہیں کیا۔ آئندہ سطور میں ہم ان انبیاء کے صرف نام درج کر رہے ہیں، جبکہ وہ انبیاء جن کا تذکرہ قرآن مجید نے نام لیے بغیر اشارہ کیا ہے یا ان کا نام تو لیا گیا ہے مگر ان کے نبی ہونے میں اہل علم کا اختلاف ہے، ان کا یہاں ذکر نہیں کیا جا رہا:

- (۱)..... حضرت آدم علیہ السلام
- (۲)..... حضرت نوح علیہ السلام
- (۳)..... حضرت ادریس علیہ السلام
- (۴)..... حضرت ہود علیہ السلام
- (۵)..... حضرت صالح علیہ السلام
- (۶)..... حضرت ابراہیم علیہ السلام
- (۷)..... حضرت اسماعیل علیہ السلام
- (۸)..... حضرت اسحاق علیہ السلام
- (۹)..... حضرت لوط علیہ السلام
- (۱۰)..... حضرت یعقوب علیہ السلام
- (۱۱)..... حضرت یوسف علیہ السلام
- (۱۲)..... حضرت شعیب علیہ السلام
- (۱۳)..... حضرت موسیٰ علیہ السلام

(۱) [مسند احمد (ج ۵ ص ۱۷۸) مستدرک حاکم (ج ۲ ص ۵۹۷) مجمع الزوائد (ج ۱ ص ۱۵۹) حافظ ابن کثیر نے اس

سلسلہ کی ایک روایت کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، دیکھیے: تفسیر ابن کثیر (ج ۲ ص ۴۵۴) البدایہ والنہایہ (ج ۱ ص ۹۷)]

- (۱۳)..... حضرت ہارون علیہ السلام
 (۱۵)..... حضرت الیاس علیہ السلام
 (۱۶)..... حضرت داؤد علیہ السلام
 (۱۷)..... حضرت سلیمان علیہ السلام
 (۱۸)..... حضرت ایوب علیہ السلام
 (۱۹)..... حضرت الیسع علیہ السلام
 (۲۰)..... حضرت یونس علیہ السلام
 (۲۱)..... حضرت زکریا علیہ السلام
 (۲۲)..... حضرت یحییٰ علیہ السلام
 (۲۳)..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام
 (۲۴)..... حضرت محمد مصطفیٰ علیہ السلام

آپ کا نام نامی محمد مصطفیٰ قرآن مجید میں چار جگہ بیان ہوا جبکہ سورۃ الصف [آیت ۶] میں آپ کا دوسرا مشہور نام یعنی احمد مصطفیٰ بھی مذکور ہے۔ اس کے علاوہ آپ کے کئی ایک صفاتی نام بھی قرآن وحدیث میں بیان ہوئے ہیں مگر ان صفاتی ناموں کی کل تعداد کتنی ہے، اس بارے اہل علم کی آراء مختلف ہیں۔ لہذا آپ مصطفیٰ کی طرف کسی صفاتی نام کی نسبت سے پہلے ضروری ہے کہ اس کی کوئی مستند دلیل بھی پیش کی جائے۔

کیا آج کے ترقی یافتہ دور میں رسولوں کی تعلیمات کی کوئی ضرورت نہیں؟

سائنس اور ٹیکنالوجی کی موجودہ پیش رفت کی وجہ سے یہ دھوکا نہیں ہونا چاہیے کہ شاید آج انسانیت نبیوں اور رسولوں کی تعلیمات سے مستثنیٰ ہوگئی ہے۔ نہیں، ہرگز نہیں.....!

(۱)..... اولیٰ تو اس لیے کہ ٹیکنالوجی کی تمام تر ترقی کے باوجود کسی انسان کے لیے آج بھی یہ ممکن نہیں کہ وہ اپنے مادی علم کی بنیاد پر خدا کی رضا کا ٹھیک ٹھیک نسخہ تجویز کر سکے کیونکہ نہ تو وہ اس علم کی بنیاد پر خدا تک رسائی پاسکتا ہے اور نہ ہی خدا کی طرف سے اس پر کوئی وحی آسکتی ہے۔ گویا اس کے مادی ذرائع علم اس سلسلہ میں اس کے کسی کام نہیں آسکتے خواہ یہ ذرائع آج کی نسبت کہیں زیادہ ترقی کر جائیں، اس کے باوجود انسان انبیاء و رسل کا ہمیشہ محتاج رہے گا اس لیے کہ انبیاء و رسل ہی وہ واحد ہستیاں ہوتی ہیں جن پر اللہ کی طرف سے

وحی [خدا کی پیغام] نازل ہوتا ہے اور لوگوں کی ہدایت و رہنمائی سے متعلقہ احکام سے صرف انہیں ہی آگاہ کیا جاتا ہے۔

(۲)..... دوسری بات یہ ہے کہ انسانی ترقی محض مادی ترقی کا نام نہیں بلکہ مادی ترقی سے زیادہ ضروری اخلاقی و روحانی ترقی ہے اور اس سلسلہ میں نبیوں اور رسولوں نے جو تعلیمات پیش کر دی ہیں، ان سے کامل و مکمل تعلیم کوئی اور پیش نہیں کر سکتا اور اس اخلاقی و روحانی ترقی کی منزلیں اس وقت تک طے نہیں کی جاسکتیں جب تک نبیوں اور رسولوں کی بتائی ہوئی تعلیمات کی مکمل پیروی اختیار نہ کی جائے۔

(۳)..... تیسری وجہ یہ ہے کہ دنیا میں ہر عقلمند انسان اپنے لیے کسی جامع شخصیت کو ماڈل بناتا ہے، جبکہ نبیوں اور رسولوں کے علاوہ کوئی شخصیت ایسی نہیں جو جامع کمالات کہلا سکے اور اس میں کسی قسم کا نقص اور عیب نہ پایا جاتا ہو۔ دنیا میں نبیوں کے علاوہ جتنے بڑے لوگ گزرے ہیں ان میں ذاتی خوبیوں کے مقابلے میں نقائص و خامیاں بھی کچھ کم نہ تھیں۔ ان کی شہرت اور مقبولیت کی بڑی وجہ ان کی کسی خاص خوبی کا غالب آجانا تھا مثلاً کوئی صرف ذہانت ہی کی وجہ سے مشہور ہوا، کوئی صرف سخاوت کی وجہ سے، کوئی صرف شجاعت کی وجہ سے، کوئی صرف سیاست کی وجہ سے، کوئی صرف عدل و انصاف کی وجہ سے اور کوئی صرف حکمت و دانائی کی وجہ سے، مگر ان میں سے کوئی شخصیت ایسی نہ ہوئی جو بیک وقت ساری خوبیوں کے ساتھ متصف ہو۔ اور یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے مشاہیر کی زندگی کا ایک آدھ پہلو جتنا زیادہ مشہور و مقبول ہوا، باقی پہلو اتنے ہی تاریک اور غیر مقبول رہے۔ حتیٰ کہ ان کی زندگی کے باقی پہلو ایسے ہیں جنہیں مثالی حیثیت سے پیش ہی نہیں کیا جاسکتا۔ خلاصہ یہ کہ انبیاء کے علاوہ کوئی ہستی ایسی نہ تھی جنہیں دوسرے انسان ہر لحاظ سے اپنے لیے نمونہ بنا سکیں۔

انبیاء و رسل میں خاتم النبیین کا مقام:

مذکورہ بالا تینوں پہلوؤں [وحی، اخلاقی و روحانی تعلیمات اور کامل و مکمل نمونہ] کے لحاظ سے جب ہم انبیاء و رسل کی زندگیوں اور ان کی تعلیمات کا تجزیہ کرتے ہیں تو بلا تعصب حضرت محمد ﷺ ہمیں سب انبیاء و رسل سے ممتاز نظر آتے ہیں۔ آئندہ سطور میں ہم بالاختصار ان تینوں پہلوؤں کے لحاظ سے ایک تقابلی پیش کرتے ہیں:

(۱)..... وحی کے پہلو سے تقابل:

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ وحی تو تمام انبیاء و رسل پر آتی رہی مگر ان انبیاء کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد ان کی طرف آئی ہوئی وحی محفوظ حالت میں موجود نہ رہی، جبکہ آنحضرت ﷺ چونکہ قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لیے آخری نبی تھے، اس لیے آپ پر جو وحی نازل ہوئی وہ بھی آخری ہونے کی وجہ سے اپنی کامل شکل میں تھی اور یہ وحی چونکہ قیامت تک کے لیے تمام لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ تھی، اس لیے تا قیامت اس کی حفاظت کی بھی اللہ تعالیٰ نے خود ذمہ داری اٹھائی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ پر بذریعہ وحی جو کچھ نازل ہوا، وہ آج بھی امت مسلمہ کے پاس اپنی اسی شکل میں محفوظ ہے جس میں وہ نازل ہوا تھا۔

یاد رہے کہ دیگر انبیاء و رسل کے معجزات کے مقابلہ میں آپ ﷺ نے اپنی وحی (قرآن) کو اپنا ایک اہم ترین معجزہ قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ

((مَسْرَمِنَ الْاَنْبِيَاءِ نَبِيٌّ اِلَّا اُعْطِيَ مِنَ الْاَيَاتِ مَا مِثْلُهُ اَمِنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ وَاِنَّمَا كَانَ الَّذِي اُوْتِيْتُهُ وَحْيًا اَوْ حَاةَ اللّٰهِ اِلٰى فَاَرْجُوْا اَنْ اَكُوْنَ اَكْثَرَهُمْ تَابِعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ))^(۱)

”ہر نبی کو کوئی نہ کوئی معجزہ دیا گیا تاکہ لوگ اس پر ایمان لائیں جبکہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ’وحی‘ کا معجزہ عطا کیا، یہ اللہ کی طرف سے مجھ پر نازل ہوئی اور مجھے امید ہے کہ قیامت کے روز دیگر انبیاء کے مقابلے میں میرے تابع اور زیادہ ہوں گے۔“

اس حدیث میں یہ بتانا مقصود ہے کہ دیگر انبیاء کو جو معجزات ملے وہ تو ان کے زمانے تک محدود تھے اور ان کے فوت ہو جانے کے ساتھ ان کے وہ معجزات بھی ختم ہو گئے مگر آپ کا ایک معجزہ یہ وحی [قرآن] ہے جو آپ کے بعد بھی اپنی معجزانہ حیثیت میں موجود ہے اور تا قیامت موجود رہے گا۔ اور اس کا یہ چیلنج بھی موجود رہے گا کہ جو اس کتاب کو اللہ کی نازل کردہ سچی کتاب نہیں سمجھتا وہ اس کے پائے کی کتاب بنا لائے۔ اسی ضخامت کی پوری کتاب اگر نہیں لاسکتا تو اس کی سورتوں جیسی دس سورتیں یا ایک ہی چھوٹی سی سورت بنا لائے مگر تاریخ گواہ ہے کہ نہ تو کفار مکہ اس چیلنج کا جواب دے سکے اور نہ ہی گزشتہ چودہ صدیوں میں کوئی اور اس کے مقابلے پر آسکا اور خود اس کتاب کے نازل کرنے والے کا یہی فیصلہ ہے کہ اس چیلنج کا جواب نہیں دیا جاسکتا!

لیکن گزشتہ انبیاء کی طرف آنے والی وحی میں تحریف کی وجہ سے ان کے بارے میں یہ چیلنج نہیں دیا جاسکتا.....!

(۱) صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب کیف نزل الوحي واول ما نزل (ح ۴۹۸۱)

(۲)..... اخلاقی و روحانی تعلیمات کے پہلو سے تقابل:

وحی کی طرح اخلاقی و روحانی تعلیمات بھی سبھی انبیاء کو دی گئیں مگر آنحضرت ﷺ کے علاوہ دیگر انبیاء و رسل کی طرف نازل ہونے والی وحی چونکہ اصل شکل میں محفوظ نہ رہی، اس لیے ان کی اخلاقی و روحانی تعلیمات بھی دنیا میں ہمیں نہیں ملتیں اور اگر کچھ ملتی بھی ہیں تو وہ بھی اپنی اصل شکل میں نہیں بلکہ اس میں بھی بہت زیادہ تحریف ہو چکی ہے۔ پھر اس تحریف شدہ میں بعض ایسی چیزیں بھی ہیں جو ایک طرف اگر اخلاقیات کے سخت منافی ہیں تو دوسری طرف انبیاء و رسل جیسی معصوم شخصیتوں سے ان کا ارتکاب منسوب کیا گیا ہے۔ طرفہ تماشایہ ہے کہ ان شنیع و فبیح اعمال کی نسبت بھی ان لوگوں نے اپنے نبیوں کی طرف کی ہے جو خود کو ان کا امتی کہلاتے ہیں اور حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانا اپنے نبیوں کی تعلیمات کے منافی سمجھتے ہیں۔ پھر عجیب بات یہ ہے کہ جن نبیوں کی طرف ان کی نام نہاد امتوں نے بعض خلاف مکارم باتوں کی نسبت کی ہے، قرآن مجید نے اس نسبت کی بعض جگہ صاف تردید کر دی اور نبیوں کا دامن اس سے مبرا قرار دیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اخلاقی و روحانی تعلیمات اس وقت صرف اور صرف اس دین اسلام میں محفوظ ہیں جو آخری نبی جناب محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل کیا گیا۔

(۳)..... کامل و مکمل نمونہ کے پہلو سے تقابل:

تیسرے پہلو کے لحاظ سے جب ہم انبیاء کا تقابل کرتے ہیں تو تب بھی حضرت محمد ﷺ ہی کی زندگی ہمیں ہر لحاظ سے کامل و مکمل نمونہ دکھائی دیتی ہے کیونکہ دیگر انبیاء و رسل کو جو شریعت دی گئی وہ یا تو مخصوص زمانے اور خاص حالات کے لیے تھی یا پھر مخصوص اقوام کے لیے، جبکہ آنحضرت ﷺ کو دی گئی شریعت ایک تو ساری دنیا کے انسانوں کے لیے ہے اور دوسری یہ کہ یہ اب قیامت تک کے لیے ہے۔ زمان و مکان میں کیسا ہی تغیر و تبدل رونما ہوتا رہے، آپ کی دی ہوئی ہدایات میں ہر لمحہ اور ہر لحظہ رہنمائی موجود ہے کیونکہ آپ نے اپنی عملی زندگی میں ایسے جامع اصول چھوڑے ہیں کہ ان کی روشنی میں تا قیامت پیش آمدہ مسائل میں رہنمائی لی جاسکتی ہے۔

علاوہ ازیں آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ہمیں بیک وقت حکومت و سیاست، معیشت و اقتصاد، تہذیب و تمدن، تعلیم و تربیت، اخلاق و کردار وغیرہ کے حوالے سے جامع تعلیمات ملتی ہیں جبکہ دیگر انبیاء کی سیرت

وسوآخ کے سلسلہ میں جو کچھ آج دستیاب ہے، اس کے مطالعہ کے بعد ہم بے خوف تردید یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان انبیاء و رسل کی زندگیوں میں یہ تمام پہلو بیک وقت ہمیں نہیں ملتے۔

معلوم ہوا کہ آپ کے طرز حیات میں بلا قید ہر زمانے اور بلا تفریق ہر شخص کے لیے نمونہ و اسوہ (Model) موجود ہے۔ اسی لیے قرآن مجید میں آپ کی ذات گرامی کے بارے میں یہ کہا گیا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [سورة الاحزاب: ۲۱]

”بے شک تمہارے لیے اللہ کے رسول کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔“

آئندہ صفحات میں ہم حضور نبی کریم ﷺ کے فضائل و مناقب کے بارے میں بخاری و مسلم کی چند صحیح احادیث بھی ذکر کر رہے ہیں تاکہ ہم ایک ہلکا سا اندازہ کر سکیں کہ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے باقی انبیاء و رسل کے مقابلہ میں کتنی زیادہ فضیلتیں عطا فرمائی تھیں۔

ان فضیلتوں سے متعلقہ احادیث سے ہرگز یہ نہ سمجھا جائے کہ ہم حضور کے مقابلہ میں معاذ اللہ دیگر انبیاء و رسل کی تحقیر کر رہے ہیں یا انہیں کمتر اور بے حیثیت ثابت کرنا چاہتے ہیں بلکہ انبیاء کے درمیان ایسا تقابل کرنے سے خود ہمارے حضور ﷺ نے منع فرمادیا ہے کہ جس سے بعض انبیاء کی اہانت و کمتری کے ساتھ دوسرے انبیاء کی برتری ثابت کی جائے۔ ورنہ دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں سب انبیاء کو افضل، ممتاز اور اعلیٰ درجہ پر فائز تسلیم کرتے ہوئے ان میں سے سرفہرست اور افضل ترین پیغمبر کے بارے میں رائے دینا منع نہیں۔ قرآن مجید میں بھی بعض انبیاء کو دوسرے انبیاء کے مقابلہ میں اولوا العزم قرار دے کر ان کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور خود نبی کریم نے بھی اپنے بارے میں یہ کہا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے سب [نبیوں، رسولوں اور دیگر لوگوں] سے افضل اور تمام اولاد آدم کا سردار بنایا ہے۔

علاوہ ازیں گزشتہ بحث سے ہمارا مقصود یہ واضح کرنا بھی تھا کہ دیگر انبیاء کے مقابلے میں اب ہمارے نبی ﷺ ہی لائق اتباع ہیں، اگر کوئی شخص سارے انبیاء و رسل کی فرمانبرداری کر لے مگر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی غلامی و فرمانبرداری سے بے رُخی کرے تو وہ روز آخرت کامیابی پانے والوں کی صف میں کھڑا نہ ہو سکے گا۔

اللہ ہمیں تمام انبیاء پر ایمان لانے کے ساتھ اپنے آخری نبی جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی اطاعت و اتباع کی بھی توفیق عطا فرمائے، آمین!

نبی کریم ﷺ کے فضائل و مناقب

اختصار کے پیش نظر صرف بخاری و مسلم کی صحیح احادیث پر اکتفا کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کے فضائل و مناقب کے بارے چند احادیث ذیل میں ذکر کی جا رہی ہیں:

(۱)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”مجھے بنی آدم کے ہر دور کے بہترین طبقوں [نسلوں] میں یکے بعد دیگرے منتقل کیا جاتا رہا حتیٰ کہ میں اس موجودہ دور میں پیدا ہوں۔“^(۱)

○ مطلب یہ کہ نبی اکرم ﷺ کا سلسلہ نسب شروع سے آخر تک نہایت معزز خاندانوں اور شریف لوگوں پر مشتمل رہا۔ وہ کون سے لوگ تھے، آئندہ حدیث میں خود آپ نے اس کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔

(۲)..... واہلہ بن اسحاق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اسماعیلؑ کی اولاد میں سے کنانہ کو منتخب کیا، پھر کنانہ سے قریش کو منتخب کیا، پھر قریش سے بنو ہاشم کو منتخب کیا اور پھر بنو ہاشم سے مجھے منتخب کیا۔“^(۲)

(۳)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”میں قیامت کے دن اولادِ آدم کا سردار ہوں گا اور میں وہ پہلا شخص ہوں گا جس کی قبر کھلی گی، نیز سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول کی جائے گی۔“^(۳)

(۴)..... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”قیامت کے دن دوسرے پیغمبروں کے مقابلہ میں میرے ماننے والوں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی، اور میں ہی وہ پہلا شخص ہوں گا جو جنت کے دروازے کو کھٹکھٹائے گا۔“^(۴)

(۵)..... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

(۱) [صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی ﷺ (ح-۳۵۵۷)]

(۲) [صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی و تسلیم الحجر علیہ (ح-۲۲۷۶) ترمذی (ح-۳۶۰۶)]

(۳) [صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب تفضیل نبینا ﷺ علی جمیع الخلائق (ح-۲۲۷۸)]

(۴) [صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ: انا اول الناس شیفع فی الجنة..... (ح-۱۹۶)]

”میں قیامت کے دن جنت کے دروازے کے پاس آؤں گا اور اسے کھولنے کے لیے کہوں گا تو [جنت کا] دربان فرشتہ پوچھے گا: آپ کون ہیں؟ میں جواب دوں گا کہ میں محمد ﷺ ہوں۔ وہ کہے گا: مجھے یہی حکم دیا گیا تھا کہ آپ ﷺ سے پہلے کسی اور کے لیے جنت کا دروازہ نہ کھولوں۔“ (۱)

(۶)..... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”جنت میں سب سے پہلے [گنہگاروں کے حق میں] شفاعت کرنے والا میں ہوں گا۔ پیغمبروں میں سے کسی پیغمبر کی اس قدر تصدیق نہیں کی گئی جس قدر میری تصدیق کی گئی ہے، جبکہ پیغمبروں میں ایک پیغمبر ایسے بھی گزرے ہیں جن کی تصدیق ان کی امت میں سے صرف ایک شخص نے کی تھی۔“ (۲)

(۷)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسے ہے جیسے ایک آدمی محل تیار کرتا ہے اور اسے ہر لحاظ سے خوبصورت بناتا ہے مگر کسی طرف سے اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دیتا ہے۔ دیکھنے والے اسے گھوم پھر کر دیکھتے ہیں اور اس کی خوبصورتی کی تعریف کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ ایک اینٹ کی جگہ کیوں خالی چھوڑ دی ہے؟ [اگر تم یہ اینٹ بھی لگا دو تو یہ عمارت پوری ہو جائے گی!] (صحیح مسلم) پھر نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ اینٹ میں ہوں، اور میں نے نبیوں کا سلسلہ مکمل کر دیا ہے۔“ (۳)

ایک اور روایت میں ہے کہ ”میں ہی وہ (آخری) اینٹ ہوں اور میں ہی آخری نبی ہوں۔“ (۴)

○ یہ حدیث بھی نبی اکرم ﷺ کی فضیلت و منقبت ظاہر کرتی ہے کیونکہ اس میں آپ ﷺ کو آخری نبی ہونے کا درجہ دیا گیا ہے۔

(۸)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”ہر نبی کو کوئی نہ کوئی معجزہ دیا گیا تاکہ لوگ اس پر ایمان لائیں جبکہ مجھے اللہ تعالیٰ نے وحی [قرآن، کتاب اللہ] کا معجزہ عطا کیا، یہ اللہ کی طرف سے مجھ پر نازل ہوئی اور مجھے امید ہے کہ قیامت کے روز

(۱) [صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ: انا اول الناس یشفع فی الجنة..... (ح-۱۹۷)]

(۲) [صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ: انا اول الناس یشفع فی الجنة..... (ح-۳۳۲-۱۹۶)]

(۳) [صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب خاتم النبیین (ح-۳۵۳) صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب

ذکر کو نہ ﷺ خاتم النبیین (ح-۲۲۸۶)]

(۴) [صحیح مسلم، ایضاً]

دیگر انبیاء کے مقابلے میں میرے تابعدار زیادہ ہوں گے۔“ (۱)

○ اس حدیث میں یہ بتانا مقصود ہے کہ دیگر انبیاء کو جو معجزات ملے وہ تو ان کے زمانے تک محدود تھے اور ان کے فوت ہو جانے کے ساتھ ان کے وہ معجزات بھی ختم ہو گئے مگر آپ کا ایک معجزہ یہ قرآن ہے جو آپ کے بعد بھی اپنی معجزانہ حیثیت میں موجود ہے اور تا قیامت موجود رہے گا۔

(۹)..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”مجھے پانچ ایسی فضیلتیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کو عطا نہیں کی گئیں: (۱) میری نصرت کے لیے مجھے ایسا رعب عطا ہوا جو ایک ماہ کی مسافت پر [بیٹھے دشمن پر] اثر انداز ہوتا ہے۔ (۲) میرے لیے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کر دینے والی [یعنی پانی کی عدم دستیابی کے وقت طہارت کے لیے زمین کی مٹی تیمم کے ذریعے طہارت کے قائم مقام] بنا دی گئی ہے، پس میری امت میں سے جو شخص جہاں نماز کا وقت پائے نماز پڑھ لے۔ (۳) میرے لیے مال غنیمت کو حلال قرار دیا گیا ہے حالانکہ مجھ سے پہلے یہ کسی اور پیغمبر کے لیے حلال نہیں تھا۔ (۴) مجھے شفاعت عظمیٰ عطا کی گئی ہے۔ (۵) ہر نبی کو خاص طور پر صرف اپنی ہی قوم کے لوگوں کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا، جبکہ مجھے تمام لوگوں کی طرف [رسول بنا کر] بھیجا گیا ہے۔“ (۲)

(۱۰)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”مجھے دوسرے پیغمبروں پر چھ خاص چیزوں کے ساتھ فضیلت دی گئی ہے۔ (۱) مجھے جامع کلمات عطا ہوئے ہیں۔ (۲) مجھے رعب کے ذریعے نصرت عطا ہوئی ہے۔ (۳) میرے لیے غنیمت کی چیزیں حلال قرار دی گئی ہیں۔ (۴) میرے لیے ساری زمین مسجد اور پاک کر دینے والی بنا دی گئی ہے۔ (۵) مجھے تمام مخلوق کی جانب (رسول بنا کر) بھیجا گیا ہے۔ (۶) اور نبیوں کا سلسلہ مجھ پر ختم کر دیا گیا ہے۔“ [یعنی آخری نبی بنا کر بھیجا گیا ہے، لہذا اب کوئی نیا نبی نہیں آئے گا] (۳)

(۱) [صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب کیف نزل الوحي واول ما نزل (ح ۴۹۸۱) صحیح مسلم،

کتاب الایمان، باب وجوب الایمان برسالة نبینا ﷺ (ح ۱۰۲۱)]

(۲) [صحیح بخاری، کتاب التیمم (باب ۱، ح ۳۳۵) صحیح مسلم، کتاب المساجد (ح ۵۲۱)]

(۳) [صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب المساجد ومواضع الصلاة (ح ۵۲۳)]

(۱۱)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”مجھے جامع کلمات کے ساتھ بھیجا گیا، مجھے رعب کے ذریعے نصرت عطا کی گئی اور میں سویا ہوا تھا کہ [خواب میں، میں نے دیکھا کہ] مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئیں اور انہیں میرے ہاتھ میں تھما دیا گیا۔“ (۱)

○ خواب میں عام طور پر تمثیلات و علامات اور استعارات و اشارات وغیرہ کے ذریعے کوئی بات سمجھائی جاتی ہے اور یہاں خزانوں کی چابیاں ہاتھوں میں دیے جانا دراصل اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ آپ کی نبوت و رسالت روئے زمین کے ہر گوشے تک پہنچے گی اور آپ کے دین کو فتح نصیب ہوگی۔ چنانچہ اگلی حدیث [۱۲] میں آنحضرت نے اپنے اس خواب کی یہی تعبیر خود فرمادی ہے۔

(۱۲)..... حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو سمیٹا [اور پھر مجھے دکھایا] چنانچہ میں نے زمین کے شرق و غرب تک دیکھا۔ بلاشبہ میری امت کی بادشاہی عنقریب وہاں تک وسیع ہوگی جہاں تک مجھے زمین سمیٹ کر دکھائی گئی تھی۔ نیز مجھے سرخ و سفید دو خزانے [یعنی سونا چاندی] بھی عطا کئے گئے اور میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کے لیے یہ دعا کی کہ اس امت کو قحط عام سے ہلاک نہ کیا جائے، اور اس امت پر باہر سے کوئی ایسا دشمن مسلط نہ کیا جائے جو انہیں بالکل ملیا میٹ کر دے۔“ [ان دعاؤں کے جواب میں] میرے رب نے فرمایا:

”اے محمد! جب میں کوئی فیصلہ کر لیتا ہوں تو بلاشبہ وہ بدلانا نہیں جاسکتا اور میں آپ کو اپنا یہ عہد دیتا ہوں کہ میں آپ کی امت کو بڑے قحط سے ہلاک نہیں کروں گا اور نہ ان پر ان کے علاوہ کسی ایسے غیر دشمن کو مسلط کروں گا جو ان کو مٹا کر رکھ دے، خواہ روئے زمین کے سبھی دشمن ان پر حملہ کرنے کے لیے اکٹھے ہو کر ہی کیوں نہ آجائیں۔ البتہ یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو ہلاک کریں گے اور ایک دوسرے کو قید و بند میں ڈالیں گے۔“ (۲)

(۱) [صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب قول النبی: نصرت بالرعب مسيرة شهر (ح-۲۹۷۷) صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب المساجد (ح-۵۲۳)]

(۲) [صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب هلاك هذه الامة بعضهم بعض (ح-۲۸۸۹)]

۱۳)..... حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

”رسول اللہ ﷺ: نو معاویہ کی ایک مسجد کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ اس میں داخل ہوئے اور دو رکعت نماز ادا کی، ہم نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے رب کے حضور لمبی دعا کی اور [جب آپ ﷺ دعا سے فارغ ہوئے] تو ہماری طرف متوجہ ہو کر آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے تین چیزوں کی دعا کی تھی، میرے رب نے میری دعا کو قبول فرمایا۔ لیکن مگر ایک کو قبول نہ کیا۔ میں نے اپنے رب سے دعا کی تھی کہ میری امت کو عام قحط سالی کے ساتھ ہلاک نہ کرنا۔ یہ دعا قبول کر لی گئی اور دوسری دعا میں نے اپنے رب سے یہ دعا کی تھی کہ میری امت کو غرق کر کے ہلاک نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا بھی قبول کر لی اور تیسری دعا میں نے اپنے رب سے یہ دعا کی تھی کہ میری امت کے لوگ آپس میں جنگ و جارحیت نہ کریں، مگر اللہ تعالیٰ نے میری اس دعا کو شرف قبولیت سے نہیں نوازا۔“ (۱)

○ اوپر کی دو احادیث میں آنحضرت ﷺ کی دیگر فضیلتوں کے علاوہ اس فضیلت کی طرف بھی اشارہ مقصود ہے کہ آپ ﷺ مستجاب الدعاء تھے یعنی آپ کی دعائیں قبول ہوتی تھیں اور بذریعہ وحی آپ کو فوراً بتا بھی دیا جاتا تھا کہ آپ کی دعا قبول ہو گئی ہے۔ چنانچہ کسی موقع پر آپ ﷺ نے بیک وقت تین دعائیں مانگیں جن میں سے دو تو قبول ہو گئیں مگر ایک کو اللہ نے قبول نہ فرمایا اور یقیناً اس میں بھی اللہ کی کوئی حکمت ہوگی۔

دیگر نکات کے علاوہ اس حدیث سے ایک یہ نکتہ بھی سمجھ آتا ہے کہ اللہ اپنے فیصلے کو خود اپنی مرضی سے بدلتا ہے حتیٰ کہ اپنے آخری اور محبوب پیغمبر ﷺ کی دعا کے باوجود اللہ نے اپنا یہ فیصلہ نہیں بدلا کہ یہ امت آپس میں خانہ جنگی کا شکار ہوگی۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہونے کے ناطے اللہ کے اس فیصلے پر بلاخر تسلیم خم ہی کرنا پڑا۔ اس سے ان لوگوں کی غلط فہمی کا بھی ازالہ ہو جاتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ نبی اور ولی جب اور جو چاہیں، اللہ سے کروا لیتے ہیں۔ ان کی یہ بات اس وقت تک ثابت نہیں ہو سکتی جب تک وہ اس صحیح حدیث کا صاف صاف انکار نہ کر دیں یا اسے توڑ موڑ کر اپنا من مانا مفہوم نہ نکال لیں۔ اللہ ہی انہیں ہدایت دے، آمین!

(۱) | صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب ہلاک هذه الامة بعضهم ببعض (ح) ۲۸۹ |

نبی کریم ﷺ کے اسماء، صفات، شمائل اور اخلاق و عادات

اختصار کے پیش نظر صرف بخاری و مسلم کی صحیح احادیث پر اکتفا کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کے اسماء، صفات، شمائل اور اخلاق و عادات کے بارے چند احادیث ذیل میں ذکر کی جا رہی ہیں۔

آپ کے اسمائے گرامی:

(۱)..... حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”میرے کئی ایک نام ہیں؛ میں مُحَمَّدٌ ہوں، میرا نام أَحْمَدٌ بھی ہے نیز میرا نام مَاجِحٌ [مٹانے والا] بھی ہے اس لیے کہ میرے سبب اللہ تعالیٰ کفر کو مٹائے گا اور میرا نام حَاشِرٌ [اٹھانے اور جمع کرنے والا] بھی ہے کیونکہ لوگوں کو میرے نقش قدم پر اٹھایا جائے گا اور میرا نام عَاقِبٌ [آخری] بھی ہے۔“ صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ ”عَاقِبٌ سے مراد وہ شخص ہے جس کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔“ (۱)

(۲)..... حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ہمیں اپنے ناموں سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:

”میں محمد ہوں، میں احمد بھی ہوں، میں مُقَفًی ہوں [مُقَفًی کا مطلب ہے: تمام پیغمبروں کے آخر میں آنے والا]۔ میں حَاشِرٌ ہوں [حاشر کا معنی اوپر گزر چکا ہے] میں توبہ والا نبی ہوں [یعنی اللہ کے حضور زیادہ توبہ کرنے والا ہوں] اور میں رحمت والا نبی ہوں [یعنی میں تمام جہان والوں کے لیے باعثِ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں]۔“ (۲)

(۳)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”کیا تمہیں اس بات پر تعجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے قریش کی گالی گلوچ اور لعنت سے کس طرح محفوظ فرمادیا ہے؟ وہ تو مُدَمَّمٌ کو گالیاں دیتے ہیں اور مُدَمَّمٌ پر لعنت بھیجتے ہیں جبکہ میں محمد ہوں۔“ (۳)

(۱) | صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الصف، باب من بعدی اسمہ احمد (۴۸۹۶) صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی اسمائہ (۴۰۴-۲۳۵) صحیح مسلم کی بعض روایات میں عاقب کی یہ وضاحت خود نبی اکرم سے منقول ہے جبکہ بعض روایات میں یہی وضاحت امام زہری سے بھی منقول ہے۔ مؤلف |

(۲) | صحیح مسلم، کتاب التفسیر، باب فی اسمائہ (۴۰۴-۲۳۵) |

(۳) | صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب ماجاء فی اسماء رسول اللہ ﷺ (ح-۳۰۳۳) |

(۴)..... حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

”میں نے عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور ان سے عرض کیا کہ آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس وصف کے بارے میں بتائیں جس کا ذکر تورات میں ہے۔ عبد اللہ بن عمرو نے فرمایا: ہاں ضرور بتاتا ہوں۔ اللہ کی قسم! تورات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض صفات تو وہ ہیں جو قرآن پاک میں بھی مذکور ہیں مثلاً [قرآن اور تورات دونوں میں آپ کے بارے کہا گیا:] ”اے نبی! بلاشبہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو [اہل ایمان پر] گواہ، [جنت کی] خوشخبری دینے والا اور [گنہگاروں کو عذاب سے] ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔“ [تورات میں اس کے علاوہ آپ کے بارے یہ بھی کہا گیا کہ:]

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُمّی [ناخواندہ، اُن پڑھ] لوگوں کی جائے پناہ ہیں۔ آپ میرے بندے اور رسول ہیں۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مَتَوَكَّل [اللہ پر خوب توکل کرنے والا] رکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدخلق نہیں، نہ ہی سخت مزاج ہیں، نہ ہی بازاروں میں شور و شغب کرنے والے ہیں اور نہ ہی آپ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے ہیں، بلکہ آپ معاف کرنے اور دعائے مغفرت کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کو اس وقت تک فوت نہیں کریں گے جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب گمراہ قوم کو راہ راست پر نہ لے آئیں گے، حتیٰ کہ وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کر لیں گے اور اللہ تعالیٰ اس [دین] کی وجہ سے ان کی اندھی آنکھیں، بہرے کان اور بے حس دل کھول کر رکھ دے گا۔“ (۱)

آپ کا حلیہ مبارک:

(۱)..... سماک بن حرب بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حلیہ مبارک بیان کیا: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی اور سر مبارک کے اگلے حصہ میں کچھ سفید بال آگئے تھے، جب بال بکھرے ہوتے تو یہ سفید بال دکھائی دیتے مگر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیل لگا لیتے تو بالوں کی یہ سفیدی چھپ جاتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی کے بال گھنے تھے۔ ایک آدمی نے حضرت جابر سے پوچھا: کیا اللہ کے رسول کا چہرہ مبارک تلوار کی طرح تھا۔ حضرت جابر نے کہا، نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک سورج اور چاند کی طرح منور اور گول تھا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے کے قریب مہر نبوت کو دیکھا جو

(۱) [صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب کراهية السخب فی السوق (ج ۲۵) ۲۱]

[مقدار میں] کبوتری کے انڈے جتنی اور [رنگت وغیرہ میں] آپ ﷺ کے جسم مبارک ہی کے مشابہ تھی۔، (۱)

(۲)..... حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

”رسول اللہ ﷺ نہ تو بہت زیادہ لمبے تھے اور نہ ہی بہت چھوٹے قد کے، بلکہ آپ کا قد درمیانہ تھا۔ آپ ﷺ کا رنگ نہ تو [دودھ اور چونے کی طرح] بالکل سفید تھا اور نہ ہی گہرا گندمی، بلکہ گورا اور چمک دار تھا۔ آپ ﷺ کے سر کے بال نہ زیادہ گھنگریالے تھے اور نہ ہی بالکل سیدھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو چالیس سال کی عمر میں نبی بنایا۔ نبوت کے بعد آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں دس سال اور مدینہ منورہ میں بھی دس سال مقیم رہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ساٹھ سال کی عمر میں وفات دی۔ آپ ﷺ کے سر اور داڑھی مبارک میں بیس سفید بال بھی نہ تھے۔“ (۲)

(۳)..... ایک اور روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”آپ ﷺ کے سر مبارک کے بال نصف کانوں تک تھے۔“ (۳)

(۴)..... ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ

”آپ ﷺ کے سر مبارک کے بال آپ کے کانوں اور کندھوں کے درمیان تک لٹکتے تھے۔“ (۴)

(۵)..... حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

”آپ کے ہاتھ اور پاؤں مضبوط تھے، میں نے آپ جیسا خوبصورت نہ ہی آپ سے پہلے کوئی دیکھا اور نہ ہی آپ کے بعد دیکھا اور آپ کی ہتھیلیاں کشادہ تھیں۔“ (۵)

ایک روایت میں ہے کہ آپ کے دونوں پاؤں اور ہتھیلیاں بہت مضبوط اور پر گوشت تھیں۔ (۶)

(۶)..... حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

”رسول اللہ ﷺ کی رنگت سفید اور چمک دمک والی تھی۔ آپ کے پسینے کے قطرے ایسے تھے جیسے

(۱) [صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب اثبات خاتم النبوة وصفته ومحله من جسده ﷺ (ح- ۲۳۴۴)]

(۲) [صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی (ح- ۳۰۷۱)]

(۳) [صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب صفة شعر النبی ﷺ (ح- ۲۳۳۸)]

(۴) [صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب الجعد (ح- ۵۹۰۵) صحیح مسلم، ایضاً (ح- ۲۳۳۸)]

(۵) [صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب الجعد (ح- ۵۹۰۷)] (۶) [ایضاً (ح- ۵۹۱۰)]

سوتی ہوں۔ چپ آپ جلتے تو آگے کی جانب جھکے ہوئے چلتے۔ میں نے ریشم کا کوئی ایسا دبیز اور ملائم کپڑا نہیں چھوا جو اللہ کے رسول ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو اور نہ ہی میں نے کوئی ایسی مشک اور عنبر [عمدہ خوشبو] کو سونگھا ہے جو نبی اکرم ﷺ کے بدن سے آنے والی قدرتی خوشبو سے زیادہ عمدہ ہو“ (۱)

۷..... ایک روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

”میں نے اللہ کے رسول ﷺ کے پسینے کی خوشبو سے بڑھ کر کوئی خوشبو نہیں سونگھی۔“ (۲)

۸..... حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

”حضرت ام سلیم [جو انس کی والدہ اور اللہ کے رسول کی رضاعی خالہ تھیں] آپ کے لیے چمڑے کا ایک ٹکڑا بچھا دیتیں جس پر آپ دوپہر کے وقت آرام فرماتے۔ جب آپ سوتے [اور آپ کو پسینہ آجاتا] تو ام سلیم آپ کے پسینے کو چھوٹے برتن میں جمع کر لیتیں۔“ (۳)

۹..... ایک روایت میں ہے کہ

”ایک مرتبہ وہ نبی اکرم ﷺ کا پسینہ جمع کر رہی تھیں کہ آپ بیدار ہو گئے۔ آپ نے دریافت کیا، اے ام سلیم! یہ کیا ہے؟ ام سلیم نے بتایا کہ یہ آپ کا پسینہ ہے جسے ہم اپنی خوشبو میں ملاتی ہیں اور آپ کا پسینہ تمام خوشبوؤں سے بہتر ہے۔“ [یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ پسینہ ملانے سے جو خوشبو تیار ہوتی ہے، وہ تمام خوشبوؤں سے عمدہ ہوتی ہے۔] (۴)

۱۰..... ایک روایت میں ہے کہ

”ام سلیم نے آپ سے کہا: ”اے اللہ کے رسول! ہم اپنے بچوں کے لیے اسے بابرکت سمجھتی ہیں، تو آپ نے ان کی تائید فرمائی۔“ (۵)

۱۱..... حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

”رسول اللہ ﷺ درمیانے قد کے مالک تھے، آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان کشادگی تھی۔ آپ کے سر کے بال دونوں کانوں کے کناروں تک تھے۔ میں نے آپ کو سرخ لباس پہننے بھی دیکھا ہے۔

(۱) [صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب طیب ریحہ ﷺ (ح- ۲۳۳۰)]

(۲) [صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب اصفۃ النبی ﷺ (ح- ۳۵۶۱)]

(۳) [صحیح بخاری، کتاب الاستئذان، باب من زار قومًا قال عندہم (ح- ۶۲۸۱)]

(۴) [صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب طیب عرفہ ﷺ والنبرک بہ (ح- ۲۳۳۱)] (۵) [ایضاً]

میں نے آپ سے زیادہ حسین و جمیل دنیا کی کوئی چیز نہیں دیکھی۔“ (۱)

(۱۲)..... ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

”میں نے کسی ایسے انسان کو نہیں دیکھا جو لمبی زلفوں اور سرخ لباس میں اللہ کے رسول ﷺ سے زیادہ حسین و جمیل دکھائی دے۔ آپ کے سر کے بال آپ کے کندھوں تک لٹکتے تھے۔ آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان کشادگی تھی اور آپ کا قدم مبارک نہ زیادہ لمبا تھا اور نہ بہت چھوٹا۔“ (۲)

(۱۳)..... حضرت جابر بن سمرہؓ بیان کرتے ہیں کہ

”رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک فراخ اور دونوں آنکھیں کشادہ تھیں۔ آنکھوں کی سفیدی میں سرخ ڈورے تھے اور آپ کی دونوں ایڑیاں باریک تھیں جن پر گوشت بہت زیادہ نہیں تھا۔“ (۳)

آپ علیہ السلام کی مہربانیت:

(۱)..... حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

”میں نے نبی کریم ﷺ کی زیارت کی اور آپ ﷺ کے ساتھ روٹی اور گوشت [ثرید] تناول کیا..... پھر میں آپ ﷺ کے پیچھے ہوا تو اس مہربانیت کو دیکھا جو آپ ﷺ کے کندھوں کے درمیان بائیں شانے کی نرم ہڈی کے پاس تھی۔ یہ مہر، بند مٹھی کی مانند تھی اور اس پر مسوں کی مانند سیاہ رنگ کے بہت سے تل تھے۔“ (۴)

(۲)..... خالد بن سعید کی بیٹی ام خالد رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

”میں بچپن میں اپنے والد کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے پاس آئی اور اس وقت میرے جسم پر زرد رنگ کی قمیص تھی۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ام خالد! یہ کپڑا بہت عمدہ ہے۔ ام خالد کہتی ہیں کہ میں آپ کی مہربانیت کے ساتھ کھینے لگی لیکن میرے والد نے مجھے ڈانٹتے ہوئے روک دیا مگر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس بچی کو کھیلنے دو۔“ (۵)

(۱) [صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب اصفۃ النبی ﷺ (ح-۳۵۵۱)]

(۲) [صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی صفة النبی ﷺ (ح-۲۳۳۷)]

(۳) [صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی صفة فم النبی ﷺ وعقبہ (ح-۲۳۳۹) شمائل ترمذی (ح-۸)]

(۴) [صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب اثبات خاتم النبوة وصفته ومحله من جسده ﷺ (ح-۲۳۴۶)]

(۵) [صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب من تکلم بالفارسیة والرطانة (ح-۳۰۷۱)]

آپ کا حسن اخلاق:

(۱).....حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

”میں نے اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز ادا کی۔ اس کے بعد آپ اپنے گھر تشریف لے جانے کے لیے [مسجد سے] نکلے اور میں بھی آپ کے ساتھ باہر نکل آیا۔ آگے آپ کو چند بچے ملے۔ آپ نے ایک ایک کر کے ان میں سے ہر بچے کے رخسار پر ہاتھ پھیرا۔ پھر آپ نے میرے رخسار پر بھی ہاتھ پھیرا۔ میں نے آپ کے ہاتھ کی ٹھنڈک اور عمدہ خوشبو کو اس طرح محسوس کیا کہ گویا آپ نے اپنا ہاتھ عطر فروش کی صندوقچی سے نکالا ہے۔“^(۱)

(۲).....حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

”میں نے مسلسل دس سال اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت کی اور اس دوران آپ نے مجھے کبھی اُف تک نہ کہا اور [کسی غلطی پر کبھی] یہ بھی نہ کہا کہ تم نے فلاں کام کیوں کیا اور فلاں کام کیوں نہ کیا؟“^(۲)

(۳).....حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

”رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ اچھے اخلاق کے مالک تھے۔ ایک روز آپ نے مجھے کسی کام سے بھیجا تو میں نے (زبان سے یونہی) کہہ دیا اللہ کی قسم! میں نہیں جاؤں گا لیکن میرے دل میں تھا کہ میں ضرور جاؤں گا اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا ہے۔ چنانچہ میں نکل پڑا، اور بچوں کے پاس سے گزرا جو بازار میں کھیل رہے تھے (میں وہاں ٹھہر گیا) اچانک رسول اللہ ﷺ نے پیچھے سے میری گدی پکڑ لی۔ میں نے آپ کی جانب نظر اٹھائی تو آپ مسکرا رہے تھے۔ آپ نے کہا، اے بچے انس! کیا وہاں جاتے ہو جہاں میں نے تمہیں جانے کے لیے کہا ہے؟ تو میں نے عرض کی، ہاں! اللہ کے رسول میں ابھی جاتا ہوں۔“^(۳)

(۴).....حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

(۱) [صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب طیب ریحہ ﷺ ولین مسہ (ح-۲۳۲۹)]

(۲) [صحیح بخاری، کتاب الادب، باب حسن الخلق والسخاء (ح-۶۰۳۸)] صحیح مسلم، کتاب الفضائل،

باب حسن خلقہ ﷺ (ح-۲۳۰۹)]

(۳) [صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب حسن خلقہ ﷺ (ح-۲۳۰۹)]

”میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کہیں جا رہا تھا، اس وقت آپؐ پر دھاری دار نجرانی چاڑھی جس کے کنارے موٹے تھے۔ راستے میں آپؐ کو ایک دیہاتی ملا جس نے آپؐ کی چادر اس زور سے کھینچی کہ اس سے رسول اللہ ﷺ کی گردن مبارک پر چادر کے کنارے کی رگڑ کا نشان پڑ گیا۔ پھر وہ دیہاتی کہنے لگا، اے محمد! آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کا جو مال ہے اس میں سے مجھے بھی کچھ دو۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کی طرف دیکھا اور مسکرا پڑے، پھر آپؐ نے اسے کچھ عطا کرنے کا حکم دیا۔“ (۱)

(۵)..... حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

”نبی اکرم ﷺ تمام لوگوں سے بڑھ کر حسین تھے۔ تمام لوگوں سے زیادہ سخی اور تمام لوگوں سے زیادہ بہادر تھے۔ ایک رات مدینہ کے لوگ (دشمن کی آمد کی افواہ سن کر) گھبرا اٹھے۔ جب لوگ اس طرف بھاگے جدھر سے آواز آئی تھی تو کیا دیکھتے ہیں کہ آگے سے نبی اکرم ﷺ [گھوڑے پر سوار چلے آ رہے ہیں کیونکہ آپؐ تمام لوگوں سے پہلے آواز کی جانب پہنچ گئے تھے اور آپؐ فرما رہے تھے، ڈرو نہیں! ڈرو نہیں!..... آپؐ ابو طلحہ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر بغیر زین ہی سوار تھے اور آپؐ کی گردن میں تلوار لٹک رہی تھی۔ آپؐ نے اس گھوڑے کے بارے فرمایا: میں نے اسے نہایت تیز رفتار پایا ہے۔“ (۲)

(۶)..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

”ایسا کبھی نہیں ہوا کہ رسول اللہ ﷺ سے کبھی کسی نے کوئی چیز مانگی ہو اور آپؐ نے [موجود ہونے کے باوجود] اس سے انکار کیا ہو۔“ (۳)

(۷)..... حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

”ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے اتنی بکریوں کا سوال کیا جو دو پہاڑوں کے درمیان سمائیں تو آپؐ نے اس کا مطالبہ پورا کر دیا۔ اس کے بعد وہ شخص اپنی قوم کے پاس آ کر کہنے لگا: اے میری قوم کے لوگو! اسلام قبول کر لو۔ اللہ کی قسم! محمد ﷺ تو اس قدر عطا کر دیتے ہیں کہ آپؐ کو فقر و افلاس کا بھی خوف نہیں ہوتا۔“ (۴)

(۱) [صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، باب ما کان النبیؐ یعطی... (ح-۳۱۴۹) صحیح مسلم، الزکاة (ح-۱۰۵۷)]

(۲) [صحیح بخاری، کتاب الادب، باب حسن الخلق (ح-۶۰۳۳) صحیح مسلم، کتاب الفضائل (ح-۲۳۰۷)]

(۳) [صحیح بخاری، ایضاً (ح-۶۰۳۴) صحیح مسلم، ایضاً، باب ما سئل الرسول شیاً فقال لا (ح-۲۳۱۱)]

(۴) [صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی سخائہ ﷺ (ح-۲۳۱۲)]

(۸)..... حضرت جبر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

”ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جنگ حنین سے واپس آرہے تھے کہ [ایک جگہ] کچھ دیہاتی لوگ آپ سے [مال غنیمت] مانگتے ہوئے آپ سے اس طرح چٹ گئے کہ [پیچھے ہٹتے ہٹتے] آپ کیلکر کی جھاڑیوں سے جا لگے حتیٰ کہ آپ کی چادر اس میں الجھ گئی۔ آپ ﷺ رک گئے اور فرمایا: مجھے میری چادر لوٹا دو، اگر میرے پاس ان کانٹے دار درختوں کے برابر بھی مال ہوتا تو میں وہ سارا تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا اور تم مجھے بخیل، غلط بیانی کرنے والا اور چھوٹے دل والا نہ کہہ پاتے۔“^(۱)

(۹)..... حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

”رسول اللہ ﷺ جب صبح کی نماز ادا کر لیتے تو مدینہ کے غلام لونڈیاں [خادم] اپنے برتنوں میں پانی لے کر آپ کے ہاں پہنچ جاتے۔ جو شخص بھی برتن لے کر آتا آپ [برکت کے لیے] اس کے برتن میں اپنا ہاتھ ڈبوتے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ وہ موسم سرما میں صبح سویرے ہی پانی کے برتن لے آتے مگر پھر بھی آپ [برکت کے لیے] اپنا ہاتھ اس پانی میں ڈال دیتے۔“^(۲)

(۱۰)..... حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

”اہل مدینہ کی لونڈیوں میں سے ایک لونڈی رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ پکڑتی، اور جہاں چاہتی آپ کو لے جاتی۔“^(۳)

○ یہ آنحضرت ﷺ کی عاجزی کی دلیل ہے کہ نچلے طبقے کے کسی فرد کے ساتھ بھی آپ ﷺ نہایت نرمی اور پوری توجہ کے ساتھ پیش آتے۔ کیا آج کے حکمران ایسی مثال پیش کر سکتے ہیں.....!

(۱۱)..... حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

”ایک عورت جس کی عقل میں کچھ خلل تھا، نے اللہ کے رسول سے کہا: مجھے آپ سے کچھ کام ہے۔ آپ نے اس سے کہا، اے ام فلان! تم جس گلی میں چاہتی ہو [میں جانے کے لیے تیار ہوں] تاکہ تمہارے کام آسکوں۔ چنانچہ آپ اس کے ساتھ ایک طرف چلے گئے حتیٰ کہ جو کام اس نے کہنا تھا، کہہ دیا۔“^(۴)

(۱) [صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب الشجاعة فی الحرب (ح ۲۸۲۱)]

(۲) [صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب قرۃ من الناس ونبرکھم بہ (ح ۲۳۲۴)]

(۳) [صحیح بخاری، کتاب الادب، باب الکبر (ح ۶۰۷۲)]

(۴) [صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب قرۃ من الناس ونبرکھم بہ (ح ۲۳۳۶)]

(۱۲)..... حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

”نبی کریم ﷺ نہ گالی گلوچ کرتے تھے، نہ فحش گو تھے، اور نہ ہی لعن طعن کرنے والے تھے۔ آپ غصہ کے وقت بھی صرف اتنا ہی کہتے: ”اسے کیا ہے؟ اس کی پیشانی خاک آلود ہو!“ (۱)

(۱۳)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

”آپ سے عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول! آپ مشرکین پر بدعافرائیں، مگر آپ نے فرمایا: مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ مجھے تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔“ (۲)

(۱۴)..... حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

”نبی اکرم ﷺ پردے میں رہنے والی کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیا دار تھے۔ جب آپ کسی ناپسندیدہ کام کو دیکھتے تو ہم اسے آپ کے چہرے [کے تاثرات] سے پہچان لیتے تھے۔“ (۳)

(۱۵)..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

”رسول اللہ ﷺ اس طرح تحمل سے بات کرتے کہ اگر کوئی آپ کی بات کے الفاظ گننا چاہتا تو با آسانی گن لیتا۔ اور آپ اس طرح تیز تیز باتیں نہیں کرتے تھے جیسے تم لوگ کرتے ہو۔“ (۴)

(۱۶)..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

”میں نے نبی اکرم ﷺ کو کبھی اتنا تہمتہ لگا کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ کے حلق کا کوا نظر آئے۔ آپ تو بس مسکرایا کرتے تھے۔“ (۵)

(۱۷)..... اسود رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے دریافت کیا کہ

”نبی اکرم ﷺ گھر میں کیا کچھ کیا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ آپ ﷺ اپنے گھر والوں

(۱) [صحیح بخاری، کتاب الادب، باب لم یکن النبی فاحشا ولا متفحشا] (ح-۶۰۳۱)

(۲) [صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب النهی عن لعن الدواب وغیرها] (ح-۲۵۹۹)

(۳) [صحیح بخاری، کتاب الادب، باب من لم یواجه الناس بالعتاب] (ح-۶۱۰۲) صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب کثرة حیاته] (ح-۲۳۲۰)

(۴) [صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی] (۳۵۶۸، ۳۵۶۷) صحیح مسلم، فضائل الصحابة] (۲۴۹۳)

(۵) [صحیح بخاری، کتاب الادب، باب التمس والصحک] (ح-۶۰۹۲)

کی ضرورتوں کو پورا کرنے میں مشغول رہتے تھے اور جب نماز کا وقت ہو جاتا تو آپ نماز کے لیے چلے جاتے تھے۔“^(۱)

(۱۸)..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

”اللہ کے رسول ﷺ کو جب کبھی دو کاموں میں اختیار دیا جاتا تو آپ ان میں سے آسان کام کو اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ گناہ کا کام نہ ہوتا، اگر وہ گناہ کا کام ہوتا تو آپ تمام لوگوں سے زیادہ اس سے دور رہتے اور آپ ﷺ اپنی ذات کے لیے کبھی کسی بات کا انتقام نہیں لیتے تھے، البتہ جب اللہ کی حرمت کو پامال کیا جاتا تو پھر آپ اللہ کی رضا کے لیے انتقام لیا کرتے تھے۔“^(۲)

(۱۹)..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

”نبی اکرم ﷺ نے اللہ کی راہ میں جہاد کے علاوہ کبھی کسی [جاندار] کو نہیں مارا، حتیٰ کہ اپنی کسی بیوی اور خادم پر بھی آپ نے کبھی ہاتھ نہیں اٹھایا۔ اگر کسی شخص سے کبھی آپ کو کچھ تکلیف پہنچی تو آپ نے اس سے انتقام بھی نہیں لیا۔ البتہ جب اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کو پامال کیا جاتا تو پھر آپ اللہ تعالیٰ کی خاطر انتقام لیتے تھے۔“^(۳)



(۱) [صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب من كان في حاجة اهله فاقامت الصلاة فخرج (ح ۶۷۶)]

(۲) [صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبي (ح ۳۵۶۰) صحیح سلم، کتاب الفضائل (ح ۲۳۲۷)]

(۳) [صحیح سلم، کتاب الفضائل، باب مباحثته للأئمة واختياره من المباح اسهله (ح ۲۳۲۸)]

نبی کریم ﷺ پر ایمان

مسلمان ہونے کے ناطے اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ ہمارا پہلا تعلق یہ ہونا چاہیے کہ ہم صدقِ دل سے آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان لائیں، جب تک کوئی شخص آپ ﷺ پر ایمان نہیں لاتا تب تک وہ مسلمان شمار نہیں کیا جاسکتا خواہ وہ کتنا ہی توحید پرست اور عبادت گزار کیوں نہ ہو۔

اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو اللہ کا سچا اور آخری رسول تسلیم کیا جائے اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کو آخری اور کامل شریعت تسلیم کر کے اس پر عمل کیا جائے۔

نبی کریم پر ایمان لانے میں درج ذیل سب باتوں پر ایمان لانا شامل ہے:

(۱)..... آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

(۲)..... آپ ﷺ قیامت تک آنے والے تمام انسانوں اور جنوں کے لیے رسول ہیں۔

(۳)..... آپ ﷺ اللہ کے آخری رسول ہیں۔

(۴)..... آپ ﷺ معصوم اور بے گناہ تھے۔

(۵)..... آپ ﷺ نے اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچا دیا۔

(۶)..... آپ ﷺ اللہ کی طرف سے جو دین لائے، اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔

(۷)..... آپ ﷺ کو اللہ کی طرف سے جو مختلف معجزات عطا کیے گئے تھے، ان پر ایمان لانا بھی ضروری

ہے۔

آئندہ سطور میں ان نکات کی ضروری تفصیل ذکر کی جائے گی۔ ان شاء اللہ!

* * * *

[1].....نبی کریم ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں

حضرت محمد ﷺ کے بارے ہر مسلمان کو یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ آپ کے نبی و رسول ہونے کا فیصلہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام لے کر اپنی کتاب قرآن مجید میں صاف صاف الفاظ میں سنا دیا ہے۔ ایسی چند آیات ملاحظہ ہوں جن میں آپ کی رسالت کا اعلان کیا گیا ہے:

(۱).....﴿مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ﴾ [سورة الفتح: ۲۹]

”محمد اللہ کے رسول ہیں۔“

(۲).....﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ [سورة آل عمران: ۱۴۴]

”(حضرت) محمد صرف رسول ہی ہیں، ان سے پہلے (بھی) بہت سے رسول ہو چکے ہیں۔“

(۳).....﴿وَأَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُولًا﴾ [سورة النساء: ۸۹]

”اور ہم نے آپ (محمد) کو تمام لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے۔“

(۴)..... ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ [الاحزاب: ۴۰]

”محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، مگر وہ اللہ کے رسول اور نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں۔“

(۵)..... ﴿وَأَمُوتُوا بِمَا نَزَّلَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ﴾ [سورة محمد: ۲]

”اور جو لوگ اس چیز پر ایمان لائے جو محمد پر نازل کی گئی ہے، اور دراصل ان کے رب کی طرف سے سچا دین بھی وہی ہے۔“

○ جس طرح قرآن مجید نے حضرت محمد ﷺ کی نبوت و رسالت کا اعلان کیا ہے، اسی طرح خود آپ نے بھی اپنی زبانِ نبوت سے اپنے نبی و رسول ہونے کا اعلان کیا ہے۔ اس سلسلہ میں آپ ﷺ سے مروی دو احادیث ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

(۱)..... عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((أَمَرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا

إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَيُؤْمِنُوا بِبِيٍّ وَمَا جِئْتُ بِهِ فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا
وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ))

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے ساتھ اس وقت تک لڑائی کروں جب تک کہ وہ یہ گواہی نہ دے دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور وہ مجھ پر ایمان لے آئیں اور جو (دین) میں لے کر آیا ہوں اس پر بھی ایمان لے آئیں۔ جب لوگ ایسا کر لیں گے تو وہ اپنے خون اور مال مجھ سے محفوظ کر لیں گے، سوائے اس حق کے جو اسلام ان پر لاگو کرتا ہے، اور ان کا (اصل) حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔“ (۱)

(۲)..... عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِّنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٍّ وَلَا نَصْرَانِيٍّ ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَّا كَانَ مِنَ أَصْحَابِ النَّارِ))

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے، اس امت میں سے جو یہودی اور عیسائی میرے بارے سن لے اور پھر وہ مجھ پر ایمان لائے بغیر ہی مر جائے تو وہ ضرور جہنم میں جائے گا۔“ (۲)

○ قرآن مجید نے جہاں یہ اعلان کیا کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، وہاں دنیا کے تمام انسانوں کو یہ حکم بھی دیا کہ وہ محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان لائیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۱)..... ﴿إِنَّمَا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾ [سورة الحديد: ۷]

”(لوگو!) اللہ اور اس کے رسول (محمد) پر ایمان لاؤ۔“

(۲)..... ﴿فَأْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنْزَلْنَا﴾ [التغابن: ۸]

”پس تم اللہ پر، اس کے رسول پر، اور اس نور [قرآن] پر جسے ہم نے نازل کیا ہے، ایمان لاؤ!“

(۱) [صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا لا اله الا الله (ح ۲۱) صحیح بخاری،

کتاب الایمان، باب فان تابوا واقاموا الصلاة واتوا الزکوة فخلوا سبیلهم (ح ۲۵)]

(۲) [صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب وجوب الایمان برسالة نبینا محمدالی جمیع الناس (ح ۱۰۳)]

(۳)..... ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ۚ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ
لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَأَمِينُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ
لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾ [سورة الاعراف: ۱۵۸]

”(اے نبی!) آپ کہہ دیجیے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا ہوں جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے، سو اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے نبی امی پر جو کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کی تابعداری کرو تا کہ تم ہدایت پاؤ۔“

(۴)..... ﴿إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا لِّتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ
وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا﴾ [سورة الفتح: ۹]

”یقیناً ہم نے تجھے (یعنی محمد مصطفیٰ کو) گواہی دینے والا، خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، تا کہ (اے مسلمانو!) تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کا ادب کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بیان کرو۔“

○ اور جو لوگ آپ ﷺ پر ایمان نہیں لائیں گے، انہیں قرآن مجید نے جہنم کی وعید بھی سنائی ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِن بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا﴾ [سورة الفتح: ۱۳]

”اور جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لائے گا، تو ہم نے بھی ایسے کافروں کے لیے دہشتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔“

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے آخری نبی حضرت محمد ﷺ پر صدق دل سے ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔



[2]..... نبی کریم ﷺ سب انسانوں اور جنوں کے لیے رسول ہیں

نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانے میں یہ بات بھی شامل ہے کہ آپ ﷺ کے بارے میں یہ تسلیم کیا جائے کہ آپ رہتی دنیا تک کے تمام انسانوں اور تمام جنوں کے لیے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ بطور دلیل چند آیات ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں:

(۱)..... ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَمَاةً لِلنَّاسِ بِشِيرًا وَنَذِيرًا﴾ [سورة السبا: ۲۸]

”اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔“

اس آیت میں واضح طور پر بتا دیا گیا کہ حضور ﷺ کو تمام انسانوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا اور ظاہر ہے انسان قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے اس لیے آپ کی نبوت و رسالت بھی تا قیامت جاری رہے گی، اور قیامت تک آنے والا کوئی انسان بھی آپ کی نبوت و رسالت سے مستغنی نہ رہے گا۔

(۲)..... ﴿قُلِ اللَّهُ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَذَا الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ﴾

”اور میرے پاس یہ قرآن یہ طور وحی کے بھیجا گیا ہے تاکہ میں اس قرآن کے ذریعہ سے تم کو اور جس جس کو یہ قرآن پہنچے، ان سب کو ڈراؤں۔“ [سورة الانعام: ۱۹]

قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کی ہدایت چونکہ قرآن مجید سے وابستہ ہے، اس لیے یہ قیامت تک محفوظ رہے گا، اور جب قرآن قیامت تک محفوظ رہے گا تو لامحالہ صاحب قرآن کی نبوت بھی قیامت تک باقی رہے گی۔

(۳)..... ﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَى فَتْرَةٍ مِّنَ الرَّسُلِ أَنْ تَقُولُوا مَا جَاءَنَا مِن بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ [سورة المائدة: ۱۹]

”اے اہل کتاب! یقیناً ہمارا رسول تمہارے پاس رسولوں کی آمد کے ایک وقفے کے بعد آ پہنچا ہے، جو تمہارے لیے صاف صاف بیان کر رہا ہے تاکہ تمہاری یہ بات نہ رہ جائے کہ ہمارے پاس کوئی بھلائی، برائی سنانے والا آیا ہی نہیں، پس اب تو یقیناً خوشخبری والا اور آگاہ کرنے والا آ پہنچا۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ اپنے سے پہلے نبیوں کی امتوں کے ان لوگوں کے لیے بھی رسول بنا کر بھیجے گئے جو آپ کے دور میں زندہ تھے اور ان کے لیے بھی جو تاقیامت باقی رہیں گے۔ اسی لیے ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے، اس امت میں سے جو یہودی اور عیسائی میرے بارے سن لے اور پھر وہ مجھ پر ایمان لائے بغیر ہی مر جائے تو وہ ضرور جہنم میں جائے گا۔“^(۱) لیکن جو غیر مسلم مرنے سے پہلے آنحضرت ﷺ پر ایمان لے آئے اس کے بارے میں آپ ﷺ نے دہرے اجر کا وعدہ فرمایا ہے، چنانچہ حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”تین لوگ ایسے ہیں جنہیں دوہرا اجر ملے گا: ان میں سے ایک تو وہ آدمی ہے جو اہل کتاب [یہودی یا عیسائی] تھا اور اپنے نبی پر وہ ایمان لایا پھر اسے میرے بارے میں معلوم ہوا تو وہ مجھ پر بھی ایمان لے آیا اور میری اطاعت شروع کر دی اور اس نے میری تصدیق کی۔ پس اسے دوہرا اجر ملے گا۔“^(۲)

انسانوں کی طرح جنات کو بھی چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اس لیے ضروری تھا کہ ان کی ہدایت و رہنمائی کے لیے بھی انبیاء بھیجے جاتے اور یقیناً ایسا کیا گیا مگر اہل علم کا اس بات میں اختلاف ہے کہ جنات میں جو انبیاء آئے کیا وہ انہی کی جنس سے تھے یا انسانوں کی جنس سے۔ بعض اہل علم کے بقول وہ جنات ہی کی جنس سے تھے جبکہ بعض اہل علم کے بقول انسانوں میں جو انبیاء مبعوث ہوتے وہی اپنے دور کے جنات کے لیے بھی نبی قرار پاتے۔ اس سارے اختلاف سے قطع نظر اس بات میں اختلاف کی گنجائش نہیں کہ آنحضرت تمام انسانوں اور جنوں کے لیے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آپ کے دور میں جنات کا ایک پورا گروہ آپ پر ایمان لایا جیسا کہ سورۃ الجن میں مذکور ہے۔ اور بعض احادیث سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ انسانوں کے علاوہ جنات کی طرف بھی مبعوث ہوئے مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((وَأَرْسَلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً)) ”مجھے تمام مخلوق کی جانب (رسول بنا کر) بھیجا گیا ہے۔“^(۳)

ظاہر ہے تمام مخلوق میں جنات بھی خود بخود شامل ہیں۔

(۱) [صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب وجوب الایمان برسالة نبینا محمدالی جمیع الناس..... (ح-۱۰۳)]

(۲) [صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب وجوب الایمان برسالة نبینا محمدالی جمیع الناس..... (ح-۱۰۴)]

(۳) [صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب المساجد ومواضع الصلاة (ح-۵۲۳)]

[3]..... نبی کریم ﷺ اللہ کے آخری نبی اور آخری رسول ہیں

نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے میں یہ بات بھی شامل ہے کہ آپ ﷺ کے بارے میں یہ تسلیم کیا جائے کہ آپ کو آخری نبی اور آخری رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ آپ کے بعد قیامت تک کوئی نیا نبی بنا کر نہیں بھیجا جائے گا، چنانچہ قرآن مجید میں دو ٹوک الفاظ میں فرمایا گیا کہ

﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ﴾ [سورة الاحزاب: ۴۰]

”محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، مگر وہ اللہ کے رسول اور نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں۔“

اس آیت میں نبی اکرم کے بارے میں خَاتَمَ النَّبِيِّينَ کے الفاظ بولے گئے ہیں۔ خاتم عربی زبان کا لفظ ہے، عربی زبان میں اس مادہ سے جتنے لفظ بنتے ہیں ان میں کسی چیز کے مکمل ہونے، فارغ ہونے، بند ہونے، انتہاء کو پہنچ جانے، آخری ہو جانے کے معنی پائے جاتے ہیں مثلاً عربی زبان میں خَاتَمُ الْقَوْمِ کا معنی ہے آخِرُ الْقَوْمِ یعنی قوم کا آخری آدمی۔ اسی طرح خَاتَمَ الْاِنْسَاءِ کا مطلب ہے ”برتن کا منہ بند کر دیا اور اس پر مہر لگا دی تاکہ نہ اس میں کوئی چیز داخل ہو سکے اور نہ نکل سکے۔“ [دیکھیے عربی کتب لغات]

خاتم کا جو معنی معتبر کتب لغات میں ملتا ہے، قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت میں بھی وہی معنی مراد لیا گیا ہے، علاوہ ازیں بہت سی صحیح احادیث میں بھی صراحت کے ساتھ یہ بتا دیا گیا ہے کہ محمد اللہ کے آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول واقعی آخری رسول ہیں مگر آپ آخری نبی نہیں ہیں بلکہ نبی آپ کے بعد بھی آتے رہیں گے۔ لفظ نبی اور رسول کے معنی میں دراصل یہ فرق ان کے پیش نظر ہوتا ہے کہ رسول تو صاحب شریعت اور صاحب کتاب ہوتا ہے مگر نبی صاحب شریعت یا صاحب کتاب نہیں ہوتا۔ اس فرق کی بنیاد پر وہ کہتے ہیں کہ آپ کے بعد جو نبی آئیں گے وہ نئی شریعت لے کر نہیں آئیں گے بلکہ وہ آپ ہی کی شریعت کی تبلیغ کریں گے مگر ہوں گے وہ بھی نبی۔

مگر ان کا یہ دعویٰ قطعی غلط ہے کیونکہ اگر مذکورہ بالا فرق تسلیم کر بھی لیا جائے تو پھر بھی ہمارے سامنے جو ختم نبوت کی آیت ہے، اس میں خاتم النبیین کے لفظ استعمال ہوئے ہیں جس کا مطلب ہے ”نبیوں کا ختم

کرنے والا۔ اگر آپ نبیوں کا سلسلہ ختم کرنے والے نہیں بلکہ رسولوں کا سلسلہ ختم کرنے والے تھے تو پھر اس آیت میں خاتم النبیین کی بجائے خاتم الرسل کے الفاظ ہونے چاہیے تھے، مگر ایسا نہیں ہے۔ علاوہ ازیں قرآن مجید کی کس آیت یا نبی کریم کی کس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ..... ”حضرت محمد کے بعد بھی نبی آتے رہیں گے البتہ وہ صاحب شریعت یا صاحب کتاب نہیں ہوں گے۔“..... نبوت کا مسئلہ تو دین و ایمان کے بنیادی عقیدے کا مسئلہ ہے، اگر حضرت محمد کے بعد بھی نبی آتے رہیں گے تو ان پر ایمان نہ لانے والا یقیناً کافر ہونا چاہیے اور اگر آپ کے بعد نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے تو پھر اس دروازے کو کھولنے والا یقیناً واجب القتل قرار پانا چاہیے۔..... جب نبوت کا مسئلہ اتنا حساس اور بنیادی ہے تو پھر اس بارے قرآن یا حدیث میں کیوں نہ واضح طور پر بتا دیا گیا کہ محمد کے بعد بھی نبی آتے رہیں گے.....!!

اس کے برعکس قرآن مجید میں صاف طور آپ کے بارے خاتم الرسل کی بجائے خاتم النبیین کہہ کر اس غلط فہمی کا ہمیشہ کے لیے ازالہ کر دیا گیا ہے اور واضح کر دیا گیا کہ محمد ہی آخری نبی ہیں، لہذا آپ کے بعد کوئی نیا نبی بنا کر نہیں بھیجا جائے گا۔ اسی طرح احادیث میں بھی آپ نے لفظ نبی بول کر واضح فرما دیا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا بلکہ بعض احادیث میں تو آپ نے یہاں تک کہہ دیا کہ میرے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا جھوٹا ہوگا۔ آئندہ سطور میں اس بارے بخاری و مسلم کی چند مستند احادیث ملاحظہ ہوں:

(۱)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسے ہے جیسے ایک آدمی محل تیار کرتا ہے اور اسے ہر لحاظ سے خوبصورت بناتا ہے مگر کسی طرف سے اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دیتا ہے۔ دیکھنے والے اسے گھوم پھر کر دیکھتے ہیں اور اس کی خوبصورتی کی تعریف کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ ایک اینٹ کی جگہ کیوں خالی چھوڑ دی ہے؟ [اگر تم یہ اینٹ بھی لگا دو تو یہ عمارت پوری ہو جائے گی! (صحیح مسلم)] پھر نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ اینٹ میں ہوں، اور میں نے نبیوں کا سلسلہ مکمل کر دیا ہے۔“ (۱)

ایک اور حدیث میں ہے کہ ”میں ہی وہ (آخری) اینٹ ہوں اور میں ہی آخری نبی ہوں۔“ (۲)

اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے اپنے آخری نبی ہونے کا مسئلہ نہایت عام فہم مثال کے ذریعے سمجھا

(۱) [صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب خاتم النبیین (ح-۳۵۳) صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب

(۲) [صحیح مسلم ایضاً]

ذکر کو نہ ﷺ خاتم النبیین (ح-۲۲۸۶)]

دیا ہے۔ یعنی آپؐ نے نبوت کو ایک ایسے محل، مکان سے تشبیہ دی جو ہر لحاظ سے مکمل ہو چکا ہے مگر جان بوجھ کر اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی گئی۔ اس ایک اینٹ کے بعد مزید کسی اینٹ کی جگہ اس میں باقی نہیں۔ پھر آپؐ نے نبوت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ نبوت و رسالت کا محل بھی مکمل ہو چکا ہے، جو نبی اور رسولؐ آنے تھے آپؐ کے، البتہ ایک نبی کی جگہ باقی تھی اور وہ ایک نبی میں ہوں۔ میرے آنے کے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا اب کسی کو نبی نہ بنایا جائے گا۔

جہاں تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تعلق ہے تو ان کے بارے میں یہ یاد رہنا چاہیے کہ وہ نئے نبی کی حیثیت سے نہیں آئیں گے، بلکہ وہ تو اللہ کے رسول سے پہلے ہی نبی کی حیثیت سے مبعوث ہو چکے ہیں البتہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص حکمت کے تحت زندہ آسمان پر اٹھالیا تھا اور قیامت سے پہلے انہیں حضرت محمدؐ کے امتی کی حیثیت سے نازل فرمائیں گے۔ وہ کب آئیں گے، ان کی علامات کیا ہوں گی، اس دور کے حالات کیا ہوں گے، یہ اور اس نوعیت کی مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو ہماری کتاب ”قیامت کی نشانیوں“

(۲)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”مجھے دوسرے پیغمبروں پر چھ خاص چیزوں کے ساتھ فضیلت دی گئی ہے۔ (۱) مجھے جامع کلمات عطا ہوئے ہیں۔ (۲) مجھے رعب کے ذریعہ نصرت عطا ہوئی ہے۔ (۳) میرے لیے غنیمت کی چیزیں حلال قرار دی گئی ہیں۔ (۴) میرے لیے ساری زمین مسجد اور پاک کر دینے والی بنا دی گئی ہے۔ (۵) مجھے تمام مخلوق کی جانب (رسول بنا کر) بھیجا گیا ہے۔ (۶) وَخْتَمَ بِسَيِّئِ النَّبِيِّوْنَ، نبیوں کا سلسلہ مجھ پر ختم کر دیا گیا ہے۔“ [یعنی آخری نبی بنا کر بھیجا گیا ہے، لہذا اب کوئی نیا نبی نہیں آئے گا] (۱)

(۳)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”بنی اسرائیل کی قیادت انبیاء کیا کرتے تھے۔ جب کوئی نبی فوت ہو جاتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین بنتا۔ [وَإِنَّهُ لَأَنبِيٌّ بَعْدِي] مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا بلکہ خلفاء ہوں گے۔“ (۲)

(۴)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((إِنِّي أَخْرَجْتُ الْأَنْبِيَاءَ)) ”بے شک میں آخری نبی ہوں۔“ (۳)

(۱) [صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب المساجد و مواضع الصلاة (ح- ۵۲۳)]

(۲) [صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل (ح- ۳۴۵۵)]

(۳) [صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل الصلاة بمسجدی مکة والمدینة (ح- ۱۳۹۴)]

(۵)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ تمس کے قریب و جال اور جھوٹے نہ ظاہر ہو جائیں جن میں سے ہر ایک ”اللہ کا رسول“ ہونے کا دعویٰ کرے گا۔“ (۱)

(۶)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے دونوں ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن ہیں جنہیں دیکھ کر مجھے بڑی پریشانی لاحق ہوئی تو خواب ہی میں مجھے کہا گیا کہ ان میں پھونک ماریں۔ میں نے ان میں پھونکا تو وہ غائب ہو گئے۔ میں اس خواب کی یہ تعبیر کرتا ہوں کہ میرے بعد دو جھوٹے ظاہر ہوں گے ایک تو مُسَيِّلَمَہ کذاب ہے اور دوسرا صاحب یمامہ [یعنی اَسْوَدُ عَنَسِي] ہے۔“ (۲)

نبی کریم کے دور میں مُسَيِّلَمَہ اور اَسْوَدُ عَنَسِي نامی دو بندوں نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اَسْوَدُ تَوْبِي کریم کی زندگی ہی میں صحابہؓ کے ہاتھوں مارا گیا جبکہ مُسَيِّلَمَہ کذاب کو عہد صدیقی میں جنگ یمامہ میں صحابہ کرام نے قتل کیا۔ مسیلمہ کذاب نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو اس بنیاد پر نہیں کہ محمدؐ معاذ اللہ جھوٹا اور یہ خود سچا ہے بلکہ اس بنیاد پر کہ جس طرح محمدؐ سچا نبی ہے اسی طرح میں بھی سچا نبی ہوں۔ چنانچہ اس نے نبوت کے دعویٰ کے بعد جو خط آنحضرتؐ کے پاس بھیجا، اس پر یہ تحریر تھا:

”من مسيلمه رسول الله الى محمدر رسول الله سلام عليك فاني اشركت في الامر معك“
 ”اللہ کے رسول مسیلمہ کی طرف سے اللہ کے رسول محمد کی طرف۔ آپ پر سلام ہو، سنیے مجھے بھی آپ کے ساتھ آپ کے معاملات میں شریک کر لیا گیا ہے۔“ (۳)

اسی طرح مسیلمہ پر ایمان لانے والوں میں جہاں وہ لوگ شامل تھے جو اسے یقینی طور پر جھوٹا سمجھتے مگر قبائلی عصبیت کے پیش نظر اس کے ساتھ ہوئے، وہاں وہ بھی شامل تھے جو واقعی اسے اللہ کا رسول سمجھتے تھے۔ چنانچہ صحابہ کرام نے مسیلمہ اور اس کے حواریوں کو خارج از ملت اسلام سمجھتے ہوئے ان کے ساتھ جنگ لڑی، جس میں مسیلمہ اپنے بہت سے ساتھیوں سمیت مارا گیا اور جو باقی بچے انہیں لوٹڈی غلام بنا لیا گیا۔ نہ تو اس جنگ پر کسی صحابی نے اعتراض کیا اور نہ ہی اس کے ماننے والوں کو قیدی بنانے پر۔ صحابہ کے اس اجماعی فیصلے سے معلوم ہوا کہ محمدؐ کے بعد دعوائے نبوت کرنے والا اور اس مدعی پر ایمان لانے والا مرتد و کافر ہے۔

(۱) [صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام (ج ۳، ص ۱۰۹) صحیح مسلم (ج ۱، ص ۱۰۷)]

(۲) [صحیح بخاری، ایضاً (ج ۳، ص ۲۶۲۱-۲۶۷۴) مسلم (ج ۲، ص ۲۷۴)] (۳) [تاریخ طبری (ج ۲، ص ۳۹۹)]

[4]..... نبی کریم ﷺ معصوم اور بے گناہ ہیں

کتاب کے مقدمہ میں ہم یہ بات بتا چکے ہیں کہ تمام انبیاء و رسل معاشرہ کے پاکیزہ، صالح، معزز اور معصوم افراد ہوتے ہیں اور ان کے معصوم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو نبوت و رسالت سے پہلے ان سے کوئی ایسا عمل سرزد ہوا جو مقام نبوت کے منافی ہو اور نہ ہی نبوت ملنے کے بعد انہوں نے کسی ایسے فعل کا ارتکاب کیا جو ان کی نبوت کو مشکوک ٹھہرا سکتا تھا بلکہ انبیاء و رسل شروع ہی سے اللہ کی خصوصی پناہ میں رہے اور مرتے دم تک اللہ تعالیٰ ان کی خصوصی حفاظت فرماتے رہے تاکہ وہ نبوت و رسالت کی اس عظیم ذمہ داری کو بحسن و خوبی پورا کریں جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کا انتخاب فرمایا ہے۔

یہی بات ہمارے نبی ﷺ پر بھی صادق آتی ہے، اس لیے آپ ﷺ کے بارے ہمارا یہ ایمان ہونا چاہیے کہ آپ مَعْصُومٌ عَنِ الْخَطَا تھے، یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر طرح کے گناہ اور جرم سے محفوظ رکھا۔ حضور نبی کریم ﷺ کو چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی اور تیسٹھ سال کی عمر یا کر آپ اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ گویا اپنی زندگی کا بڑا حصہ آپ ﷺ نے مشرکین مکہ کے دوران بسر کیا اور جب آپ نبی بنے تو آپ ﷺ نے اپنی زندگی کے اس بڑے حصے کے بارے میں کفار مکہ کو چیلنج کیا کہ بتاؤ! تمہیں میرے اخلاق و کردار پر کوئی اعتراض ہے؟ میں نے عمر کا جو حصہ تم میں گزارا، اس میں کوئی برا کام کیا ہو تو لاؤ ثابت کرو۔ کوئی غیر اخلاقی حرکت کی ہو تو اس کی نشاندہی کرو۔ کوئی جرم کیا ہو تو اسے پیش کرو۔ کسی کا حق مارا ہو، ظلم کیا ہو، جھوٹ بولا ہو، خیانت کی ہو..... تو آؤ بات کرو، مگر کفار مکہ کے پاس اس چیلنج کا کوئی جواب نہ تھا۔ قرآن مجید میں اس چیلنج کی طرف اس طرح اشارہ کیا گیا ہے:

﴿ قُلْ لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُمْ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَأْتُكُمْ بِهِ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴾

”(اے نبی!) آپ کہہ دیجیے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو میں تم کو یہ (قرآن) پڑھ کر نہ سنانا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ تم کو اس کی اطلاع دیتا کیونکہ اس سے پہلے عمر کا ایک بڑا حصہ میں نے تم میں گزارا ہے۔ پھر کیا تم عقلمند نہیں رکھتے!“ [سورۃ یونس: ۱۶]

یعنی جب میں نے تم سے دنیوی معاملات میں کبھی جھوٹ نہیں بولا تو اللہ اور دین و نبوت کے معاملے

میں آخر جھوٹ کیسے بھول سکتا ہوں، چنانچہ کفار مکہ بھی آپ ﷺ کو جھوٹا، خائن اور بد اخلاق نہیں کہتے تھے بلکہ وہ تو خود یہ اعتراف کرتے تھے کہ آپ ہم میں سے سب سے سچے، دیانت دار اور با اخلاق ہیں، البتہ وہ آپ پر نازل ہونے والے دین کو ماننے کے لیے تیار نہ تھے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿فَانَّهُمْ لَا يُكْفِرُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بآيَاتِ اللّٰهِ يَجْحَلُونَ﴾ [سورة الانعام: ۳۳]

”پس یہ لوگ آپ کو جھوٹا نہیں کہتے، البتہ یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔“

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ [سورة الشعراء: ۲۱۴]

”آپ اپنے قریبی رشتے داروں کو ڈراتے رہیے۔“

تو نبی اکرم ﷺ کو ہ صفا پر چڑھے اور پکارنے لگے: اے بنی فہر! اے بنی عدی! اور قریش کے دوسرے خاندان والو!..... اس آواز پر سب جمع ہو گئے۔ اگر کوئی کسی وجہ سے نہ آسکا تو اس نے اپنا نمائندہ بھیج دیا تاکہ معلوم ہو کہ کیا بات ہے۔ ابولہب اور قریش کے باقی لوگ جمع ہو گئے تو آنحضرت ﷺ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا: ”تمہارا کیا خیال ہے، اگر میں تمہیں کہوں کہ (پہاڑی کے پیچھے) وادی میں ایک لشکر ہے جو تم پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے تو کیا تم اس بات کو سچ مانو گے؟“ سب لوگوں نے بیک زبان کہا:

((مَا حَزُّنَا عَلَيْكَ إِلَّا صِلَقًا)) ”جی ہاں ہم آپ کو سچا سمجھیں گے کیونکہ ہم نے آپ کو ہمیشہ سچا پایا ہے۔“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ پھر سنو، میں تمہیں اس سخت عذاب سے ڈراتا ہوں جو میرے بالکل سامنے ہے۔ آپ کی یہ بات سن کر ابولہب (حضور کے ایک چچا) نے کہا: تجھ پر سارا دن تباہی نازل ہو، کیا تو نے ہمیں اسی کام کے لیے جمع کیا تھا۔ ابولہب کی اس بات پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ﴾ [سورة اللہب: ۲۰۱] ^(۱)

”ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ برباد ہو گیا۔ نہ اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی۔“

یعنی جب آپ دنیوی اعتبار سے لوگوں کو کچھ کہتے تو وہ بغیر شک و شبہ کے اسے تسلیم کر لیتے، مگر جب آپ نے دینی و اخروی اعتبار سے بات کہنا چاہی تو آپ کے چچا اور قریبی لوگوں ہی نے آپ کی مخالفت شروع کر دی۔ اس کے باوجود یہ حقیقت ہے کہ آپ کے دعوائے نبوت کے بعد بھی دنیوی معاملات میں کفار مکہ

(۱) [صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله: تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ (۷۷۰:۷۷۰)]

آپ کو جھوٹا نہیں کہتے تھے۔ اس سلسلہ میں درج ذیل واقعہ قابل مطالعہ ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ابوسفیان نے دورِ جاہلیت کا ایک واقعہ انہیں سنایا کہ جب وہ قریش کے ایک قافلے کے ساتھ تجارت کے لیے ملکِ شام کی طرف گیا تو ہرقل (شاہِ قسطنطنیہ) نے اسے اپنے دربار میں طلب کیا تاکہ اللہ کے رسول کے بارے میں اس سے کچھ سوال کرے (اس کی وجہ یہ تھی کہ انہی دنوں ہرقل کو نبی مکرم ﷺ کی طرف سے نامہ مبارک ملا تھا جس میں اسے اسلام کی دعوت پیش کی گئی تھی) ہرقل نے روم کے بڑے بڑے وزراء اور عیسائی علماء کو اِیْلِیَاء میں جمع کیا اور وہاں مجھے اور اپنے ترجمان کو بلوایا۔ قریش کے دیگر لوگ بھی میرے ساتھ تھے۔ ہرقل نے مجھے آگے کر دیا اور میرے قریشی ساتھیوں کو میرے پیچھے بٹھادیا اور اپنے ترجمان سے کہا کہ اس سے کہہ دو کہ میں محمد ﷺ کے بارے میں کچھ سوال کروں گا، اگر یہ غلط بیانی کرے تو تم اسے ٹوک دینا۔ ابوسفیان کہتے ہیں: اللہ کی قسم اگر مجھے یہ غیرت نہ آتی کہ یہ (قریشی) لوگ میرے جھوٹ بولنے پر فوراً مجھے جھٹلائیں گے تو میں آپ کی نسبت ضرور جھوٹ بولتا۔ اس کے بعد ہرقل نے ابوسفیان سے دس سوال کیے، جن میں سے چند سوال یہ تھے:

ہرقل: کیا اس شخص (یعنی محمد) نے اپنے دعوائے نبوت سے پہلے زندگی میں کبھی جھوٹ بولا ہے؟
ابوسفیان: نہیں۔

ہرقل: کیا اس نے کبھی عہد و پیمان توڑنے کا ارتکاب بھی کیا ہے؟

ابوسفیان: نہیں، البتہ اس سال ہمارا اس سے ایک معاہدہ صلح ہوا ہے، دیکھیے یہ اسے باقی رکھتا ہے یا نہیں۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ یہی ایک بات تھی جس کا مجھے اپنی طرف سے اضافہ کرنے کا موقع مل سکا۔ [یعنی ابوسفیان کو علم تھا کہ حضور اُن کے ساتھ کیے ہوئے اس معاہدہ صلح کی خلاف ورزی نہیں کریں گے، مگر اس کے باوجود اس نے آپ کی مخالفت میں یہ کہہ دیا کہ ”دیکھیے اس بار کا معاہدہ یہ توڑتے ہیں یا نہیں!“]

ہرقل: وہ تمہیں کس بات کا حکم دیتا ہے؟

ابوسفیان: وہ کہتا ہے کہ صرف ایک اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور اپنے باپ دادا کی شریک باتیں چھوڑ دو، نماز پڑھو، سچ بولو، پاک دامن بنو اور صلہ رحمی کرو۔

ہرقل: ان تینوں سوالات کے بعد ہرقل نے کہا: جب میں نے تم سے یہ پوچھا تھا کہ دعوائے نبوت سے پہلے کبھی اس نے جھوٹ بولا؟ تم نے جواب میں کہا نہیں۔ تو میں نے سمجھ لیا تھا کہ جو شخص لوگوں کے ساتھ

جھوٹ نہیں بولتا، وہ اللہ کے بارے میں جھوٹی بات کیسے کہہ سکتا ہے۔ اور جب میں نے تم سے یہ پوچھا کہ اس نے کبھی عہد شکنی کی، اور تم نے کہا کہ نہیں تو میں سمجھ گیا کہ نبیوں کا یہی وصف ہے کہ وہ عہد کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ اور جب میں نے تم سے پوچھا کہ وہ کس چیز کا حکم دیتا ہے؟ اور تم نے کہا کہ ایک اللہ کی عبادت کرنے، شرک سے بچنے، نماز پڑھنے، حج بولنے، پرہیزگاری اور پاکدامنی اختیار کرنے کا، تو سنو! اگر یہ باتیں، جو تم کہہ رہے ہو، سچ ہیں تو پھر وہ وقت دور نہیں جب وہ اس جگہ کا بھی مالک بن جائے گا، جہاں میرے یہ دونوں پاؤں ہیں۔“ [یعنی میری سلطنت بھی اس کے زیر فرمان آ جائے گی!] (۱)

یہ تو گھر کے باہر کے لوگوں کی آنحضرت ﷺ کے اعلیٰ اخلاق و کردار کے بارے چند گواہیاں تھیں، اب ایک گواہی آپ ﷺ کی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے بھی سن لیجیے:

آنحضرت ﷺ نبوت سے کچھ عرصہ پہلے غار حرا میں جا کر خلوت میں اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ اسی غار حرا میں وہ مبارک دن طلوع ہوا جب جبریل علیہ السلام وحی لے کر آپ کے پاس پہنچے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ آپ نے ایک نورانی مخلوق کو اپنے پاس آتے اور آ کر گفتگو کرتے دیکھا۔ آپ کے لیے یہ بڑا انوکھا واقعہ تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس واقعہ کی روایت میں فرماتی ہیں کہ

”آنحضرت ﷺ (پہلی وحی کی) آیتیں حضرت جبریل علیہ السلام سے سن کر اس حال میں غار حرا سے واپس تشریف لائے کہ آپ ﷺ کا دل اس انوکھے واقعہ سے کانپ رہا تھا۔ آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور فرمایا کہ مجھے کمل اوڑھا دو، مجھے کمل اوڑھا دو۔ اہل خانہ نے کمل اوڑھا دیا۔ جب آپ کی گھبراہٹ دور ہوئی تو آپ نے اپنی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو تفصیل کے ساتھ اپنا یہ (فرشتے کے آنے کا) واقعہ سنایا اور فرمانے لگے کہ مجھے اب اپنی جان کا خوف لاحق ہو گیا ہے۔ آپ کی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو حوصلہ دیا اور کہا کہ آپ کا یہ خیال صحیح نہیں۔ اللہ کی قسم! اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ آپ تو کنبہ پرور ہیں، بے کسوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، مشکل وقت میں حق بات پر ڈٹ جاتے ہیں..... اور ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔“ (۲)

بشری تقاضے:

گزشتہ بحث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ سے پوری زندگی میں کبھی کوئی ایسا عمل سرزد نہیں ہو جسے فسق

[بخاری ایضاً (باب ۲ حدیث ۳-۴۹۵۳)]

(۱) [صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی (باب ۶-ح ۷)] (۲)

و فجو ریا کفر و شرک یا معصیتِ خداوندی وغیرہ سے تعبیر کیا جاسکتا ہو، تاہم بشر ہونے کے ناطے آپ ﷺ سے بعض ایسے امور ظاہر ہوئے ہیں جنہیں بھول چوک، (سہو و نسیان) اور غفلت وغیرہ کے زمرہ میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ یقیناً یہ ایسے امور ہیں جن پر ایک عام انسان کو بھی ملامت نہیں کیا جاسکتا اور اللہ تعالیٰ چاہتے تو آنحضرت ﷺ سے ان امور کا ظہور بھی نہ ہوتا مگر یہ اللہ تعالیٰ کی خاص حکمت تھی کہ آپ سے ان امور کا اظہار کروایا اور ان کے ذریعے بھی امت کو کوئی نہ کوئی سبق (دین) دیا گیا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو امت بعض مسائل و احکام سے یقیناً محروم رہ جاتی مثلاً:

آپ ﷺ سے ایک مرتبہ نماز میں چوک ہوئی اور آپ نے چار رکعت کی بجائے دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا۔ لوگ آپ کے ادب و احترام اور ہیبت کے پیش نظر خاموش رہے حتیٰ کہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر کو بھی بات کرنے کی جرأت نہ ہوئی، چنانچہ ایک صحابی جنہیں ذوالیدین کے لقب سے پکارا جاتا تھا، انہوں نے ہمت کر کے اللہ کے رسول ﷺ سے کہا:

((أَقْصِرَتِ الصَّلَاةُ أَمْ نَسِيتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ؟))

”اے اللہ کے رسول! کیا نماز میں (اللہ کی طرف سے) تخفیف کر دی گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟“

آپ ﷺ نے صحابہ سے پوچھا: کیا ذوالیدین درست کہہ رہا ہے؟

لوگوں نے کہا: ہاں، چنانچہ آپ نے مزید دو رکعتیں پڑھا سیں اور سجدہ سہو کیا۔^(۱)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ نے ظہر کی نماز کی پانچ رکعتیں پڑھا دیں بعد میں آپ سے دریافت کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا نماز بڑھا دی گئی ہے؟ آپ نے پوچھا وہ کیسے؟ تو لوگوں نے بتایا کہ آپ ﷺ نے پانچ رکعتیں پڑھی ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے سلام پھیرنے کے باوجود سجدہ سہو کیا۔^(۲)

ان دونوں موقعوں پر آپ سے جو بھول ہوئی یا اللہ کی طرف سے بھلایا گیا، اس کے ذریعے امت کو یہ سبق دیا گیا کہ نماز میں بھول چوک کے موقع پر سجدہ سہو کیا جائے گا اور اگر کوئی رکعت رہ جائے تو سجدہ سہو سے پہلے اسے بھی پڑھا جائے گا۔

(۱) [صحیح بخاری، کتاب السہو، باب من لم يتشهد في سجدة السهو (ح ۱۲۲۸-ح ۱۲۲۹)]

(۲) [صحیح بخاری، ایضاً، باب اذا صلى خمساً (ح ۱۲۲۶)]

[5]..... نبی کریم ﷺ نے اللہ کا پیغام پوری ذمہ داری سے لوگوں تک پہنچا دیا

ہر نبی اور رسول کو اللہ کی طرف سے یہ حکم تھا کہ وہ اپنی ذمہ داری کو پورا کرتے ہوئے اللہ کی طرف سے آنے والے پیغام کو اپنی امتوں تک پہنچا دیں۔ چنانچہ تمام انبیاء نے اپنی ذمہ داری کو مکمل طور پر اکیا اور اس سلسلہ میں کسی ملامت، ڈر اور خوف کی پروا نہ کی۔ یہی بات ہمارے حضور پر بھی صادق آتی ہے، لہذا آپ ﷺ پر ایمان لانے میں یہ بات بھی شامل ہے کہ آپ پر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے جو پیغام نازل کیا، اسے آپ نے من و عن امت تک پہنچا دیا اور اس سلسلہ میں آپ نے کوئی سستی یا غفلت نہیں دکھائی، کیونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم تھا کہ کوئی مانے یا نہ مانے، آپ کا کام یہ ہے کہ آپ اللہ کی طرف سے آنے والے دین کو لوگوں تک پہنچا دیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنْ أَعْرَضُوا فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا إِنَّ عَلَيْكَ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ﴾ [الشورى: ۴۸]

”اگر یہ (مکرمین) منہ پھیر لیں تو ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا (بلکہ) آپ کے ذمہ تو صرف پیغام پہنچا دینا ہے۔“

ایک اور آیت میں یہی بات اس سے زیادہ تاکید کے ساتھ کہی گئی، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ بَلِّغْ مَا نَزَّلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ﴾ [سورة

المائدة: ۶۷]

”اے رسول! جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے، اسے [امت

تک] پہنچا دیجیے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ کی رسالت ادا نہیں کی۔“

اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

((مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّ مُحَمَّدًا كَتَمَ شَيْئًا مِمَّا أَنْزَلَ عَلَيْهِ فَقَدْ كَذَّبَ وَاللَّهِ يَقُولُ : يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ بَلِّغْ

مَا نَزَّلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ﴾ [سورة المائدة: ۶۷]

”جس شخص نے تمہیں یہ کہا کہ محمد ﷺ نے اللہ کی طرف سے نازل ہونے والے دین میں سے کوئی چیز

چھپالی تھی تو اس نے جھوٹ بولا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا: اے رسول! جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے، اسے [امت تک] پہنچا دیجیے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ کی رسالت ادا نہیں کی۔“ (۱)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا:

((مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّ النَّبِيَّ سَكَمَ شَيْئًا مِنَ الْوَحْيِ فَلَا تُصَلِّهُ))

”جس شخص نے تمہیں یہ کہا کہ محمد ﷺ نے اللہ کی طرف سے نازل ہونے والے دین [وحی] میں سے کوئی چیز چھپالی تھی تو اس کی تصدیق نہ کرو۔“ (۲)

اللہ کے رسول کے بارے میں یہ اس خاتون کی گواہی ہے جسے نہ صرف یہ کہ حضورؐ کا شرف زوجیت نصیب ہوا بلکہ ان کی صداقت و پاکدامنی پر قرآن مجید کی سورہ نور کی بعض آیات بھی نازل ہوئیں۔ اسی طرح حجۃ الوداع کے موقع پر یہی گواہی ہزاروں کی تعداد میں صحابہ کرامؓ نے بھی دی تھی، چنانچہ حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ [حجۃ الوداع کے موقع پر صحابہؓ سے خطاب کرتے ہوئے] اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((وَقَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَالًا تَصَلُّوْا بَعْدَهُ اِنْ اِعْتَصَمْتُمْ بِهِ كِتَابَ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تُسْأَلُوْنَ عَنِّيْ فَمَا اَنْتُمْ قَائِلُوْنَ؟ قَالُوْا: نَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ وَاَكْبَرْتَ وَنَصَحْتَ فَقَالَ بِاِضْبَعِهِ السَّبَابَةَ تَرْفَعُهَا اِلَى السَّمَاءِ وَيُنْكِبُهَا اِلَى النَّاسِ، اَللّٰهُمَّ اَشْهَدُ اَنَّكَ اَشْهَدُ اَنَّكَ اَشْهَدُ اَنَّكَ اَشْهَدُ اَنَّكَ))

”میں تمہارے اندر ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم اسے مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے اور وہ ہے اللہ کی کتاب (قرآن مجید)۔ لوگو! تم سے میرے بارے میں سوال ہوگا، بتاؤ تم کیا جواب دو گے؟۔ لوگوں نے بیک زبان کہا کہ ”ہم گواہی دیں گے کہ بے شک آپ نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے، اس [ذمہ داری] کا حق ادا کر دیا ہے اور آپ نے پوری خیر خواہی سے کام لیا ہے۔“

یہ جواب سن کر آپؐ اپنی انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھاتے اور کبھی اسے ان لوگوں کی طرف جھکاتے اور اس حالت میں آپؐ نے تین بار فرمایا: یا اللہ! گواہ ہو جا۔“ (۳)

(۱) [صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب تفسیر قولہ تعالیٰ: یا ایہا الرسول بلغ..... (ح-۶۶۱۲)]

(۲) [صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: یا ایہا الرسول بلغ..... (ح-۷۵۳۱)]

(۳) [صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی (ح-۱۲۱۸)]

اللہ کے رسول ﷺ کے پیغام رسالت کا فریضہ کماحقہ انجام دینے کے بارے میں یہ ان ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگوں کی گواہی تھی جنہیں روئے زمین پر جنت کا سرٹیفیکیٹ ملا ہے.....!

حضرت سلمان فارسیؓ سے کسی [غیر مسلم] نے طنزیہ انداز میں کہا: ”کیا تمہارا نبی تمہیں ہر چیز سکھاتا ہے حتیٰ کہ پاخانے وغیرہ کا طریقہ بھی بتاتا ہے؟“ تو حضرت سلمانؓ نے [فخر سے] کہا:

”ہاں، ہمارا نبی ہمیں ہر چیز سکھاتا ہے اور قضاے حاجت کے سلسلہ میں آپؐ نے ہمیں یہ ادب سکھایا ہے کہ ہم پیشاپ یا پاخانے کے وقت بیت اللہ کی طرف منہ یا پیٹھ کر کے نہ بیٹھیں اور [مٹی سے استنجا کرتے وقت] تین سے کم ڈھیلے استعمال نہ کریں اور استنجا کے لیے لید [گوبر] یا ہڈی استعمال نہ کریں۔“^(۱)

معلوم ہوا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کی طرف سے آنے والے پیغام اور ربانی ہدایت کو بلا کم و کاست امت تک پہنچا دیا حتیٰ کہ قضاے حاجت سے تعلق رکھنے والی ہدایات کو بھی آپؐ نے نظر انداز نہ کیا۔ اور آپؐ نے امت کو جو تعلیم دی، اس میں کہیں کوئی ایہام نہ چھوڑا۔ آپؐ نے خود اس بات کا اس طرح اظہار فرمایا:

((قَدْتَرَكْتُكُمْ عَلَىٰ مِثْلِ الْبَيْضَاءِ لِيَلْهَأَ كُنْهَارُهَا لَا تَزِيغُ عَنْهَا بَعْدِي إِلَّا هَالِكٌ))

”میں تمہیں ایسے سفید [روشن] دین پر چھوڑ کر جا رہا ہوں جس کی راتیں بھی دن کی طرح روشن ہیں اور میرے بعد جو اس سے ہٹ گیا، سمجھو وہ ہلاک ہو گیا۔“^(۲)

کیا آپ نے حضرت علیؓ یا اہل بیت کے لیے کوئی علم مختص کیا تھا:

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کو کوئی مخفی علم دیا تھا جو انہوں نے اپنے خاندان کے چیدہ چیدہ افراد کو سکھایا اور وہ علم اسی رازداری کے ساتھ آگے سے آگے منتقل ہو رہا ہے۔

حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں۔ یہ شبہ دو وجہ سے پیدا ہوا، ایک تو یہ کہ حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ اللہ کے رسولؐ کے داماد تھے اور دوسرے لوگوں کی نسبت ان کا آپؐ کے پاس آنا جانا زیادہ ہوتا تھا، اس لیے آپؐ کے بارے میں بعض لوگوں کو شک ہوا کہ شاید آپؐ کو اللہ کے رسولؐ نے کوئی ایسا علم بھی دیا ہو جو اور لوگوں کو نہیں دیا۔ بعض لوگوں نے تو یہاں تک دعویٰ کر ڈالا کہ آپؐ کو واقعتاً کوئی علم دیا گیا تھا اور پھر اس کی تشخیص کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ وہ جغرافیہ کا علم تھا جس سے قسمت معلوم کی جاتی ہے۔ یہ خلاف حقیقت دعویٰ ہے، ہم نے جادو، جنات

(۱) [صحیح مسلم: کتاب الطہارۃ، باب الاستطابہ (ح ۲۶۲)]

(۲) [احمد (ج ۴ ص ۱۲۶) ابن ماجہ، المقدمہ، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين (ح ۴۳) حاکم (ج ۱ ص ۹۶)]

اور غیبی علوم کے موضوع پر لکھی گئی اپنی ایک کتاب[☆] میں اس دعوے کی قلعی کھول دی ہے اور علم جفر و اعداد کی حقیقت کو بھی واضح کیا ہے۔

اس شبہ کی دوسری وجہ ان یہودی نژاد اسلام دشمنوں کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے غلط پروپیگنڈہ تھا جو اسلام دشمنی میں بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھے مسلمانوں کی صفوں میں گھس آئے تھے۔ ان کے پروپیگنڈہ سے بہت سے لوگ متاثر ہوئے، چنانچہ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کے دورِ خلافت میں بعض لوگوں نے اس شبہ کا اظہار کیا جبکہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے اس شبہ کی صاف تردید کی۔ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو طفیل عامر بن وائلہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی آیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا:

((مَا كَانَ النَّبِيُّ يُسِرُّ إِلَيْكَ ؟))

”ہمیں بھی بتائیے کہ وہ کیا چیز ہے جسے اللہ کے رسول ﷺ نے خاص آپ ہی کو نوازا ہے؟“
حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کی یہ بات سن کر غضبناک ہو گئے اور کہنے لگے:

((مَا كَانَ النَّبِيُّ يُسِرُّ إِلَيَّ شَيْئًا يَكْتُمُهُ النَّاسَ غَيْرَ أَنَّهُ قَدْ حَدَّثَنِي بِكَلِمَاتٍ أُرْبَعٍ))

”اللہ کے رسول ﷺ نے لوگوں سے چھپا کر کوئی اضافی بات مجھے کبھی نہیں بتائی۔ البتہ چار باتیں ایسی ہیں جو اللہ کے رسول نے مجھے بتائی ہیں۔ اس آدمی نے کہا: امیر المؤمنین! وہ کون سی چار باتیں ہیں؟
تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے مجھ سے یہ بیان فرمایا کہ
۱۔ اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جس نے اپنے ماں باپ کو لعنتی (اور برا بھلا) کہا۔

۲۔ اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جس نے غیر اللہ کے لیے جانور ذبح کیا۔

۳۔ اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جس نے کسی بدعتی کو جگہ دی۔

۴۔ اس پر بھی اللہ کی لعنت ہو جس نے (اپنی زمین بڑھانے کے لیے) زمین کی حدوں کو تبدیل کیا۔“ (۱)

(۱) [صحیح مسلم، کتاب الاضاحی، باب تحريم الذبح لغير الله تعالى، وعن فاعله (ح- ۱۹۷۸)]

☆..... [ہماری یہ کتاب پہلے عاملوں، جادو گروں اور جنات کا ہوشمار نم کے نام سے شائع ہوئی تھی مگر اس کی افادیت کے پیش نظر اب ہم نے اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے: ایک حصے کا نام ہے: انسان اور جادو جنات، جبکہ دوسرے حصے کا نام ہے: انسان اور کالمی پہلے علوم۔ زیر نظر تفصیل اب اس دوسرے حصے میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ مولف]

یہ صحیح مسلم کی حدیث ہے اور اہلسنہ کے ہاں اس حدیث کی سند میں کوئی شک نہیں۔ لہذا اس حدیث کی رو سے حضرت علیؑ نے خود ہی یہ واضح کر دیا کہ مجھے اللہ کے رسول نے کوئی اضافی یا مخصوص علم نہیں دیا کہ جس سے دوسرے لوگوں کو آپؐ نے محروم رکھا ہو۔ پھر حضرت علیؑ کے ذہن میں بات آئی کہ اللہ کے رسول کی ایک حدیث ایسی ہے جسے آپؐ نے مجھ سے بیان کیا اور شاید وہ حدیث کسی اور سے آپؐ نے بیان نہ فرمائی ہو، چنانچہ یہ خیال آتے ہی حضرت علیؑ نے وہ حدیث بھی آگے سنادی تاکہ اس غلط فہمی کا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ازالہ کر دیا جائے۔ لیکن افسوس کہ آج بھی بعض لوگ اسی غلط فہمی کا شکار ہیں.....!

اس بحث سے معلوم ہوا کہ اللہ کے رسول ﷺ کو اللہ کی طرف سے جو دین دیا گیا، آپؐ نے بلا کم و کاست وہ دین امت کو پہنچا دیا اور اس دین کا کوئی حصہ کسی خاص فرد، قبیلے یا اپنے خاندان کے لیے مختص نہیں کیا۔ کیونکہ یہ دین ساری امت کے لیے تھا، اس لیے ضروری تھا کہ اسے اس انداز سے امت تک پہنچا دیا جائے کہ کل کلاں امت کا کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ فرد بھی اگر دین کے کسی حکم تک براہ راست رسائی پانا چاہے تو اس کے لیے اس میں کوئی رکاوٹ اور مشکل نہ ہو۔ یہ الگ بات ہے کہ قرآن و حدیث کی شکل میں دین کی پوری تصویر امت کے لیے بالکل واضح ہونے کے باوجود اس دین سے ہر کوئی اتنا ہی مستفید ہو سکتا ہے جتنا اس کا ظرف ہے، یا دوسرے لفظوں میں جتنی اسے اللہ توفیق دے.....!



[6]..... نبی کریم ﷺ کی طرف سے جو دین لائے، اس پر ایمان

آپ ﷺ پر ایمان لانے میں یہ بات بھی شامل ہے کہ آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین پر بھی ایمان لایا جائے کیونکہ آپ ﷺ پر ایمان لانے کا اصل مقصود ہی یہ ہے کہ آپ کی لائی ہوئی شریعت کو دل و جان سے تسلیم کیا جائے اور آپ ﷺ کی بتائی ہوئے تعلیمات پر عمل کیا جائے کیونکہ اب تا قیامت یہی حق ہے اور یہی معیار نجات بھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأْمَنُوا بِمَا نَزَّلَ عَلَيَّ مُتَحَدِّثِينَ لَهُمُ السَّمْعُ وَأُولُو الْأَبْصَارِ﴾ [سورة محمد: ۲۱]

”اور جو لوگ اس چیز پر ایمان لائے جو محمدؐ پر نازل کی گئی ہے، اور دراصل ان کے رب کی طرف سے سچا دین بھی وہی ہے [جو محمدؐ پر نازل کیا گیا]۔“

آپ ﷺ کو اللہ کی طرف سے ایک تو قرآن مجید دیا گیا اور دوسری یہ اتھارٹی دی گئی کہ اس قرآن کی تشریح و تفصیل یا دین کے کسی بھی مسئلہ کی توضیح و تبیین کے سلسلہ میں آپ اپنے قول یا عمل سے جو کچھ فرما دیں، وہ بھی امت کے لیے دین کا حصہ بن جائے۔ اس کی ایک دلیل تو قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

﴿وَمَا يَنْطَلِقُ عَنِ النَّهْوىٰ إِنَّ هُوَ إِلَّا وَّحْيٌ مُّوْحَىٰ﴾ [سورة النجم: ۴، ۳]

”اور وہ [نبی] اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کہتے، وہ تو صرف وحی ہے جو [ان پر] اتاری جاتی ہے۔“
یعنی دین کے معاملے میں حضور ﷺ اپنی ذاتی رائے سے نہ کچھ فرماتے ہیں اور نہ کچھ کرتے ہیں بلکہ آپ وہی کچھ کرتے اور وہی کچھ فرماتے ہیں جس کا حکم یا اجازت اللہ کی طرف سے آپ کو حاصل ہو۔

اسی طرح ایک دلیل صحیح مسلم کی وہ مستند حدیث ہے جس میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا حُدِّثْتُكُمْ عَنِ اللَّهِ شَيْئًا فَخَلُّوا بِهِ فَإِنِّي لَنْ أَكْذِبَ عَلَى اللَّهِ))

”جب میں تمہیں اللہ کی طرف سے (یعنی دین سے) کوئی چیز دوں، تو اسے پکڑ لو، کیونکہ میں ہرگز یہ جرات نہیں کر سکتا کہ اللہ کی طرف کوئی جھوٹ منسوب کروں۔“ (۱)

اسی طرح ایک دلیل حضرت مقدم رضی اللہ عنہ سے مروی یہ صحیح حدیث ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

(۱) [صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب وجوب امتثال ما قاله شرعاً] (ح- ۲۳۶۱)

((اَلَا اِنِّيْ اُوتِيْتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ))

”آگاہ رہو! مجھے قرآن دیا گیا اور اس کے ساتھ اس جیسی ایک چیز اور بھی (یعنی حدیث)۔“^(۱)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ میں اللہ کے رسول کی احادیث یاد کرنے کے لیے آپ سے جو بات سنتا، اسے لکھ لیتا۔ قریش کے بعض لوگوں نے مجھے اس بات سے منع کیا کہ اللہ کے رسول بھی ایک بشر ہیں، کبھی آپ غصے میں گفتگو کرتے ہیں اور کبھی خوشی میں (لہذا تم آنحضرت ﷺ کی ہر بات لکھا نہ کرو) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے احادیث لکھنا چھوڑ دیں اور پھر آنحضرت سے قریش کی اس بات کا تذکرہ بھی کیا تو آپ ﷺ نے اپنے منہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

((اُكْتُبْ فَوَ الَّذِي نَفْسِيْ بِيَدِهِ مَا يَخْرُجُ مِنْهُ الْاَلْحَقُّ))

”تم احادیث لکھا کرو، اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اس منہ سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔“^(۲)

آپ ﷺ نے یہ بات اس لیے فرمائی کہ آپ نبی تھے اور دین کے معاملے میں آپ ﷺ کا ہر قول و فعل وحی الہی کی روشنی میں انجام پاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ نبی و رسول کے علاوہ کوئی اور شخص ہرگز یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس کی زبان سے حق کے علاوہ کچھ نہیں نکلتا.....!

ایک حدیث میں تو آپ نے واضح طور پر فرمایا: ”میں تمہارے اندر دو ایسی چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم ان پر عمل کرو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے؛ ایک اللہ کی کتاب ہے اور دوسری میری سنت ہے۔“^(۳)

مذکورہ بالا دلائل سے معلوم ہوا کہ جس طرح قرآن مجید دین کا ایک ماخذ ہے اسی طرح حدیث بھی دین کا ایک ماخذ ہے اور ایک مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ دین کے کسی ماخذ ہی کا انکار کر دے۔ منکرین حدیث کی گمراہی کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ انہوں نے نبی کریم کی حدیث کو وحی تسلیم کرنے اور اسے دین میں ایک ماخذ و حجت تسلیم کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ بعض لوگ حدیث کو بطور تائید و استتہاد پیش تو کرتے ہیں مگر اسے وحی تسلیم نہیں کرتے، حالانکہ نتیجے کے اعتبار سے یہ رویہ بھی انکار حدیث ہی کی ایک نئی شکل ہے۔

(۱) [سنن ابو داؤد، کتاب السنۃ، باب لزوم السنۃ (ح- ۴۵۹۳) مسند احمد (ج ۴ ص ۱۳۰)]

(۲) [سنن ابو داؤد، کتاب العلم، باب کتاب العلم (ح- ۶۳۴۳) احمد (ج ۲ ص ۱۶۲، ۱۹۲) حاکم (ج ۱ ص ۱۰۴)]

(۳) [صحيح الجامع الصغير - للالباني (ح- ۲۹۳)] [سلسلة الاحاديث الصحيحة للالباني (۱۵۳۲)]

[7]..... نبی کریم ﷺ کے معجزات اور علامات نبوت

معجزہ کیا ہے؟

نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے میں یہ بات بھی شامل ہے کہ آپ ﷺ کے ہاتھوں ظاہر ہونے والے معجزات پر بھی ایمان لایا جائے۔ معجزہ دراصل کسی ایسے خرقی عادت معاملے کو کہا جاتا ہے جو کسی نبی سے ظاہر ہو اور دوسرے لوگ اس جیسا معاملہ پیش کرنے سے عاجز آجائیں مثلاً نبی اکرم کا ایک معجزہ یہ تھا کہ آپ نے اللہ کے حکم سے چاند کی طرف انگلی سے اشارہ کیا اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ کوئی اور انسان اپنی انگلی کے اشارے سے اس طرح چاند کے دو ٹکڑے نہیں کر سکتا۔ حضرت ابراہیم کو ان کے دور کے کافروں نے بھڑکتی آگ میں پھینک دیا مگر وہ آگ اللہ کے حکم سے ٹھنڈی ہو گئی اور آپ اس آگ سے محفوظ رہے۔ کسی اور انسان کو آگ میں ڈالا جائے تو وہ اس طرح محفوظ نہیں رہتا۔ حضرت صالح کے لیے اللہ کے حکم سے ایک پہاڑ سے صحیح سالم اونٹنی نکل آئی۔ کسی اور انسان کے کہنے پر اس طرح پہاڑ سے کبھی اونٹنی نہیں نکلتی۔ گویا دوسرے لوگوں کے عاجز آجانے ہی کی وجہ سے ایسے واقعات کو معجزات کہا جاتا ہے، تاہم قرآن و حدیث میں ایسے واقعات کے لیے آیۃ، آیات، بینۃ، مبصرۃ اور برہان وغیرہ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، مگر لوگوں میں لفظ معجزہ ہی زیادہ مشہور ہو گیا ہے۔

معجزہ، کرامت اور شعبہ:

معجزہ ہی سے ملتا جلتا اگر کوئی خرقی [خلاف] عادت واقعہ اللہ کے نبیوں کے علاوہ کسی نیک اور متقی [دلی] بندے کے ساتھ پیش آجائے تو اسے کرامت کہا جاتا ہے۔ نیکی اور تقویٰ کے لحاظ سے انبیاء کے بعد بالاتفاق صحابہ کرام کا درجہ ہے جنہیں اخلاص و تقویٰ کی وجہ سے دنیا ہی میں جنت کی بشارت بھی دی گئی۔ بخاری و مسلم اور دیگر صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان صحابہ میں سے بعض کے ساتھ چند خرقی عادت واقعات بھی پیش آئے۔ ان سب واقعات [کرامات] کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان میں سے کوئی بڑے سے بڑا واقعہ بھی ایسا نہیں جو کسی نبی کے نمایاں معجزہ سے مقابلہ کر سکے۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ معجزہ اور کرامت میں مجموعی طور پر تھوڑی بہت مماثلت تو ہوتی ہے مگر کلی مطابقت نہیں ہوتی۔ اس سے ان

لوگوں کی غلط فہمیوں کا بھی ہمیشہ کے لیے ازالہ ہو جاتا ہے جو پیروں، مرشدوں اور بزرگوں کی طرف منسوب ایسی ایسی بے سند کرامتیں سناتے ہیں جو صحابہ تو کجا انبیاء و رسل کے ساتھ بھی ظاہر نہ ہوئی تھیں۔

معجزات و کرامات سے ملنے جلتے بعض واقعات فاسق و فاجر لوگوں کے ہاتھوں بھی ظاہر ہوتے ہیں۔ انہیں شعبدہ بازی کہا جاتا ہے۔ عام طور پر ان کا ظہور جنات و شیاطین اور جادوئی عملیات کا مرہون منت ہوتا ہے۔ ہاتھ کی صفائی، بھی اس میں کام دکھاتی ہے۔ پڑھے لکھے لوگ اس سلسلہ میں علم نفسیات، مسمریزم اور ہپناٹزم وغیرہ سے بھی مدد لیتے ہیں۔ [اس موضوع کی تفصیل کے لیے ہماری کتاب: انسان اور کالمیہ پہلے علوم کا مطالعہ مفید رہے گا۔]

معجزہ اور کرامت کا اختیار اللہ کے پاس ہوتا ہے:

معجزات کے سلسلہ میں یہ بات یاد رہے کہ معجزہ خالص اللہ کے حکم اور مرضی سے ظاہر ہوتا تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ انبیاء و رسل جب چاہتے اپنی مرضی سے کوئی معجزانہ کام دکھا دیتے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات کفار نے نبیوں سے کسی معجزہ کا مطالبہ کیا مگر اللہ کی مرضی نہ تھی اس لیے معجزہ ظاہر نہ ہوا۔ اس سے ان لوگوں کا بھی رد ہو جاتا ہے جو اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ اولیاء جب چاہیں کرامتیں دکھا سکتے ہیں۔ جب انبیاء کے لیے یہ ممکن نہ تھا تو اولیاء کے لیے یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟!

معجزات کے ظہور کا مقصد و ضرورت؟

معجزات کے سلسلہ میں بعض اوقات یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ ان کا مقصد کیا ہوتا تھا؟ انبیاء و رسل کے ساتھ پیش آنے والے معجزات کا ان کے پس منظر کے ساتھ مطالعہ کرنے سے ہمیں اس سوال کا جواب مل جاتا ہے، اور وہ یہ کہ معجزات کے ظہور کی درج ذیل بڑی وجوہات ہوتی تھیں:

- (۱)..... انبیاء و رسل کے دور میں ان سے متاثر ہونے والے اور غیر جانبدار رہنے والے بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اس انتظار میں رہتے ہیں کہ اگر نبی کوئی عجیب و غریب چیز پیش کرے تو پھر یقین آ جائے گا کہ یہ واقعی سچا ہے۔ ان لوگوں کی تسلی اور اطمینان کے لیے اللہ تعالیٰ بعض ایسے معاملات ظاہر فرمادیتے جو ان کے لیے نبوت کی علامت قرار پاتے، اسی لیے بعض اہل علم معجزات کو علامات نبوت بھی کہتے ہیں۔
- (۲)..... بعض ایسے سرکش ہوتے جو نبی کو جھوٹا ثابت کرنے کے لیے عجیب و غریب چیزوں کا مطالبہ کرتے۔

ان کا منہ چپ کرانے اور ان پر حجت قائم کرنے کے لیے بھی اللہ تعالیٰ بعض ایسے معاملات ظاہر فرماتے۔
 (۳)..... بعض اوقات نبی اور اس پر ایمان لانے والوں کی نصرت و تائید کے لیے بھی معجزات رونما ہوتے۔
 (۴)..... بعض اوقات ایمان والوں کے ایمان کی مزید چٹنگی کے لیے بھی اللہ تعالیٰ معجزات ظاہر فرماتے۔ اسی لیے ہم نے ”نبی اکرم پر ایمان“ کے باب میں معجزات کو شامل کیا ہے۔

کیا معجزات کے پس پردہ مخفی اسباب و علل کارفرما ہوتے ہیں؟

اس کائنات میں ہر آن جو کچھ ظاہر ہو رہا ہے اس کے پیچھے کوئی نہ کوئی وجہ اور علت ہوتی ہے۔ روشنی اور گرمی کی علت سورج ہے۔ آسمان سے بارش کے ذریعے برسنے والے پانی کی علت و سبب سمندروں اور دریاؤں کے پانی ہی کے وہ بخارات ہیں جو حرارت اور تپش سے اُپر اٹھ جاتے ہیں۔ بچے کی پیدائش کی علت و سبب وہ نطفہ ہے جو رحم مادر میں قرار پکڑتا ہے۔ اسی طرح ارض و سماء میں رونما ہونے والے جس واقعہ کی بھی آپ تحقیق کریں گے، اس کے پیچھے ایسے ہی ظاہر یا مخفی اسباب و علل کارفرما دکھائی دیں گے۔

معجزات سے متعلقہ واقعات چونکہ ان اسباب و علل پر مبنی نہیں ہوتے اس لیے مادہ پرستوں کی طرح بعض مسلم فلاسفہ بھی ان معجزات کے سلسلہ میں عجیب و غریب غلط فہمیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ بعض کو تو اس وقت تک تسلی نہیں ہوتی جب تک کہ وہ ان معجزات کی کوئی ایسی توجیہ نہ کر لیں جو انہیں اسباب و علل کے ساتھ مربوط بناتی ہو اور بعض اس مغز ماری میں پڑے بغیر صاف طور پر ان معجزات کا سرے سے انکار ہی کر دیتے ہیں.....!

معجزات کے سلسلہ میں یہاں ہم صرف یہی کہیں گے کہ جس مالک الملک نے اس ساری کائنات کو پیدا کیا اور اسے اسباب و علل کے ساتھ مربوط کیا، وہ چاہتا تو اسباب و علل کے بغیر بھی اس کائنات کا نظام چلا سکتا تھا۔ اس کی قدرت کاملہ پر یقین رکھنے والے اس بات سے ہرگز انکار نہیں کر سکتے۔ لہذا جب اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ پوری کائنات کا نظام بغیر اسباب و علل کے چل سکتا تھا تو پھر اس کائنات میں ظہور پذیر ہونے والے کسی چھوٹے سے واقعہ کے لیے آخر یہ کیوں تسلیم نہیں کیا جاسکتا کہ وہ بغیر کسی ظاہری یا مخفی سبب کے خالص اللہ کے حکم سے ظاہر ہو گیا ہے.....!؟

معجزات اور علامات نبوت سے متعلقہ صحیح احادیث:

آئندہ طور پر مختصر کے پیش نظر صرف بخاری و مسلم کی صحیح احادیث پر اکتفا کرتے ہوئے ہم نبی کریم

ﷺ کے معجزات اور علامات نبوت سے متعلقہ چند احادیث ذکر کر رہے ہیں:

(۱)..... حضرت انس رضی اللہ عنہ: [اللہ کے رسولؐ کے بچپن کا ایک واقعہ] بیان کرتے ہیں کہ

”حضرت جبریل علیہ السلام اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئے، جبکہ آپ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ جبریلؑ نے آپ کو پکڑ کر لٹایا، آپ کے دل کے قریب سے [سینہ] چاک کر کے دل نکالا پھر دل سے کچھ جما ہوا خون نکالا اور کہا: یہ آپ کے [جسم کے] اندر شیطان کا حصہ تھا۔ پھر جبریل نے آپ کے دل کو سونے کے ایک تھال میں زمزم کے پانی کے ساتھ دھویا اور پھر اس دل کو جسم میں اس کی جگہ پر رکھ [کر زمزم کو درست کر] دیا۔ آپ کے ساتھ کھیلنے والے بچے [یہ منظر دیکھ کر گھبرا گئے اور] دوڑتے ہوئے آپ کی رضاعی ماں [یعنی حلیمہ سعدیہ] کے پاس آئے اور کہنے لگے محمد ﷺ کو قتل کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ لوگ بھاگے بھاگے آپ کے پاس آئے تو دیکھا کہ [آپ صحیح و سالم تھے لیکن] آپ کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ راوی حدیث حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ”میں آپ کے سینہ مبارک میں سلائی کے نشانات کو دیکھا کرتا تھا“^(۱)

○ یہ آپ کے بچپن کا واقعہ ہے۔ نبوت کے بعد معراج کے موقع پر ایسا ہی معاملہ دوبارہ بھی پیش آیا۔ یہی معاملہ کسی اور انسان کے ساتھ پیش آتا تو یقیناً دل نکلنے کے ساتھ ہی وہ مر جاتا مگر آپ بچ گئے، اس لیے یہ بھی آپ کا ایک معجزہ اور علامت نبوت ہے۔ اس معجزہ سے یہ بھی پتہ چلا کہ یہ آپ کی مرضی اور خواہش کے بغیر ہی ظاہر ہوا تھا کیونکہ بچپن میں نہ تو آپ نے ایسی کوئی خواہش کی تھی اور نہ ہی اس وقت آپ کو یہ خبر تھی کہ آپ نبی بننے والے ہیں۔

آپ کے دل کو چیر کر جس جگہ ہوئے خون کو شیطانی حصہ کہہ کر نکالا گیا، اس سے مقصود یہ تھا کہ زندگی کے کسی بھی معاملہ میں شیطان آپ پر غالب نہ آسکے۔ اسی لیے آپ کہا کرتے تھے کہ میرے ساتھ متعین شیطان میرا تابع ہو گیا ہے اور مجھے کسی غلط بات پر آمادہ نہیں کرتا۔[☆]

(۲)..... جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”مجھے یاد ہے کہ مکہ مکرمہ میں ایک ایسا پتھر تھا جو میرے نبی بننے سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا اور بلاشبہ

(۱) [صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء برسول اللہ (ح ۱۶۲)]

☆..... [اس موضوع کی تفصیل کے لیے دیکھیے ہماری کتاب: انسان اور شیطان]

میں اب بھی اس پتھر کو پہچانتا ہوں۔“ (۱)

○ جو خدا انسان کو قوت گویائی دے سکتا ہے، وہ چاہے تو کسی بے جان کو بھی قوت گویائی بخش سکتا ہے.....! نبی اکرمؐ نے اس پتھر کے بارے لوگوں کو یہ نہیں بتایا کہ وہ کہاں اور کون سا ہے۔ شاید اس وجہ سے کہ کوئی اس پتھر کو تبرک سمجھ کر اس سے غلط عقائد نہ وابستہ کر بیٹھے۔ صحابہ کرامؓ کی بھی آپؐ نے عقیدہ توحید پر تربیت کی تھی، اس لیے انہوں نے بھی اس پتھر کے بارے دریافت کرنا ضروری نہ سمجھا۔ حتیٰ کہ حجر اسود نامی وہ پتھر جو آسمانوں سے اتر اور بیت اللہ میں قابل حیثیت جگہ پا گیا، اس پتھر کے بارے بھی صحابہ یہی عقیدہ رکھتے تھے کہ: ”نہ تو یہ نفع دے سکتا ہے اور نہ نقصان۔ اگر اللہ کے رسولؐ نے تجھے نہ جو ماہوتا تو ہم بھی تجھے ہرگز نہ چومتے۔“ [یہ بات حضرت عمرؓ نے حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت کہی تھی۔ دیکھیے: بخاری، کتاب الحج (ح ۱۶۰۵) مسلم (ح ۱۲۷۰)]

(۳)..... حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

”کفار مکہ نے نبی اکرمؐ سے مطالبہ کیا کہ [اگر آپؐ سچے ہیں تو ہمیں اپنی نبوت کی] کوئی نشانی دکھائیں۔ آپؐ نے انہیں [اپنی انگلی کے اشارے سے] چاند کے دو ٹکڑے کر دکھائے یہاں تک کہ ان کافروں نے حراء پہاڑ کو چاند کے دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔“ (۲)

(۴)..... حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

”نبی اکرمؐ کے زمانے میں چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے، ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر اور دوسرا اس سے نیچے تھا، چنانچہ آپؐ نے فرمایا: گواہ ہو جاؤ!“ [کہ میں نے تمہیں اپنی نبوت کی نشانی دکھادی] (۳)

○ اللہ کے حکم سے نبی اکرمؐ کے ہاتھوں چاند کا دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو جانا جہاں آپؐ کا معجزہ تھا، وہاں کفار کے لیے آپؐ کے سچے نبی ہونے کی نشانی بھی تھی، مگر افسوس کہ ان لوگوں نے اسے تسلیم کرنے اور آپؐ پر ایمان لے آنے کی بجائے الٹا یہ کہنا شروع کر دیا کہ

”محمدؐ نے ہم پر جادو کر دیا ہے مگر اس کا جادو ساری دنیا کے انسانوں پر نہیں چل سکتا۔“ (۴)

(۱) [صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبیؐ وتسلیم الحجر علیہ (ح ۲۲۷۶)]

(۲) [صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب انشقاق القمر (ح ۳۶۶۸) صحیح مسلم، کتاب صفة القيامة،

باب انشقاق القمر (ح ۲۸۰۲)]

(۳) [صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب وانشق القمر..... (ح ۴۸۶۴) صحیح مسلم، ایضاً (ح ۲۸۰۰)]

(۴) [مسند احمد (۱۱۶/۴) سنن ترمذی (ح ۳۲۸۹) طبری (۵۴۵/۱۱) دلائل النبوة (۲/۲۶۸)]

(۵)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

”ایک مرتبہ ابو جہل [اپنے ساتھیوں سے] کہنے لگا: کیا محمد تمہارے سامنے اپنا چہرہ مٹی پر لگاتے ہیں؟ [یعنی ہمارے بتوں کی بجائے اللہ کو سجدہ کرتے ہیں] لوگوں نے کہا، ہاں۔ ابو جہل کہنے لگا: لات اور عزی [بت] کی قسم! اگر میں نے محمد کو اس حالت میں دیکھ لیا تو میں اس کی گردن روند ڈالوں گا اور اس کا چہرہ خاک میں ملا دوں گا۔ جب رسول اللہ ﷺ نماز ادا کرنے آئے تو ابو جہل آپ کی گردن روند ڈالنے کا ارادہ لے کر آگے بڑھا مگر اچانک ابو جہل اٹھے پاؤں پیچھے لوٹ آیا اور وہ اپنے ہاتھوں کے ساتھ خود کو بچا رہا تھا۔ پوچھنے والوں نے پوچھا، کیا ہوا؟ ابو جہل نے جواب دیا، میرے اور محمد ﷺ کے درمیان ایک آگ کی خندق، ہولناک منظر اور [محافظ فرشتوں کے] پر حائل ہو گئے تھے.....!“

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ”اگر ابو جہل میرے قریب آتا تو فرشتے تیزی کے ساتھ اسے اچک لیتے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے۔“ (۱)

○ یعنی اللہ کی طرف سے آنحضرت کی معجزانہ طور پر حفاظت فرمائی گئی۔

(۶)..... حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

”ایک دفعہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک آدمی آپ کے پاس آیا اور فقر و فاقہ کی شکایت کرنے لگا۔ پھر ایک اور شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے راہزنی [چوری ڈاکہ] کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا: اے عدی! کیا تو نے حیرہ شہر دیکھا ہے؟ [پھر خود ہی آپ نے فرمایا] ”اگر تمہاری عمر دراز ہوئی تو تم ضرور دیکھو گے کہ ایک عورت حیرہ شہر سے سفر کرے گی یہاں تک کہ وہ کعبہ کا طواف کرے گی اور اسے [راستے میں] اللہ کے سوا کسی سے خوف و خطرہ نہیں ہوگا۔“ میں نے دل میں سوچا کہ طئی قبیلے کے وہ چور ڈاکو کہاں جائیں گے جنہوں نے ہر سو تہمکہ مچا رکھا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: ”اگر تمہاری زندگی دراز ہوئی تو تم دیکھو گے کہ کسریٰ کے خزانے [مسلمانوں کے ہاتھوں] فتح کر لیے جائیں گے۔“ میں نے کہا: واقعی کسریٰ کے خزانے؟ آپ نے فرمایا، ہاں کسریٰ کے خزانے۔ پھر آپ نے فرمایا: ”اگر تمہاری زندگی کچھ اور دراز ہوئی تو تم دیکھو گے کہ ایک شخص مٹی بھر کے سونا یا چاندی لے کر نکلے گا اور تلاش کرتا پھرے گا کہ کون اس کا مستحق ہے مگر اسے کوئی ایسا شخص نہیں ملے گا جو اس

(۱) [صحیح مسلم، کتاب صفة المنافقین، باب قوله: ان الانسان لبطغی..... (ح- ۲۷۹۷)]

[خیرات] کو قبول کرے اور یقیناً تم میں سے ہر شخص کی روز قیامت اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوگی، اس روز اللہ اور اس بندے کے درمیان ترجمانی کرنے والا کوئی ترجمان نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ [خود ہی بندے سے] دریافت فرمائیں گے کہ کیا میں نے تیری جانب پیغمبر نہیں بھیجا تھا جس نے تجھ تک دین کے احکام پہنچائے؟ وہ جواب دے گا: ہاں ضرور بھیجا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ پوچھیں گے، کیا میں نے تجھے مال و دولت عطا نہیں کیا تھا اور کیا تجھ پر اپنا فضل و احسان نہیں کیا تھا؟ وہ جواب دے گا: ہاں، کیا تھا۔ پھر وہ شخص اپنی دائیں جانب نظر دوڑائے گا تو اسے سوائے جہنم کے کچھ دکھائی نہیں دے گا اور بائیں جانب نظر دوڑائے گا تو ادھر بھی اسے سوائے جہنم کے کچھ نظر نہ آئے گا۔^(۱)

○ اس حدیث میں نبی اکرمؐ نے تین پیش گوئیاں فرمائی تھیں جو حرف بہ حرف پوری ہوئیں جیسا کہ اسی حدیث کے راوی حضرت عدیؓ بیان کرتے ہیں کہ

”میں نے دیکھا کہ اونٹنی پر سوار تبا عورت حیرہ شہر سے چلتی اور کعبہ کا طواف کرتی ہے اور اسے اللہ کے سوا کسی [چورڈاکو] کا کوئی ڈر نہیں ہوتا اور میں اُن لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں کو فتح کیا تھا اور اگر تمہاری زندگیاں طویل ہوئیں تو تم ابو القاسم [نبی اکرمؐ] کی تیسری پیش گوئی کو بھی پورا ہوتے ہوئے دیکھو گے کہ ایک شخص ہاتھ میں سونا چاندی بھر کر نکلے گا اور اسے لینے والا کوئی [فقیر و مفلس] نہیں ملے گا۔“ [تاریخ گواہ ہے کہ یہ پیش گوئی بھی پوری ہوئی]^(۲)

۷)..... حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

”نبی اکرمؐ کعبہ کے سائے میں اپنی چادر کا ٹکڑیہ بنائے لیٹے تھے کہ ہم نے آپؐ سے [فقر و فاقہ اور کفار کی اذیتوں کی] شکایت کرتے ہوئے کہا: آپؐ [ہمارے لیے مشرکین کے خلاف] اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعا کیوں نہیں فرماتے؟ یہ بات سن کر آپؐ اٹھ بیٹھے اور آپؐ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا: تم سے پہلے جو مسلمان ہو گزرے، ان کے ساتھ اتنا ظلم کیا گیا کہ آدمی کو زمین میں گڑھا کھود کر اس میں گاڑا جاتا اور پھر آرایا جاتا، اور اسے اس کے سر پر رکھ کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے۔ اسی طرح لوہے کی کنگھیاں ایک مسلمان کے جسم پر پھیری جاتیں جو اس کے گوشت اور ہڈیوں تک کو چھیل دیتیں لیکن یہ سخت ترین عذاب بھی اسے دین سے پھرنے نہیں دیتا تھا۔ [پھر آپؐ نے فرمایا:] اللہ کی

(۱) [صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام (ح-۳۶۶۸)] (۲) [ایضاً]

قسم! اس دین کو غلبہ حاصل ہوگا یہاں تک کہ ایک سوار شخص صنعا شہر سے حضرموت شہر تک کا سفر کرے گا اور اسے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے خوف نہیں ہوگا لیکن تم جلد بازی کرتے ہو۔“ [آپ اپنے صحابہ سے کہنا چاہتے تھے کہ تم صبر کرو، اللہ تمہاری پریشانیوں کو دور کرے گا] (۱)

○ اس حدیث میں بھی آپ نے جو پیش گوئی فرمائی تھی، وہ من و عن پوری ہوئی۔

(۸)..... حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

”رسول اللہ ﷺ ام حرام بنت ملحان [جو آپ کی رضاعی خالہ تھیں] کے ہاں تشریف لے جاتے اور یہ عبادہ بن صامتؓ کی بیوی تھیں۔ آپ ایک دن ان کے ہاں تشریف لائے، انہوں نے آپ کو کھانا کھلایا۔ اس کے بعد وہ آپ کے سر سے جوئیں دیکھنے بیٹھ گئیں جبکہ آپ کو نیند آگئی۔ پھر اچانک آپ مسکراتے ہوئے بیدار ہو گئے۔ ام حرام کہتی ہیں میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! آپ مسکرا کیوں رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”میری امت کے کچھ لوگ مجھے [خواب میں] دکھائے گئے جو اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلے ہوئے تھے، اور وہ سمندر میں اس طرح محو سفر تھے جیسے بادشاہ اپنے شاہی تخت پر براجمان ہوتے ہیں۔“ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مجھے بھی ان میں شامل کر دے۔ آپ نے ام حرام کے لیے دعا فرمائی۔ پھر آپ نے سر جھکایا اور موجو خواب ہو گئے، پھر آپ مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے۔ میں نے پوچھا: اللہ کے رسول! اب آپ کیوں مسکرا رہے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: میری امت کے کچھ لوگ [خواب میں] مجھے دکھائے گئے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کر رہے تھے جیسا کہ آپ نے پہلی مرتبہ فرمایا تھا۔ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے بھی ان میں شامل کر لے۔ آپ نے فرمایا: تم پہلے لوگوں میں شامل ہو۔“ (۲)

اس حدیث میں بھی اللہ کے رسول نے جو پیش گوئی فرمائی تھی، وہ پوری ہوئی چنانچہ آپ کے بعد آپ کے صحابہ نے جہاد کے لیے سمندری سفر بھی کیا اور ایسے ہی ایک سمندری سفر میں ام حرام نے بھی شرکت کی۔ (۳)

(۱) [صحیح بخاری، کتاب الاکراه، باب من اختار الضرب والقتل والھوان علی الکفر (ح- ۶۹۴۳-۲۸۵۲)]

(۲) [صحیح بخاری، کتاب الاستئذان، باب من زار قوما فقال عندهم (ح- ۶۲۸۲، ۶۲۸۳) صحیح مسلم، کتاب

الامارة، باب فضل الغزوی البحر (ح- ۱۹۱۲) بحوالہ مشکوٰۃ، کتاب الفضائل (ح- ۵۸۵۹) (۳) [ایضاً]

(۹)..... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

”ضَمَانَا مِیْ اَیْکِ شَخْصٍ جَسَّ کَا تَلْقَ اَزْ دِشْنُوۃ قَبِیْلَهٗ سَهٗ تَهَا اَوْرَهٗ جَادُو، جَنَاتِ اَوْرَ اَسِیْبِ وَغِیْرَهٗ اَتَارَنَهٗ کَهٗ لَیْہِ دَمِ کِیَا کَرْتَا تَهَا، جَبْ مَکْرَمَہٗ اَیَا اَوْرَ اَسْ نَهٗ مَکَّہٗ کَهٗ جَابِلْ لَوْگُوں کُو حَضْرُو کَهٗ بَارَہٗ یَہٗ کَہْتے سَنَا کَہْ مُحَمَّدٌ یَا وَنَہٗ ہُو گِیَا ہَے [نَعُوذُ بِاللّٰہِ] تَوْضَمَانَا نَهٗ کَہَا: اَگَر مِیْ اَسْ اِنْسَانِ کُو دِکھ لَوں تَوْ شَیْطَانُ اللّٰہِ اَسَہٗ مِیْرَہٗ ہَاتھُوں شَفَاعَا کَر دے۔ اِبْنِ عَبَّاسٌ بَیَانِ کَر تے ہِیْن کَہ پھَر دَہ اَپ سَہٗ مَلَا اَوْر کَہنَہٗ لَگَا کَہ مِیْ جَادُو، اَسِیْبِ اَوْر جَن وَغِیْرَهٗ اَتَارَنَهٗ کَهٗ لَیْہِ دَمِ کَر تَا ہُوں اَوْر اللّٰہِ مِیْرَہٗ ہَاتھُوں جَسَہٗ چَاہْتَا ہَے، شَفَا دے دِیْتَا ہَے، اَگَر اَپ پَسَنْد کَرِیْن تَوْ مِیْ اَپ کَا بَہِیْ عِلَاجِ کَر دُوں؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہم اس کی حمد بیان کرتے اور اسی سے مدد طلب کرتے ہیں، جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ سیدھے راستے سے ہٹا دے، اسے کوئی سیدھے راستے پر نہیں لاسکتا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ حمد و صلوة کے بعد..... [ابھی آپ آگے کچھ کہنا چاہتے تھے کہ] ضَمَانَا کَہنَہٗ لَگَا، اَپ دُو بَارَہٗ اِن کَلِمَاتِ کُو مِیْرَہٗ سَا مَنَے اَرشَادِ فَر مَائِیْن۔ چِنَا نَچَرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ نَهٗ اَس کَهٗ سَا مَنَے اِنہِیْ کَلِمَاتِ کُو تِیْن بَار دِہرَا یَا۔ پھَر اَس نَهٗ کَہَا: ”بَے شَک مِیْ نَهٗ بڑے بڑے کَاہَنُوں، جَادُو گَرُوں اَوْر شَاعَرُوں کَهٗ کَلَامِ کُو سَنَا ہَے لَیْکِن اَج تَک اِیسا کَلَامِ نَہِیْن سَنَا جِیسا اَپ نَهٗ پِشِیَا کِیَا ہَے۔ یَقِیْنًا اَپ کَا کَلَامِ تَوْ فِصَاحَتِ وَبَلَاغَتِ کَا سَمْنَد رَہَے۔ اَپ اِپنَا ہَاتھ بڑھائیے، مِیْ اِسْلَامِ پَر اَپ کِیْ بَیْعَتِ کَر تَا ہُوں۔“ اِبْنِ عَبَّاسٌ کَہتے ہِیْن کَہ اَپ نَهٗ اَس سَهٗ بَیْعَتِ لِی اَوْر وَہ مَسْلَمَانِ ہُو گِیَا۔ اَپ نَهٗ اَس سَهٗ کَہَا: تِیْرِی قَوْمِ کُو بَہِیْ اِسْلَامِ قَبُوْلِ کَر لِیْنَا چَاہِیے۔ اَس نَهٗ کَہَا: ہَاں، مِیْرِی قَوْمِ بَہِیْ اِسْلَامِ مِیْ دَاخِلِ ہُو جَاہَے گی۔“ (۱)

○ جس طرح ہیرے موتی کی قدر ایک جوہری ہی پہچانتا ہے اسی طرح کلام کی خوبیاں کوئی ماہر ادیب یا ان کی مجلس میں اٹھنے بیٹھنے والا ہی جانتا ہے۔ ضَمَانَا ایسا ہی ایک شخص تھا چنانچہ جب اس نے آپ کا معجزانہ کلام سنا تو فوراً آپ کا گرویدہ ہو گیا اور پہچان گیا کہ آپ سچے ہیں جبکہ لوگ آپ کے بارے میں غلط بیانی

(۱) [صحیح مسلم، کتاب الحمعة، باب تخفیف الصلاة والخطبة (ح ۸۶۸)]

کر رہے ہیں۔ پھر وہ جادو جنات کے توڑ کا ماہر بھی تھا، اس لیے آپؐ سے ایک ہی ملاقات میں اس نے کفارِ مکہ کی آپؐ کے بارے پھیلائی اس غلط فہمی پر بھی یقین نہ کیا کہ آپؐ معاذ اللہ مجنوں، دیوانے یا مجنوب الخواس ہو گئے ہیں۔

(۱۰)..... حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، بیان کرتے ہیں کہ

”جب ہم غارِ ثور میں تھے تو میں نے مشرکوں کے پاؤں دیکھے گویا کہ وہ ہمارے سروں کے پاس ہیں تو میں نے [پریشان ہو کر] عرض کیا اے اللہ کے رسول! اگر ان میں سے کوئی شخص اپنے پاؤں کی طرف دیکھ لے تو وہ ہمیں بھی دیکھ لے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابو بکر! ان دو انسانوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہے؟“ (۱)

○ یہ بھی آنحضرتؐ کا معجزہ تھا کہ ہجرت کے موقع پر کفارِ مکہ اس غار کے دھانے تک جا پہنچے جس میں آپؐ اور آپ کے ساتھی حضرت ابو بکرؓ چھپے ہوئے تھے مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈالا کہ وہ انتہائی قریب ہونے کے باوجود آپؐ کو دیکھ نہ سکے۔

(۱۱)..... حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، ہجرتِ مدینہ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

”ہم رات بھر اور دن کا کچھ حصہ چلتے رہے یہاں تک کہ دوپہر کا وقت ہو گیا اور راستہ اتنا سناں تھا کہ وہاں کسی کی کوئی آمد و رفت نہ تھی۔ ہمیں ایک اونچی سایہ دار چٹان دکھائی دی جہاں دھوپ نہیں پڑی تھی۔ ہم اس کے پاس اترے اور میں نے اپنے ہاتھ کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے لیے کچھ جگہ ہموار کی اور وہاں چمڑے کا ٹکڑا بچھا دیا تاکہ آپ ﷺ آرام کر سکیں۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپؐ اس پر آرام فرمائیں اور میں آپ ﷺ کی حفاظت کے لیے پہرہ دیتا ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ کو خواب ہو گئے..... ابو بکر صدیقؓ بیان کرتے ہیں کہ پھر ہم سورج ڈھلنے کے بعد وہاں سے روانہ ہوئے تو ہمارے تعاقب میں سُرّاقہ بن مالک وہاں آ پہنچا۔ میں نے کہا، اللہ کے رسول! لگتا ہے ہم پکڑے گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم گھبراؤ نہیں اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے اس کے لیے بددعا کی تو اس کے گھوڑے کی ٹانگیں اس کے پیٹ تک زمین میں دھنس گئیں۔ سُرّاقہ نے یہ

(۱) [صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبیؐ، باب فضائل اصحاب النبیؐ (ح ۳۶۵۳) صحیح

مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل ابی بکر (ح ۲۳۸۱) بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح (ح ۵۸۶۸)]

دیکھا تو کہنے لگا: تمہاری بددعا کی وجہ سے ایسا ہوا ہے، اب تم ہی میری نجات کے لیے دعا کرو، میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں [واپس چلا جاؤں گا اور] ادھر کا رخ کرنے والوں کو بھی ادھر نہیں آنے دوں گا۔ پھر آپ ﷺ نے اس کے لیے دعا کی تو اسے نجات ملی، چنانچہ وہ [واپس ہو گیا اور راستے میں] جس شخص کو بھی ملتا اسے کہتا کہ تم اس کی تلاش کے لیے اس راستے سے بے پروا ہو جاؤ، ادھر کوئی نہیں گیا۔ گویا اس طرح وہ جس شخص کو بھی ملتا، اسے واپس لوٹا دیتا۔“ (۱)

○ سُرَّاقَہ کا خلاف توقع گھوڑے سمیت پتھر ملی زمین میں دھنس جانا آپ کی معجزانہ دعا ہی کا نتیجہ تھا پھر دعا ہی کی بدولت سُرَّاقَہ کی جان بخشی ہوئی۔ چنانچہ سُرَّاقَہ سمجھ گیا کہ آپ کوئی معمولی انسان نہیں بلکہ واقعی خدا کے پیغمبر ہیں۔ دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس معجزانہ واقعہ کے بعد وہ مسلمان ہو گیا تھا۔ (۱۲)..... حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

”عبداللہ بن سلام نے جب رسول اللہ کے بارے میں سنا کہ آپ ﷺ مدینہ تشریف لے آئے ہیں تو اس وقت وہ [اپنے باغ کی] گوڈی کر رہا تھا چنانچہ وہ فوراً آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آ کر کہنے لگا: میں آپ ﷺ سے تین باتوں کے بارے میں دریافت کرنا چاہتا ہوں جن کو نبی کے علاوہ کوئی نہیں جان سکتا۔ بتائیے! قیامت کی پہلی علامت کیا ہے؟ اور اہل جنت سب سے پہلے کون سا کھانا تناول کریں گے؟ اور بچہ اپنے باپ یا ماں کی صورت سے کب مشابہت اختیار کرتا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ”ابھی ابھی جبریلؑ نے مجھے ان باتوں کے بارے میں بتایا ہے..... [لہذا سنو] قیامت [شروع ہونے] کی پہلی علامت ایک آگ ہوگی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی جانب دھکیلے گی اور اہل جنت کی سب سے پہلے مچھلی کے جگر کے بڑھے ہوئے حصے کے ساتھ تواضع کی جائے گی۔ اور جب آدمی کا نطفہ عورت کے نطفہ پر غالب آ جائے تو بچہ باپ کی شکل پر ہوتا ہے اور اگر عورت کا نطفہ مرد کے نطفہ پر غالب آ جائے تو بچہ ماں کی شکل پر ہوتا ہے۔“

[یہ جواب سن کر] عبداللہ بن سلام نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی معبودِ برحق ہے اور یقیناً آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں۔ اے اللہ کے رسول! یہودی بڑے جھوٹے اور بہتان باز ہیں، اگر انہیں میرے مسلمان ہونے کا علم ہو گیا اور پھر آپ نے ان سے میرے متعلق دریافت کیا تو وہ مجھ پر

(۱) [صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام (ح-۳۶۱۵)]

الزام لگائیں گے۔ چنانچہ یہودی آئے [جبکہ عبد اللہ بن سلام چھپ گئے] تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا عبد اللہ بن سلام تم میں کیسا شخص ہے؟ انہوں نے کہا وہ ہم میں سے بہترین شخص ہے اور بہترین شخص کا بیٹا ہے، وہ ہمارا سردار ہے اور ہمارے سردار کا بیٹا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے کہا: اگر عبد اللہ بن سلام مسلمان ہو جائے تو؟ وہ کہنے لگے: اللہ اس کو مسلمان ہونے سے محفوظ رکھے۔ ادھر عبد اللہ بن سلام باہر نکل آئے اور ان کی زبان سے کلمہ توحید بلند ہو رہا تھا کہ: ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔“ [یہ صورتحال دیکھ کر وہی] یہودی فوراً کہنے لگے کہ عبد اللہ بن سلام تو ہم میں سے بدترین آدمی ہے، اس کا باپ بھی بدترین ہے۔ یعنی عبد اللہ کی عیب جوئی کرنے لگے۔ پھر عبد اللہ بن سلام نے کہا: اللہ کے رسول! یہی وہ بات تھی جس سے میں ڈر رہا تھا۔“ (۱)

○ یہ حدیث بھی آپ کے معجزات اور علامات نبوت کی وضاحت کرتی ہے۔ عبد اللہ بن سلام جیسا سلیم الفطرت یہودی تو آپ سے چند سوالات کرنے کے بعد فوراً پہچان گیا کہ آپ اللہ کے سچے نبی ہیں چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا مگر باقی یہودی تعصب اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے آپ پر ایمان نہ لائے۔ عبد اللہ بن سلام نے آپ سے جو سوال کیے، وہ غیبی امور کے بارے میں تھے۔ نبی کے علاوہ کوئی شخص غیبی امور کے بارے میں نہیں جانتا۔ اور نبی کو چونکہ وحی کے ذریعے غیب کی بعض باتیں بتادی جاتی ہیں، اس لیے آپ نے عبد اللہ کے سوالات کے جواب دینے سے پہلے واضح فرمادیا کہ ”ابھی ابھی جبریل نے آ کر مجھے ان سوالوں کے جوابات سے آگاہ کر دیا ہے۔“

(۱۳)..... حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

”نبی اکرم ﷺ نے جنگ بدر کے دن اپنے خیمے میں [اللہ کے حضور] یہ دعا مانگی: ”اے اللہ! میں تجھے تیرے عہد و میثاق کا واسطہ دیتا ہوں، اے اللہ! کیا تو چاہتا ہے کہ آج کے دن کے بعد تیری عبادت نہ ہو۔“ [یعنی آپ ﷺ بڑی آہ و گریہ زاری کے ساتھ دعا فرما رہے تھے] تو ابو بکرؓ نے آپ ﷺ کے ہاتھوں کو پکڑ کر کہا: اے اللہ کے رسول! اب بس کیجیے کیونکہ آپ نے بڑا گڑگڑا کر اپنے رب کے حضور دعا کی ہے۔ پھر آپ ﷺ [خیمے سے] باہر آئے اور آپ فرما رہے تھے: ”عنقریب کفار کا گردہ شکست سے دوچار ہوگا اور وہ پیٹھ پھیر لیں گے۔“ (۲)

(۱) [صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب من کان عدو الحبریل (ح- ۴۴۸۰)]

(۲) [صحیح بخاری، ایضاً، باب قولہ: بل الساعة موعدهم..... (ح- ۴۸۷۷)]

○ یعنی اللہ کے حضور دعا کرنے کے بعد آپ کو بذریعہ وحی معلوم ہو گیا کہ اس جنگ میں کفار کو شکست ہوگی، چنانچہ آپ نے جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی کفار کی شکست کی پیش گوئی فرمادی جو پوری ہوئی۔ (۱۴)..... حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

”رسول اللہ ﷺ نے [بدر کے موقع پر جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی پیش گوئی کرتے ہوئے یہ] فرمادیا کہ اس جگہ فلاں اور اُس جگہ فلاں شخص ہلاک ہوگا حتیٰ کہ آپ ﷺ نے نشاندہی کرتے ہوئے زمین پر اپنا ہاتھ مبارک رکھ کر بتایا کہ یہاں اور یہاں فلاں فلاں ہلاک ہوں گے۔ چنانچہ ان میں سے کوئی شخص بھی اس جگہ سے دور ہو کر نہ مرا تھا جہاں جہاں آپ ﷺ نے ہاتھ رکھا تھا۔“ (۱)

○ دراصل بذریعہ وحی آپ کو ان کفار کے مرنے کی جگہ کے بارے میں بتا دیا گیا تھا، اس لیے آپ کی یہ پیش گوئی بھی درست ثابت ہوئی۔

(۱۵)..... حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

”نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عتیک کی زیر قیادت چند صحابہ کو ابورافع [یہودی] کے قتل کے لیے بھیجا چنانچہ عبداللہ بن عتیک رات کے وقت اس کے گھر میں داخل ہوئے، ابورافع اس وقت سو رہا تھا۔ عبداللہ بن عتیک نے اسے قتل کر دیا۔ عبداللہ بن عتیک کہتے ہیں کہ میں نے اس کے پیٹ میں تلوار گھونپ دی یہاں تک کہ وہ تلوار اس کی کمر کی ہڈی پار کر گئی، پھر میں نے [واپسی کے لیے] دروازے کھولنے شروع کیے یہاں تک کہ میں سیڑھی کے قریب پہنچ گیا، میں نے نیچے اترنے کے لیے اپنا پاؤں رکھا تو میں سیڑھی سے گر گیا جس سے میری پنڈلی [کی ہڈی] ٹوٹ گئی۔ میں نے اسے پگڑی کے کپڑے کے ساتھ مضبوطی سے باندھا اور اپنے ان ساتھیوں کی جانب چل دیا جو قلعے کے نیچے کھڑے تھے پھر میں ان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچا۔ میں نے آپ ﷺ سے تمام واقعہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اپنا پاؤں پھیلاؤ۔ میں نے اپنا پاؤں پھیلا دیا تو آپ ﷺ نے اس پر ہاتھ پھیرا، مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میری پنڈلی میں کبھی تکلیف ہی نہ ہوئی تھی۔“ (۲)

(۱) [صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب غزوة بدر (ح ۱۷۷۹)]

(۲) [صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب قتل المشرك (ح ۳۰۲۲)] کتاب المغازی: باب قتل ابی رافع

(ح ۴۰۳۹) فتح الباری (۰/۲۴ تا ۲۳۷) سیرت ابن ہشام (ج ۳ ص ۳۸۰)

○ ابورافع بنوفیر نامی یہودی قبیلے کا رئیس تھا اور مسلمانوں کے خلاف پس پردہ سازشیں کیا کرتا تھا۔ جنگ احزاب کے موقع پر مسلمانوں کے خلاف مشرکین مکہ کی مدد کرنے سے کسی طرح پیچھے نہ رہا حالانکہ اس کے قبیلے نے آپؐ سے صلح کا معاہدہ کر رکھا تھا مگر اس نے خیانت کرتے ہوئے مشرکین مکہ کو ہر طرح کا تعاون بہم پہنچایا۔ اس کے علاوہ بھی اس کے کئی ایسے جرائم تھے جن کے پیش نظر اللہ کے رسولؐ نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ یہاں آپؐ کا معجزہ یہ ہے کہ آپؐ نے حضرت عبداللہ بن عتیک کی ٹوٹی ہوئی ہڈی پر ہاتھ پھیرا تو وہ اللہ کے حکم سے ٹھیک ہو گئی۔

(۱۶)..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

”جنگِ خندق کے موقع پر ہم کھدائی کر رہے تھے کہ ایک مضبوط چٹان آگئی۔ صحابہ کرامؓ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ایک مضبوط چٹان سامنے آگئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، میں آتا ہوں چنانچہ آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ کے پیٹ مبارک پر بھوک کی شدت کی وجہ سے [ایک پتھر بندھا ہوا تھا۔ ہم نے تین روز سے کچھ بھی نہیں کھایا تھا۔ نبی ﷺ نے کدال پکڑ کر اس پر ماری تو وہ چٹان ریت کا ڈھیر بن گئی۔ میں نبی اکرمؐ سے اجازت لے کر گھر گیا اور اپنی بیوی سے کہا: نبی ﷺ شدید بھوک سے دوچار ہیں، کیا تیرے پاس کھانے کے لیے کچھ ہے؟ اس نے کہا کچھ جو اور بھیڑ کا ایک چھوٹا سا بچہ ہے۔ میں نے اسے ذبح کیا اور میری بیوی نے جو پیس لیے۔ ہم نے گوشت کو پکنے کے لیے ہنڈیا میں ڈال دیا۔ پھر میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے [راز داری سے عرض کیا] اے اللہ کے رسول! ہم نے تھوڑا سا کھانا پکایا ہے۔ آپ اپنے چند رفقاء کے ساتھ تشریف لائیں۔ آپ نے پوچھا کتنا کھانا پکایا ہے؟ میں نے بتایا تو میری بات سن کر آپؐ نے کہا یہ تو بہت ہے اور عمدہ ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے بلند آواز کے ساتھ تمام صحابہ سے فرمایا: خندق کھودنے والو! جا بڑنے تم سب کی دعوت کی ہے، چلو۔ ادھر رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ جب تک میں نہ آ جاؤں ہنڈیا کو چولے سے نہ اتارنا اور نہ ہی آنے کی روٹیاں بنانا۔ پھر آپ ﷺ تشریف لائے تو میں نے آپ ﷺ کی خدمت میں آنا پیش کر دیا آپ ﷺ نے اس میں اپنا لعاب مبارک ڈالا اور برکت کی دعا کی۔ پھر آپؐ ہنڈیا کی جانب آئے اور اس میں بھی اپنا لعاب مبارک ڈالا اور برکت کی دعا کی۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: روٹی پکانے والی کو بلاؤ کہ وہ تمہارے ساتھ روٹیاں پکائے اور ہنڈیا

سے سالن نکالتے رہو، مگر اسے چولہے سے مت اتارنا۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ وہ ایک ہزار افراد تھے اور میں اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ ان سب نے سیر ہو کر کھایا، حتیٰ کہ وہ کھانا بچا کر واپس ہوئے جبکہ ہماری ہنڈیا اسی طرح بھری ہوئی تھی جیسے پہلے تھی اور جس آٹے سے پکایا جا رہا تھا، وہ بھی اسی طرح تھا۔“ (۱)

(۱)..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ، بیان کرتے ہیں کہ

”حدیبیہ کے دن لوگوں کو سخت پیاس لگی ہوئی تھی، ادھر رسول اللہ ﷺ کے پاس وضو کے پانی والا ایک برتن تھا جس سے آپ ﷺ وضو فرما رہے تھے۔ صحابہ کرامؓ آپ کے پاس آئے تو آپ نے ان سے پوچھا کیا ماجرا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ہمارے پاس وضو کرنے اور پیاس بجھانے کے لیے اتنا بھی پانی نہیں ہے جتنا اس وقت آپ کے اس برتن میں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنا ہاتھ اس برتن میں رکھا تو آپ کی انگلیوں سے اس طرح پانی جوش مارنے لگا جس طرح کوئی چشمہ پھوٹا ہو۔ چنانچہ ہم سب نے اس برتن سے پانی بھی پیا اور وضو بھی کیا۔ جابرؓ سے دریافت کیا گیا کہ اس روز آپ کتنے لوگ تھے؟ انہوں نے بتایا کہ ہم پندرہ سو کی تعداد میں تھے اور اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں کافی ہوتا.....!!“ (۲)

(۱۸)..... حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ، بیان کرتے ہیں کہ

”حدیبیہ کے روز ہم چودہ سو آدمی نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے۔ حدیبیہ دراصل ایک کنویں کا نام ہے، ہم نے حدیبیہ کنوئیں سے پانی نکالا حتیٰ کہ اس میں ایک قطرہ بھی باقی نہ چھوڑا۔ جب نبی ﷺ کو خبر ملی تو آپ آئے اور اس کنوئیں کے کنارے بیٹھ کر فرمایا کہ پانی والا کوئی برتن لاؤ۔ برتن لایا گیا تو آپ نے اس برتن میں وضو کیا پھر کلی کی اور دعا مانگی اور پھر اس برتن والے پانی کو حدیبیہ کنوئیں میں ڈال دیا۔ پھر کچھ دیر ہم نے انتظار کیا اور اس کے بعد خود کو اور اپنی سواری کے جانوروں کو بھی خوب سیراب کیا۔“ (۳)

(۱۹)..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ، بیان کرتے ہیں کہ

”ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں جا رہے تھے کہ ایک وسیع وادی میں ہم نے پڑاؤ کیا۔ رسول اللہ

(۱) [صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الخندق (ح- ۴۱۰۲- ۴۱۰۱) صحیح مسلم، کتاب الاشارة

(ح- ۲۰۳۹) بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح (ح- ۵۸۷۷)

(۲) [صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الحدیبیہ (ح- ۴۱۵۱) صحیح مسلم، کتاب الامارة (ح- ۱۸۵۶)]

(۳) [صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الحدیبیہ (ح- ۴۱۵۰)]

ﷺ قضاء حاجت کے لیے نکلے، تو میں بھی آپ کے لیے پانی کا برتن پکڑ کر پیچھے چل دیا۔ آپ کو پردہ کے لیے کوئی چیز نظر نہ آئی البتہ وادی کے کنارے پر دو درخت تھے۔ آپ ﷺ ان میں سے ایک کی طرف گئے اور اس کی ایک شاخ کو پکڑ کر کہا تو اللہ کے حکم کے ساتھ مجھ پر پردہ کر۔ وہ آپ کے حکم کی اس طرح تابعدار ہو گئی جس طرح نکیل والا اونٹ اپنی مہار پکڑنے والے کا تابعدار ہو جاتا ہے۔ پھر آپ دوسرے درخت کے پاس گئے اور اس کی بھی ایک شاخ کو پکڑ کر کہا کہ تو اللہ کے حکم کے ساتھ مجھ پر پردہ کر۔ وہ بھی آپ کے حکم کی اسی طرح تابعدار ہو گئی۔ جب آپ ان دونوں درختوں کے درمیان پہنچ گئے تو ان شاخوں کو جوڑ کر آپ نے فرمایا: اللہ کے حکم کے ساتھ میرے اوپر جھک جاؤ چنانچہ وہ دونوں آپ کے اوپر جھک گئیں..... جابرؓ کہتے ہیں کہ میں دور جا بیٹھا اور اپنے آپ سے باتیں کرنے لگا پھر اچانک میرا دھیان آپ کی جانب ہوا تو دیکھا کہ آپ ﷺ تشریف لا رہے ہیں اور وہ دونوں درخت الگ الگ ہو گئے ہیں اور ان میں سے ہر درخت اپنے تنے پر کھڑا تھا۔“^(۱)

(۲۰)..... یزید بن ابی عبید بیان کرتے ہیں کہ

”میں نے سلمہ بن اکوع صحابیؓ کی پنڈلی میں تلوار کے ایک زخم کا نشان دیکھا تو میں نے کہا، اے ابو سلمہ! یہ نشان کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ جنگ خیبر کے دن مجھے تلوار کا یہ زخم لگا تھا۔ لوگ تو کہتے تھے کہ سلمہ مر جائے گا لیکن میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ نے اس زخم پر [دم کر کے] تین بار تھوک پھینکا، اس کے بعد سے آج تک مجھے اس کی تکلیف کا احساس ہی کبھی نہیں ہوا۔“^(۲)

(۲۱)..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

”نبی اکرم ﷺ جب خطبہ ارشاد فرماتے تو کھجور کے اس تنے کے ساتھ ٹیک لگاتے تھے جو مسجد نبوی کا ایک ستون تھا۔ جب آپ کے لیے منبر بنایا گیا اور آپ اس پر تشریف فرما ہوئے تو کھجور کا وہ تناس طرح بلکنے لگا کہ قریب تھا کہ وہ پھٹ جائے۔ نبی اکرم ﷺ منبر سے اترے اور اسے پکڑ کر اپنے گلے لگایا تو وہ اس بچے کی طرح ہچکیاں لے کر رونے لگا جسے خاموش کرایا جا رہا ہو، بالآخر وہ پرسکون ہو گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ اس لیے رورہا تھا کہ اب یہ اس ذکر الہی کے سننے سے محروم ہو گیا ہے جو پہلے

(۱) [صحیح مسلم، کتاب الزہد، باب حدیث جابر الطویل (ح-۳۰۱۲)]

(۲) [صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة خیبر (ح-۴۲۰۶)]

[میرے ٹیک لگانے سے یہ مجھ سے [سنا کرتا تھا۔“ (۱)

(۲۲)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

”میری والدہ مشرکہ تھیں اور میں انہیں اسلام کی دعوت دیا کرتا تھا۔ ایک روز میں نے انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی مگر انہوں نے مجھے رسول اللہ ﷺ کے بارے ناپسندیدہ کلمات کہے۔ میں روتا ہوا آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، اللہ کے رسول! ”میری والدہ مشرکہ تھیں اور میں انہیں اسلام کی دعوت دیا کرتا تھا۔ آج جب میں نے انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو انہوں نے مجھے آپ کے بارے ناپسندیدہ کلمات کہے ہیں۔ آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ ابو ہریرہ کی والدہ کو ہدایت فرمائے۔ آپ نے دعا کی اے اللہ! ابو ہریرہ کی والدہ کو ہدایت فرما۔ چنانچہ نبی ﷺ کے دعا فرمانے کے سبب میں خوشی خوشی واپس لوٹا، جب میں دروازے پر پہنچا تو دروازہ بند تھا۔ میری والدہ نے میرے پاؤں کی آہٹ سنی تو مجھ سے کہا، ابو ہریرہ! ذرا ٹھہر جا۔ مجھے اندر سے پانی گرنے کی آواز سنائی دی۔ میری والدہ نے غسل کیا، کپڑے پہنے اور جلدی میں اپنا دوپٹہ لینا بھول گئیں اور دروازہ کھولنے کے بعد کہا: ”ابو ہریرہ! میں اس بات کی گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے اور میں یہ بھی گواہی دیتی ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔“ چنانچہ میں خوشی سے روتا ہوا رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اللہ کے رسول! خوش ہو جائیے، اللہ نے آپ کی دعا قبول فرما کر میری والدہ کو ہدایت سے نواز دیا ہے۔ چنانچہ آپ نے اللہ کے شکر اور حمد و ثنا کے کلمات کہے اور فرمایا بہت بہتر ہو گیا ہے۔“ (۲)



(۱) [صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب النجار (ح- ۲۰۹۵) بحوالہ مشکوٰۃ (ح- ۵۹۰۳)]

(۲) [صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل ابی ہریرہ (ح- ۲۴۹۱)]

نبی کریم ﷺ سے محبت

- [1]..... آپ ﷺ سے محبت کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے!
- [2]..... آپ ﷺ سے کتنی محبت کی جائے؟
- [3]..... آپ ﷺ سے محبت کیوں کی جائے؟
- [4]..... آپ ﷺ سے اظہارِ محبت کا طریقہ کیا ہے؟
- [5]..... آپ ﷺ سے محبت کے تقاضے اور علامتیں کیا ہیں؟
- [6]..... آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجنا
- [7]..... آپ ﷺ کی محبوب چیزوں سے محبت اور مبغوض سے نفرت
- [8]..... آپ ﷺ کی سنت کی نصرت و محافظت
- [9]..... آپ ﷺ کی أزواج اور آل سے محبت
- [10]..... آپ ﷺ کے جانتار اور وفادار صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت
- [11]..... آپ ﷺ کے دشمنوں سے نفرت
- [12]..... آپ ﷺ سے عقیدت و احترام
- [13]..... گستاخ رسول 'ون'؟

* * * *

[1]..... نبی کریم ﷺ سے محبت کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے

آپ ﷺ سے محبت کرنا ہر بندۂ مومن کے ایمان کی لازمی شرط ہے۔ دنیا میں ہر انسان طبعی طور پر مختلف چیزوں سے محبت کرتا ہے مثلاً مال و دولت سے محبت، بیوی بچوں سے محبت، گھریلو سے محبت، دوست احباب سے محبت، عزیز و اقارب سے محبت.....، یہ محبت فطری طور پر ہر انسان کے دل میں رکھی گئی ہے اس لیے اس محبت سے اللہ تعالیٰ نے منع نہیں کیا بشرطیکہ یہ محبت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت پر غالب نہ آجائے کیونکہ اصل چیز یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے محبت کرے اور باقی ہر چیز کی محبت کو اللہ کی محبت کے تابع کر دے۔ اس سلسلہ میں قرآن و حدیث سے چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

(۱)..... ﴿قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ
اٰفْتَرَقْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِينُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ
فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾ [سورة التوبة: ۲۴]

”(اے نبی!) آپ کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ، تمہارے بچے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے قبیلے اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور وہ تجارت جس کی کمی سے تم ڈرتے ہو اور وہ کوٹھیاں جنہیں تم پسند کرتے ہو، اگر یہ سب چیزیں تمہیں اللہ اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں تو تم اللہ کے حکم سے آنے والے عذاب کا انتظار کرو۔ اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

اس آیت کی تفسیر میں امام قرطبی فرماتے ہیں:

((وفي الآية دليل على وجوب حب الله ورسوله ولاخلاف في ذلك بين الامة وان ذلك
مقدم على كل محبوب))^(۱)

”یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت فرض ہے اور اس بات

(۱) [تفسیر قرطبی (ج ۸ ص ۸۸)]

پر امت مسلمہ میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں۔ اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کی محبت ہر دوسری محبوب چیز پر مقدم ہے۔“

(۲)..... ﴿الَّذِينَ أُوتُوا الْإِيمَانَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُمْ﴾ [سورة الاحزاب: 6]

”بلاشبہ نبی تو اہل ایمان کے لیے اُن کی اپنی ذات پر مقدم ہے، اور نبی کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔“
انسان کی یہ فطرت ہے کہ وہ اپنے قریبی تعلق دار کو ہمیشہ ترجیح دیتا اور اس کا خیر خواہ بن کر رہتا ہے لیکن جہاں اس کے ذاتی مفاد کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو، وہاں وہ دوسروں کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی ذات ہی کو ترجیح دیتا ہے خواہ اس میں دوسرے کا دنیوی یا اخروی اعتبار سے کتنا ہی نقصان کیوں نہ ہو، بلکہ بعض اوقات تو ایک انسان خیر خواہی کے جذبے کے باوجود دوسرے کا نقصان کر بیٹھتا ہے مگر اللہ کے رسول کا معاملہ ایسا نہیں کیونکہ آپ ہر مومن کے لیے اس کے ماں باپ، بہن بھائی، عزیز و اقارب حتیٰ کہ اس کی اپنی ذات سے بھی بڑھ کر خیر خواہ ہیں اور آپ کی خیر خواہی حق پر مبنی ہے۔ آپ کسی شخص سے کوئی ایسی بات نہیں کہہ سکتے جس میں اس کا نقصان ہو اور اس کی عاقبت خراب ہونے کا اندیشہ ہو۔ جہاں حضورؐ کا ہمارے ساتھ یہ تعلق ہے وہاں ہمیں بھی یہ حکم دیا گیا کہ ہمارے نزدیک حضورؐ ہی کی ذات مبارک سب سے اولیٰ ہونی چاہیے۔

یہ بات تو طے ہے کہ انسان سب سے زیادہ اپنی ذات ہی کے ساتھ مخلص ہوتا ہے مگر اتنا مخلص ہونے کے باوجود ایک انسان اپنا نقصان کر سکتا ہے اور غلط راہ اختیار کر کے اپنے آپ کو جہنم میں دھکیل سکتا ہے، کیونکہ نبوی ہدایت کے بغیر کوئی انسان ہرگز یہ نہیں جان سکتا کہ اس کے لیے خیر و بھلائی کیا ہے اور شر کیا ہے؟ ہو سکتا ہے کہ ایک چیز کو وہ اپنے لیے بہتر سمجھتا ہو مگر وہی چیز اس کے لیے انتہائی مضر ہو اور ایک چیز جسے وہ مضر سمجھتا ہے وہ اس کے لیے نہایت مفید ہو۔ کون سی چیز ہمارے حق میں بہتر اور کون سی بہتر نہیں، اس کی خبر ہمیں اس دین سے ملتی ہے جو آنحضرت ﷺ لے کر آئے ہیں، اور آپ ہمارے لیے اتنے مشفق و مہربان ہیں کہ ہمارے حق میں آپ صرف وہی بات کہتے ہیں جس میں ہمارا حقیقی فائدہ پنہاں ہو۔ لہذا جب آپ ہی ہمارے حقیقی خیر خواہ ہیں تو پھر اس بات کا حق بھی آپ ہی رکھتے ہیں کہ ہم اپنی جان سے بھی بڑھ کر آپ کو عزیز سمجھیں اور دنیا جہاں کی ہر چیز سے بڑھ کر آپ سے محبت کریں۔

(۳)..... ((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ أَنْ يُكُونَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ وَأَنْ يَكْرَهُ أَنْ يَفُودَ

فِي الْكُفْرِ بَعْدَ أَنْ أَنْقَذَهُ اللَّهُ مِنْهُ كَمَا يَكْفُرُهُ أَنْ يُقَذَّفَ فِي النَّارِ) (۱)

”حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں یہ جمع ہو جائیں وہ ایمان کی مٹھاس اور لذت پالیتا ہے۔ (۱) پہلی یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اس کے نزدیک دنیا جہاں کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہو جائیں۔ (۲) دوسری یہ کہ وہ جس کسی سے محبت کرے، اللہ ہی کے لیے کرے۔ (۳) تیسری یہ کہ جب اللہ نے اسے کفر سے نجات دے دی تو اب وہ کفر میں لوٹ جانا اتنا ہی ناپسند کرے جتنا کہ آگ میں ڈالا جانا اسے ناپسند ہے۔“

[2]..... نبی کریم ﷺ سے کتنی محبت کی جائے؟

آپ ﷺ سے دنیا جہاں کی ہر چیز سے بڑھ کر محبت کی جائے حتیٰ کہ اپنے اہل و عیال، مال و دولت اور اپنی جان سے بھی بڑھ کر آپ ﷺ سے محبت کی جائے اور جہاں یہ چیزیں اللہ کے رسول ﷺ کی محبت میں رکاوٹ بنیں، وہاں آپ کی محبت پر ان چیزوں کو قربان کر دیا جائے۔ اس سلسلہ میں چند دلائل ذیل میں ذکر کیے جاتے ہیں:

(۱)..... اپنی جان سے بڑھ کر نبی سے محبت:

((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ هِشَامٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ الْأَمِنْ نَفْسِي فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ فَإِنَّهُ الْآنَ وَاللَّهِ لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: الْآنَ يَا عُمَرُ!)) (۲)

”حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے جب کہ آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ حضرت عمر کہنے لگے، اے اللہ کے رسول! آپ مجھے تیری جان کے علاوہ دنیا جہاں کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نہیں، قسم

(۱) [صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب حلاوة الایمان (ح-۱۶)]

(۲) [صحیح بخاری، کتاب الایمان والنور، باب کیف كانت یمین النبی ﷺ (ح-۲۶۳۲)]

اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس وقت تک نہیں جب تک میں تمہیں تمہاری جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کہا: تو پھر اللہ کی قسم! آپؐ اب مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: عمر اب بات نبی ہے!

عام طور پر قسم اس وقت کھائی جاتی ہے جب کسی بات کو بڑی تاکید سے کہنا مقصود ہو اور اس میں کسی قسم کی غلط بیانی کا شائبہ بھی نہ ہو اور جب اللہ کے رسول ﷺ قسم کھا کر ایک بات کہہ دیں تو ظاہر ہے پھر اس کی تاکید اور سچائی میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا۔ اس حدیث میں آپؐ نے قسم کھا کر یہ بات بیان فرمادی کہ جب تک مجھے تم اپنی جان سے بڑھ کر محبت نہیں کرو گے تب تک تمہارا ایمان مکمل نہیں ہوگا۔ حضرت عمرؓ نے نبی اکرم ﷺ کی یہ بات سن کر بغیر کسی تردد کے فوراً کہا کہ آج سے آپؐ مجھے میری جان سے زیادہ محبوب ہیں! یہ صرف ایک حضرت عمرؓ ہی کے جذبات نہیں تھے بلکہ آپ ﷺ پر ایمان لانے والے سبھی صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ حالت بن گئی کہ وہ آپؐ سے اپنی جان سے بڑھ کر محبت کرنے لگے اور آپؐ کے ایک اشارے پر اپنی جانیں قربان کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار نظر آتے۔ جنگ احد کے موقع پر جب آپؐ کے ارد گرد صرف سات انصاری اور دو قریشی صحابی رہ گئے اور دوسری طرف دشمن نے آپؐ کو پوری طرح گھیرے میں لے لیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ يُرْثُهُمْ عَنَا وَلَهُ الْجَنَّةُ أَوْ هُوَ رَفِيقِي فِي الْجَنَّةِ ؟))

”جو شخص ان دشمنوں کو ہم سے دور کرے گا اس کے لیے جنت کی بشارت ہے اور وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا۔“

تو انصاری صحابہؓ میں سے ایک صحابی آگے بڑھا اور دشمن سے لڑتا لڑتا جامِ شہادت نوش کر گیا۔ دشمن نے مزید گھیرا تنگ کیا تو آپؐ نے پھر یہی کہا:

((مَنْ يُرْثُهُمْ عَنَا وَلَهُ الْجَنَّةُ أَوْ هُوَ رَفِيقِي فِي الْجَنَّةِ ؟))

”جو شخص ان دشمنوں کو ہم سے دور کرے گا اس کے لیے جنت کی بشارت ہے اور وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا۔“

یہ سن کر پھر انصاری صحابہؓ میں سے ایک صحابی آگے بڑھا اور دشمن سے لڑتا لڑتا جامِ شہادت نوش کر گیا۔ دشمن نے مزید گھیرا تنگ کیا تو آپؐ نے پھر یہی کہا اور آپؐ کی بات پر لہیک کہتے ہوئے پھر ایک انصاری

صحابی نے اپنی جان آپ پر قربان کر دی۔ اس طرح آپ کے ارد گرد موجود ساتوں انصاری صحابی جب شہید ہو گئے تو آپ نے [ان کے جان فدائی کا جذبہ دیکھ کر] اپنے باقی دو قریشی ساتھیوں سے کہا:

((مَا أَصْفَنَّا أَصْحَابَنَا)) ”ہم نے اپنے ان ساتھیوں کے ساتھ انصاف نہیں کیا...!“^(۱)

آپ نے ان صحابہ کی شادت کا احساس کیا، اگرچہ انہوں نے حب رسالت میں جان کی بازی لگائی تھی۔

(۲)..... اپنی اولاد اور والدین سے بڑھ کر نبی سے محبت:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ))

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ میں اسے اس کے باپ اور اس کے بیٹے سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔“^(۲)

اس روایت میں اگرچہ باپ اور بیٹے کا ذکر ہے مگر ضمناً باپ کے ساتھ ماں اور بیٹے کے ساتھ بیٹی بھی شامل ہے یعنی جب تک کوئی شخص اپنے ماں باپ اور اولاد سے بڑھ کر حضور ﷺ سے محبت نہ کرے، تب تک وہ کامل مومن نہیں بن سکتا۔ یہاں ماں باپ اور اولاد کا ذکر بالخصوص اس لیے کیا گیا کہ دیگر رشتہ داروں کے مقابلہ میں ان رشتوں کو زیادہ ترجیح دی جاتی ہے اور جب اللہ اور اس کے رسول کے مقابلہ میں ماں باپ اور اولاد کی محبت قربان کر دینا ایمان کا تقاضا ہے تو دیگر رشتہ داروں کے مقابلہ میں یہ تقاضا مزید بڑھ جاتا ہے۔ اسی لیے ایک اور حدیث میں یہی بات حضرت انسؓ نے نبیؐ سے اس طرح روایت کی ہے کہ:

((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ))

[اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:] ”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ میں اسے اس کے باپ اور اس کے بیٹے اور دنیا کے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔“^(۳)

(۱) [صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب غزوة احد (۱۷۸۹)]

(۲) [صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب حب الرسول من الایمان (ح ۱۴)]

(۳) [صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب حب الرسول من الایمان (ح ۱۵) صحیح مسلم (ح ۴۴)]

(۳)..... دنیا جہاں کی ہر چیز سے بڑھ کر نبیؐ سے محبت:

((عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لَا يُؤْمِنُ عَبْدِي حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ))

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک [کامل] مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ میں اسے اس کے اہل و عیال [یعنی ماں باپ اور بیوی بچوں] اور اس کے مال و دولت اور دنیا کے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔“ (۱)

معلوم ہوا کہ دنیا جہاں کی ہر چیز سے بڑھ کر اللہ کے رسولؐ سے محبت کرنی چاہیے، ورنہ ایمان مکمل نہیں!

ایک سچے محبت رسول کا عجیب و غریب واقعہ:

مدینہ منورہ ہجرت کر آنے کے بعد اللہ کے رسول ﷺ چند روز حضرت ابویوب رضی اللہ عنہ، انصاری کے ہاں ٹھہرے۔ یہ حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کی خوش قسمتی تھی کہ انہیں اللہ کے رسول ﷺ کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کا گھر دو منزلہ تھا۔ نچلی منزل انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کے لیے خالی کر دی اور خود بالا خانہ میں تشریف لے گئے۔ ایک رات حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کو اچانک یہ خیال آیا کہ اللہ کے رسول ﷺ نیچے ہیں اور ہم ان کے سر کے اوپر چلتے ہیں [کہیں یہ آپ کی بے ادبی نہ ہو] چنانچہ یہ خیال آتے ہی وہ اور ان کے اہل خانہ ایک طرف ہو گئے اور ساری رات ایک کونے میں گزاردی۔

صبح کے وقت حضرت ابویوب انصاری نے اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کیا کہ آپ اوپر تشریف لے آئیں مگر اللہ کے رسول ﷺ نے کہا کہ مجھے نیچے زیادہ سہولت ہے تو حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کہنے لگے: مجھ میں اتنی ہمت نہیں کہ میں ایسی چھت کے اوپر چڑھوں جس کے نیچے آپ تشریف فرما ہوں، چنانچہ حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کے اس اصرار کو دیکھ کر اللہ کے رسول ﷺ اوپر چلے گئے اور حضرت ابویوب رضی اللہ عنہ اپنے اہل خانہ سمیت نچلی منزل میں آ گئے۔

حضرت ابویوب رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول ﷺ کے کھانے کا بھی انتظام فرماتے تھے۔ جب اللہ کے رسول ﷺ کھانا تناول فرمالیے تو [باقی بچ جانے والے کھانے میں سے] حضرت ابویوب [کھاتے اور] پوچھتے

(۱) [صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب وجوب محبة رسول اللہ..... (ح-۴۴)]

کہ اللہ کے رسول ﷺ نے کس جگہ سے کھانا کھایا ہے۔ [تا کہ برتن کی خاص اس جگہ سے کھائیں!] ایک مرتبہ انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کے لیے کھانا تیار کیا جس میں [کچا] لہسن تھا۔ جب وہ کھانا واپس آیا تو حضرت ابویوبؓ نے پوچھا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے کس حصے سے کھانا کھایا ہے؟ آپؐ سے کہا گیا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے آج کھانا نہیں کھایا۔ یہ سنتے ہی حضرت ابویوبؓ پریشان ہو گئے اور سیدھے اللہ کے رسول کے پاس گئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا لہسن حرام ہے؟ آپؐ نے فرمایا: یہ حرام نہیں ہے مگر میں اسے طبعی طور پر ناپسند کرتا ہوں۔ یہ سن کر حضرت ابویوبؓ نے کہا جس چیز کو آپ ناپسند کرتے ہیں، [آج سے] میں بھی اسے ناپسند کرتا ہوں.....! (۱)

[3]..... نبی کریم ﷺ سے محبت کیوں کی جائے؟

گزشہ آیات اور احادیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ سے اتنی گہری محبت ہونی چاہیے کہ آپؐ کے لیے اپنی جان اور مال کی قربانی سے بھی انسان دریغ نہ کرے لیکن یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر آپؐ سے اس قدر زیادہ محبت کیوں ضروری ہے؟!

(۱)..... اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ آپؐ سے اتنی زیادہ محبت ہمارے دین کا تقاضا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اور احادیث میں خود نبی اکرم ﷺ نے اس کی صاف وضاحت فرمادی ہے اور یہاں تک کہہ دیا ہے کہ اس وقت تک کسی انسان کا ایمان مکمل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے مال، جان، اولاد، والدین اور دنیا کے تمام انسانوں سے بڑھ کر حضور ﷺ کو محبوب نہ سمجھے اور جو شخص ان مادی چیزوں کو آپ ﷺ کی محبت پر فوقیت دے، اسے اللہ تعالیٰ نے عذاب کی وعید سنائی ہے۔

(۲)..... آپ ﷺ سے اتنی گہری محبت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ آپؐ ہی کی بدولت ہمیں وہ راہ ہدایت ملی ہے جس پر چل کر ہم سیدھے جنت میں پہنچ سکتے ہیں۔ اور اگر ہم آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین پر عمل نہ کریں اور آپ ﷺ کے بتائے ہوئے راستے کو اختیار نہ کریں، تو ہم دنیا میں بھی بھٹک جائیں گے اور آخرت میں بھی معاذ اللہ جہنم کی سزا پائیں گے۔

(۳)..... آپ ﷺ سے محبت کی تیسری وجہ یہ ہے کہ جب آپؐ اپنی امت سے اتنی گہری محبت و شفقت

(۱)۔ [صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب اباحة اكل الثوم..... (ح-۲۰۵۳)]

رکھتے تھے کہ امت کی ہدایت کے لیے آپؐ نے پھر کھائے، طے سے، مزائیں برداشت کیں، گھر بار اور وطن چھوڑا، ہر طرح کا ظلم و ستم سہا تو آخر ہم کیوں نہ آپؐ کی محبت میں اتنی قربانی دیں۔ ہمیں تو اس سے بھی بڑھ کر آپؐ کی محبت و شفقت کا جواب دینا چاہیے۔

(۴)..... آپؐ سے گہری محبت کی چوتھی وجہ یہ ہے کہ ہمیں قیامت کے روز اپنے نبیؐ کا ساتھ نصیب ہو جائے اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی اللہ کے رسولؐ کے پاس آیا اور آ کر یہ سوال کیا:

((مَتَى السَّاعَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟)) ”اے اللہ کے رسول! قیامت کب آئے گی؟“

آپؐ نے اس سے پوچھا: ”تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟“ وہ کہنے لگا:

((مَا عَدَدْتُ لَهُمِنْ كَثِيرٍ صَلَاةٍ وَلَا صَوْمٍ وَلَا صَدَقَةٍ وَلَكِنِّي أَحْبَبْتُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ))

”میں نے قیامت کے لیے نماز، روزہ اور صدقہ و خیرات جیسی نیکیاں تو بہت زیادہ نہیں کیں، البتہ میں اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہوں۔ تو آپؐ نے اس سے فرمایا:

((أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحَبَّتِ)) ”پھر تو اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ تو محبت رکھتا ہے۔“^(۱)

ایک اور روایت میں حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم کسی اور بات سے اتنا خوش نہ ہوئے جتنا آنحضرتؐ کی اس بات سے ہوئے کہ: ((الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ))

”آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔“ پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

((فَأَنَا أَحِبُّ النَّبِيَّ وَأَهْلَهُ وَعَمَرَ وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ مَعَهُمْ بِحُبِّي إِيَّاهُمْ وَإِنْ لَمْ أَهْمَلْ بِمِثْلِ أَعْمَالِهِمْ))

”لہذا میں تو نبی کریمؐ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہوں تاکہ ان کے ساتھ محبت کرنے کی وجہ سے مجھے ان کا ساتھ نصیب ہو جائے اگرچہ میرے اعمال ان جیسے نہیں ہیں۔“^(۲)

(۵)..... آپؐ سے گہری محبت کی پانچویں وجہ یہ ہے کہ ہمیں اللہ کے رسولؐ سے اتنی محبت اس لیے کرنی چاہیے کہ اللہ ہم سے راضی ہو جائے اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ ہم اس کے محبوب پیغمبرؐ سے محبت کریں اور اس کی سنت پر عمل کریں۔

(۱) [صحیح بخاری، کتاب الادب، باب علامة الحب في الله..... (ح ۶۱۷۱)]

(۲) [صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب مناقب عمرؓ (ح ۳۶۸۸)]

[4]..... نبی کریم ﷺ سے اظہارِ محبت کا طریقہ

یہ بات تو پوری وضاحت سے ہمارے سامنے آچکی ہے کہ نبی کریم ﷺ سے محبت جزو ایمان ہے لیکن اس محبت کے اظہار کا طریقہ کیا ہے، یہ سوال بھی نہایت اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اظہارِ محبت میں بعض اوقات انسان ضروری حدود کو بھی پھلانگ جاتا ہے اور کسی ایسے قول و فعل کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے جو عقیدت و احترام کے منافی قرار پاتا ہے۔ اس لیے اظہارِ محبت جس طرح ضروری ہے اسی طرح یہ اس سے بھی زیادہ ضروری ہے کہ اظہارِ محبت کے لیے ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جو خود اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بتایا اور آپ کے صحابہؓ نے جسے اپنایا ہے۔ بلکہ بہتر ہوگا کہ اس سلسلہ میں صحابہ کی سیرتوں کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے کہ ان اولیں اور جاٹا رنفس نے حضورؐ سے اظہارِ محبت کا کیا طریقہ اختیار کیا کیونکہ ان سے بڑھ کر حضور ﷺ سے سچی محبت کرنے والا کوئی نہیں اس لیے کہ ان کی محبت و جاٹا رنی کی دلیل خود اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر دے دی کہ

﴿رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾ [سورة التوبة: ۱۰۰]

”اللہ ان سب سے راضی ہوا، اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔“

اگر صحابہ کو اللہ کے رسولؐ سے دلی محبت نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ ضرور ان کے اس نفاق کو قرآن میں کھول کر بیان کر دیتے لیکن پورا قرآن پڑھ جائیے، آپ کو صحابہؓ کے بارے تعریف و توصیف ہی کے کلمات ملیں گے۔ علاوہ ازیں صحابہؓ نے اظہارِ محبت کا وہی طریقہ اختیار کیا جو اللہ اور اس کے رسولؐ کو پسند تھا اور اس سلسلہ میں انہوں نے کوئی ایسا اقدام نہیں کیا جو اللہ اور اس کے رسولؐ کو ناپسند تھا۔ اس سلسلہ میں اگر کہیں ذرا سی بھی کوتاہی یا غلط فہمی ہوئی تو اللہ یا اس کے رسولؐ نے فوراً تنبیہ اور وضاحت فرمادی۔ یہ بھی واضح رہے کہ اگر صحابہؓ نے اظہارِ محبت و عقیدت کا کوئی طریقہ اختیار نہیں کیا جبکہ بظاہر اسے اختیار کرنے میں کوئی رکاوٹ بھی نہ تھی تو ان کے بعد تا قیامت ایسے کسی طریقے کو نبی سے اظہارِ محبت کے نام پر اختیار کرنا درست نہ ہوگا۔ مزید برآں آپ ﷺ سے اظہارِ محبت کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آپ کی اطاعت و اتباع کی جائے۔ آپ کی احادیث اور سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کیا جائے۔ آپؐ پر درود بھیجا جائے، بالخصوص اس وقت جب آپ کا نام نامی سنا، یا پڑھا جائے۔ اگلے صفحات میں ان میں سے بعض چیزوں کی تفصیل آ رہی ہے۔

[5]..... نبی کریم ﷺ سے محبت کے تقاضے اور علامتیں

محبت کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں، اگر انہیں پورا کیا جائے تو وہ بظاہر اس بات کی علامت بن جاتے ہیں کہ محبت کو اپنے محبوب سے محبت ہے۔ اگر ہم اللہ کے رسول ﷺ کو اپنا محبوب سمجھتے اور اپنے آپ کو محبت رسول قرار دیتے ہیں تو پھر ہمیں آنحضرت ﷺ سے محبت کے ضروری تقاضے بھی پورا کرنا ہوں گے۔ اس سلسلہ میں آئندہ سطور میں حب رسول کے چند اہم تقاضوں اور علامتوں کو ذکر کیا جا رہا ہے۔

(۱)..... اتباع و اطاعت:

نبی کریم ﷺ سے محبت کا سب سے پہلا تقاضا یہ ہے کہ آپ کی کامل اتباع و اطاعت کی جائے۔ یہ آپ سے اظہار محبت کا ایک بہترین طریقہ بھی ہے اور اس بات کی دلیل بھی کہ آپ ﷺ کی اطاعت و اتباع کرنے والے کو واقعی آپ ﷺ سے دلی محبت ہے۔ کیونکہ ایک شخص اگر کسی سے محبت کرتا ہے تو وہ اظہار محبت کے لیے اپنے محبوب کی بات ماننا اور اس کے نقش قدم پر چلتا ہے اور اسے اپنے لیے باعث فخر بھی سمجھتا ہے اور اگر اس کی محبت کا تعلق محض زبانی دعوے کی حد تک ہو تو اسے کوئی بھی سچا محبت تسلیم نہیں کرتا۔ یہی بات حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ایک روایت میں اس طرح بیان کی گئی کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يَكُونَ هَوَاهُ بَعَالِمًا جِئْتُ بِهِ))

”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش نفس اس چیز [دین] کے تابع نہ ہو جائے جو میں لے کر آیا ہوں۔“^(۱)

حضرت عبدالرحمن بن ابی قرا اور عمارتے ہیں کہ

((إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَوَضَّأَ يَوْمًا فَجَعَلَ أَصْحَابُهُ يَتَمَسَّحُونَ بِوَضُوئِهِ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ: مَا يَحْمِلُكُمْ عَلَىٰ هَذَا؟ قَالُوا حُبُّ اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُحِبَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أَوْ يُحِبَّهُ اللَّهُ وَرَسُولَهُ فَلْيَضْلِقْ حَدِيثَهُ إِذَا حَدَّثَكَ وَلْيُؤَدِّ أَمَانَتَهُ إِذَا أُوْتِمِنَ وَلْيُحْسِنِ جَوَارِمَ مَنْ جَاوَزَهُ))

(۱) [شرح السنة، کتاب الایمان: باب رد البدع والاهواء] (ج ۱۰، ص ۲۱۲، ۲۱۳)

”ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ وضو کرنے لگے تو آپ کے بعض صحابہ آپ کے وضو سے گرنے والے پانی کو لے کر اپنے جسموں پر ملنا شروع ہو گئے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے یہ معاملہ دیکھا تو ان سے پوچھا: تمہیں کس چیز نے ایسا کرنے پر آمادہ کیا ہے؟ وہ کہنے لگے: اللہ اور اس کے رسول کی محبت نے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کریں، یا وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرے تو اسے چاہیے کہ گفتگو میں ہمیشہ سچ بولے، جب اسے کوئی امانت دی جائے تو اس میں خیانت نہ کرے اور اپنے ہمسائے کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔“ (۱)

یعنی آنحضرت ﷺ کے جسم سے چھونے والی چیزوں مثلاً: جوتے، کپڑے، برتن، پانی وغیرہ کا احترام کافی نہیں اور نہ ہی یہ عمل حسب رسول کی پوری دلیل ہے بلکہ حسب رسول کا اصل تقاضا تو یہ ہے کہ آپ کی بتائی ہوئی تعلیمات پر عمل کیا جائے۔ اسی لیے آپ نے صحابہ کے مذکورہ بالا عمل پر واضح فرمادیا کہ اصل حسب رسول تو یہ ہے کہ جھوٹ، خیانت، ظلم اور اس جیسے دیگر اخلاقی سیئہ سے بچتے ہوئے سچ، امانت، عدل و انصاف وغیرہ جیسے اخلاقی حسن کو اپنایا جائے۔ دوسرے لفظوں میں آپ یہ کہنا چاہتا تھے کہ حسب رسول کا اصل تقاضا یہ ہے کہ میری تعلیمات پر عمل کیا جائے۔ یہی بات درج ذیل حدیث میں اس طرح بیان ہوئی ہے:

((عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ: مَنْ أَكَلَ طَيِّبًا وَعَمِلَ فِي سُنَّةٍ وَأَمِنَ النَّاسُ بِوَأَقَّةٍ دَخَلَ الْجَنَّةَ فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ هَذَا الْيَوْمَ فِي النَّاسِ لَكَثِيرٌ قَالَ فَسَبِّحُونَ فِي قُرُونِ بَعْدِي))

”حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے حلال و پاکیزہ کھایا اور سنت کے مطابق عمل کیا اور دوسرے لوگوں کو اس نے کوئی تکلیف نہ پہنچائی، تو وہ جنت میں جائے گا۔ یہ سن کر ایک آدمی کہنے لگا: اللہ کے رسول! یہ چیز تو آج ہمارے ہاں بہت سے لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں، مگر میرے بعد آنے والے وقتوں میں یہ بہت کم ہو جائے گی۔“ (۲)

رزق حلال کا اہتمام، سنت رسول پر عمل کا جذبہ اور دوسرے لوگوں کے لیے نرمی و رحمہ جی کا مظاہرہ، یہ سب اوصاف انسان کو جنت میں لے جاتے ہیں چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ کے دور میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں تو یہ اوصاف حمیدہ بہت نمایاں تھے مگر آپ نے پیشین گوئی فرمائی کہ بعد کے زمانے میں یہ اوصاف

(۱) [شعب الایمان للبیہقی، باب فی تعظیم النبی (ح ۱۰۳۳، ج ۲ ص ۲۰۱)]

(۲) [ترمذی، کتاب صفة القيامة، باب حدیث اعقلها و توکل..... (ح ۲۰۲۰)]

حسنہ ختم ہو کر رہ جائیں گے۔ دیکھ لیجیے اللہ کے رسول کی یہ پیش گوئی آج ہمارے سامنے پوری ہو چکی ہے، لوگوں میں حلال حرام کی تمیز ختم ہو کر رہ گئی ہے، جب رسول کا دعویٰ کرنے والے تو بہت ہیں مگر سنت رسول پر عمل کا جذبہ مرچکا ہے.....!!

(۲)..... مطالعہ حدیث و سیرت:

آپ ﷺ سے محبت کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ آپ کی احادیث اور سیرت و سوانح کا بخوشی اور بکثرت مطالعہ کیا جائے اور اس مقصد کے لیے آپ کی احادیث و سیرت طیبہ پر لکھی گئی مستند کتابوں کو منتخب کیا جائے۔ جب آپ کی احادیث و سیرت کا مطالعہ کیا جائے گا تو اس سے دو بڑے فائدے حاصل ہوں گے۔ ایک تو یہ کہ آپ نے اس امت کی فلاح و نجات کے لیے جو محنت و مشقت اٹھائی، اس کی پوری تصویر ہماری آنکھوں کے سامنے آ جائے گی اور اسے پڑھ کر آپ کے ساتھ ہماری محبت میں یقیناً اضافہ ہوگا۔

دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ آپ کی اطاعت و اتباع ہمارے لیے آسان ہو جائے گی کیونکہ جب تک یہ معلوم نہ ہو سکے کہ انفرادی و اجتماعی طور پر زندگی کے سیاسی، معاشی، نجی و خانگی اور معاشرتی و تمدنی معاملات میں آپ کی ہدایات کیا ہیں، تب تک ان معاملات میں آپ کی اطاعت و اتباع کی ہی نہیں جاسکتی اور ظاہر ہے آپ کی احادیث اور سیرت و سوانح کے مطالعہ ہی سے ہمیں ان چیزوں سے واقفیت ہوگی۔

(۳)..... نبی علیہ السلام کی محبت کی خواہش اور آپ کے دیدار کا شوق:

نبی کریم ﷺ سے محبت کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ آپ کے دیدار کی خواہش کی جائے، کیونکہ خود آپ نے اپنے دیدار کی خواہش کو اپنی محبت کی ایک علامت قرار دیا ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((مِنْ أَشَدِّ أُمَّتِي إِلَى حُبِّهَا نَاسٌ يَكُونُونَ بَعْدِي يَوْمَ أَخْلَعُهُمْ لُورَ آيِي بِأَهْلِهِ وَمَالِهِ))

”مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے میری امت کے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد آئیں گے اور ان کی یہ خواہش ہوگی کہ وہ میرا دیدار کر لیں خواہ اس کے لیے انہیں اپنے اہل و عیال اور مال و دولت کی قربانی ہی کیوں نہ دینا پڑے۔“ (۱)

جب آپ ﷺ اپنے دیدار کی خواہش کرنے والے کو خود ہی اپنا محبت قرار دے رہے ہیں، تو ان لوگوں

(۱) [صحیح مسلم، کتاب الحنة، باب فیمن یؤد رؤیة النبی باہلہ و مالہ (ج ۲۸۳۲)]

کا کیا مقام ہوگا جنہوں نے اپنی حیات میں آپ کا دیدار کیا اور بارہا کیا.....!!

اس بارے حضرت عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((طُوبَى لِمَنْ رَأَى رَأْبِي وَطُوبَى لِمَنْ رَأَى مَنْ رَأَى مِنْ رَأْبِي وَلِمَنْ رَأَى مَنْ رَأَى مِنْ رَأْبِي وَآمَنَ بِئِي))

”اس شخص کے لیے [جنت کی] خوش خبری ہے جس نے مجھے دیکھا اور خوشخبری ہے اس شخص کے لیے

جس نے مجھے دیکھنے والے [یعنی میرے کسی صحابی] کو دیکھا اور خوشخبری ہے اس شخص کے لیے جس نے

اس شخص کو دیکھا، جس نے مجھ پر ایمان لانے والے کسی صحابی کو دیکھا ہے۔“^(۱)

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ

((طُوبَى لِمَنْ رَأَى وَآمَنَ بِئِي وَطُوبَى سَبْعَ مَرَّاتٍ لِمَنْ لَمْ يَرِنِي وَآمَنَ بِئِي))

”اس شخص کے لیے [جنت کی] خوشخبری ہے جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لے آیا۔ اور اس شخص

کے لیے تو سات مرتبہ خوشخبری ہے جس نے مجھے دیکھا نہیں مگر پھر بھی مجھ پر ایمان لے آیا۔“^(۲)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آنحضرت ﷺ سے اتنی محبت تھی کہ وہ آپ ﷺ کے دیدار اور آپ کی صحبت نشینی کی ہر وقت شدید تمنار کھتے تھے، بطور مثال چند واقعات ملاحظہ فرمائیں:

☆..... بعض روایات میں آتا ہے کہ ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا:

اے اللہ کے رسول! میں بغیر کسی شک کے یہ کہتا ہوں کہ آپ مجھے میری جان سے بڑھ کر عزیز ہیں اور

میری اولاد سے بھی زیادہ آپ مجھے محبوب ہیں اور سچی بات ہے کہ جب میں گھر پر ہوتا ہوں اور آپ کی

یاد مجھے ستاتی ہے تو جب تک میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کا دیدار نہ کر لوں، مجھے اطمینان

اور چین نہیں آتا لیکن جب مجھے اپنی اور آپ کی موت یاد آتی ہے تو میں جان لیتا ہوں کہ آپ تو جنت

میں انبیاء کے ساتھ ہوں گے مگر میں جنت میں داخل ہوا بھی، تو آپ کا وہاں دیدار ہی نہ کر سکوں گا۔

[یعنی آپ تو بلند تر مقام پر ہوں گے اور میری وہاں تک رسائی نہ ہوگی، اس بات سے مجھے فکر لاحق ہوتی

ہے کہ جنت میں جب آپ کی یاد آئے گی تو میں آپ کا دیدار کیسے کروں گا؟]

آپ نے ابھی اپنے اس محبت کو کوئی جواب نہ دیا تھا کہ حضرت جبریلؑ یہ آیت لے کر نازل ہو گئے:

﴿ وَمَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصَّالِحِينَ وَالشَّاهِدِينَ ﴾

(۱) [حاکم (۸۶/۳) مجمع الزوائد (۲۰/۱۰) السلسلة الصحيحة (ح ۱۲۵۴) (۲) [الصحيحه (ح ۱۲۴۱)]

وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا ﴿سورة النساء: ۶۹﴾

”اور جو بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرے، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے، جیسے نبی اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ، یہ بہترین رفیق ہیں۔“ (۱)

یعنی جسے اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ محبت ہوگی، اسے جنت میں بھی حضور کا ساتھ نصیب ہو جائے گا۔ یا اللہ! تو جانتا ہے کہ ہمیں بھی تیرے رسول کے ساتھ محبت ہے، پس تو ہمیں بھی روز آخرت اپنے حبیب کا ساتھ نصیب فرما، آمین یا رب العالمین!

☆..... حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی فرماتے ہیں کہ

((كُنْتُ أَبِيثَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ فَاتَيْتُهُ بَوْضُوئِهِ وَحَاجْتِهِ فَقَالَ لِي سَلْ أَفَقُّتْكَ لِي سَلْ أَفَقُّتْكَ مَرَّافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ قَالَ أَوْغَيْرَ ذَلِكَ؟ قُلْتُ هُوَ ذَلِكَ أَقَالَ فَأَعْنِي عَلَى نَفْسِكَ بِكُفْرَةِ السُّجُودِ))

”میں اللہ کے رسول ﷺ کے ہاں رات بسر کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ میں آپ کے لیے وضو کا پانی اور اشیائے حاجت لے کر حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے فرمایا: ربیعہ! کوئی فرمائش ہے تو پیش کرو۔ ربیعہ کہتے ہیں میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں جنت میں آپ کا ساتھ مانگتا ہوں۔ آپ نے کہا: کوئی اور بھی فرمائش ہے؟ میں نے کہا نہیں، تو آپ نے فرمایا کہ پھر اس فرمائش کے پورا کروانے میں بہت زیادہ نوافل پڑھ کر میری مدد کرو۔“ (۲)

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کو اپنی حیات میں بھی اللہ کے رسول ﷺ سے شدید محبت تھی اور آپ کے دیدار کے وہ متنی رہتے تھے اور وفات کے بعد بھی وہ آپ کا ساتھ چاہتے تھے۔ ہم لوگ چونکہ آپ کی زیارت سے محروم رکھے گئے ہیں اس لیے ہمیں آپ کی زیارت کی خواہش ضرور رکھنی چاہیے۔ ہو سکتا ہے اس زندگی میں اللہ تعالیٰ جسے چاہیں بذریعہ خواب اپنے نبی کی زیارت کی سعادت نصیب فرمادیں۔ علاوہ ازیں ہمیں ایسے اعمال بجالانے چاہئیں جن سے قیامت کے روز ہمیں آپ ﷺ کا ساتھ نصیب ہو جائے۔

خواب میں نبی کریم کی زیارت کے لیے بعض گمراہ کن طریقے:

ان بات میں شک نہیں کہ اللہ جسے چاہیں خواب میں اپنے پیغمبر کا دیدار کروادیں اور یہ دیدار کرنے والے کے لیے بڑے نصیب کی بات ہے مگر شیطان نے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے یہ موقع بھی خالی نہیں جانے

(۱) | مجمع الزوائد (۲/۲) | المعجم الصغير (۲۶/۱) | الصحيح المسند من اسباب النزول (ص ۶۶) | لسبقيل بن هادي |

(۲) | صحيح مسلم، كتاب الصلاة: باب فضل السجود (۴۸۹) | ابو داؤد، كتاب التطوع (ج ۱۳۱۶) |

دیا۔ بہت سے لوگوں کے بارے ہم نے سنا اور دیکھا ہے کہ وہ حضورؐ کے دیدار کروانے کے نام پر خود بھی گمراہانہ کام کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی گمراہی میں دھکیل رہے ہیں۔ یہ لوگ جادوئی عملیات کے سہارے، جنات و شیاطین کی مدد لے کر، یا نفسیاتی طور پر ہپنٹائٹاز کر کے لوگوں کو یہ باور کرواتے ہیں کہ انہیں نہ صرف خواب میں بلکہ جیتے جاگتے بھی اللہ کے رسولؐ کا دیدار کروایا جاسکتا ہے۔ اس مقصد کے لیے آنے والے سے بعض اوقات کفریہ و شرکیہ عمل بھی کروائے جاتے ہیں اور لمبے لمبے مراقبے بھی۔ ان مراقبوں کے دوران کئی نمازیں بھی ضائع کی جاتی ہیں۔ آپ خود ہی یہ فیصلہ کر لیجیے کہ زیارتِ مصطفیٰؐ کے نام پر ایسا طریقہ اختیار کرنا جس سے کفر و شرک کی بو بھی آئے اور فرض نمازیں بھی ضائع ہوں، درست ہو سکتا ہے.....!؟

پھر یہ بھی یاد رہے کہ اللہ کے رسولؐ نے ہرگز کوئی ایسا وظیفہ نہیں بتایا کہ جسے پڑھ کر آپ جب چاہیں، حضورؐ کا دیدار فرمائیں۔ اگر کوئی اس بات کا دعویٰ کرے تو اس سے صرف اتنا پوچھ لیجیے کہ اس دعوے کی تصدیق قرآن کی کس آیت یا اللہ کے رسولؐ کی کس حدیث سے ہوتی ہے؟ اس کے پاس اس کا کوئی جواب نہ ہوگا.....! اسی طرح یہ بھی یاد رکھیں کہ جسے خواب میں اللہ کے رسولؐ کا دیدار نہ ہو، یہ اس کے ایمان کی خرابی کی علامت نہیں ہے اور نہ ہی قرآن یا کسی صحیح حدیث میں اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ زندگی میں ایک آدھ مرتبہ اللہ کے رسولؐ کا دیدار لازمی ہونا چاہیے۔ اگر ایسا ہے تو پھر تابعین سے لے کر آج تک ان ہزاروں، لاکھوں پختہ ایمان والوں کے بارے کیا کہا جائے گا جنہوں نے اللہ کے رسولؐ کے دیدار کے لیے نہ تو چلے کائے اور نہ کوئی خاص وظیفہ کیے اور نہ ہی انہوں نے حضورؐ کے دیدار کا دعویٰ کیا بلکہ آپؐ کے دیدار اور زیارت سے محرومی کی حالت ہی میں فوت ہو گئے.....!!

زیارتِ مصطفیٰؐ کے سلسلہ میں مجھے ایک دلچسپ بات یاد آگئی وہ بھی ذرا ملاحظہ فرمائیے۔ میرے ایک دوست کا قریبی رشتہ دار جو نماز روزے وغیرہ کے معاملے میں تو بس کمزور ہی تھا مگر اس بات کا بڑا مشتاق تھا کہ اسے خواب یا بیداری میں کسی طرح اللہ کے رسولؐ کا دیدار نصیب ہو جائے۔ اس مقصد کے لیے اسے جو کہا جاتا وہ کر گزرتا۔ اگر کسی کے بارے علم ہوتا کہ اسے اللہ کے رسولؐ کا دیدار نصیب ہوا ہے تو اس کے پاس پہنچ جاتا، تاکہ اسے بھی وہ فارمولہ ہاتھ آجائے جس کی مدد سے یہ بھی جب چاہے اللہ کے رسولؐ کا دیدار کر لیا کرے۔ اسی تنگ و دو میں وہ ایک گمراہ آدمی کے ہتھے چڑھ گیا اور عجیب و غریب عملیات اور وظیفے کرنے لگا۔ بالآخر چار سال کی طویل جدوجہد کے بعد ایک مرتبہ اس نے یہ کہہ ہی دیا کہ میں بھی اللہ

کے رسولؐ کے دیدار کی سعادت پا چکا ہوں اور ایک مرتبہ نہیں بلکہ چار مرتبہ مجھے یہ سعادت حاصل ہوئی ہے۔ میں نے جب بھی اس بارے اس سے گفتگو کرنا چاہی، اس نے انکار کر دیا۔ میں نے اس سے کہا کہ مجھے صرف یہ بتا دو کہ اللہ کے رسولؐ کا چہرہ کیسا تھا۔ اس نے اللہ کے رسولؐ کے چہرے کی وضع قطع بتانا شروع کر دی، اسی دوران وہ کہنے لگا کہ اللہ کے رسولؐ کے چہرہ مبارک پر داڑھی نہیں تھی۔ میں نے جب یہ بات سنی تو اس سے کہا بس کرو، مجھے علم ہو گیا ہے کہ تم نے اللہ کے رسولؐ کو نہیں دیکھا کیونکہ صحیح احادیث میں یہ بات موجود ہے کہ اللہ کے رسولؐ کے چہرہ مبارک پر داڑھی تھی۔ یہ بغیر داڑھی والا ممکن ہے کوئی اور ہو مگر اللہ کا رسولؐ نہیں ہو سکتا۔ بعد میں مجھے یقین ہو گیا کہ شیطان اسے گمراہی کی طرف لے جا رہا ہے کیونکہ اس نے یہ کہتے ہوئے داڑھی منڈوا دی تھی کہ ”مجھے خواب میں جو نبی دکھائی دیا ہے وہ داڑھی منڈا تھا، لہذا داڑھی رکھنا سنت رسولؐ نہیں ہے۔“ [استغفر اللہ.....!!!]

(۴)..... ذکر و نعت:

آپ ﷺ سے محبت کی ایک علامت ہے آپؐ کا ذکر اور آپ کی نعت۔ آپ کے ذکر و نعت کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو اچھے الفاظ سے یاد کیا جائے۔ آپ کی تعریف کی جائے۔ آپ کی مدح میں نعت لکھی یا کہی جائے۔ یاد رہے کہ آپؐ کا ذکر و نعت خود ہماری ضرورت ہے، اللہ کے رسولؐ اس کے محتاج نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ فرمایا ہے: ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾

”ہم نے آپ ﷺ کا ذکر بلند کر دیا ہے۔“ [سورۃ الانشراح: ۴]

یعنی اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ پر خصوصی فضل فرمایا اور آپ کے ذکر کا آوازہ بلند کرنے کی خود ذمہ داری اٹھائی۔ یہ بات اللہ تعالیٰ نے اس وقت کہی جب نبی اکرم ﷺ پر بہت تھوڑے لوگ ایمان لائے تھے اور لوگوں کی کثرت آپ کے مخالف تھی بلکہ وہ آپ کو معاذ اللہ نیست و نابود کر دینے کے درپے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ان حالات ہی میں آپ کو یہ پیش گوئی فرمادی کہ آپ کا چرچا، چار سوسو ہو گا اور یہ ہماری ذمہ داری ہے، چنانچہ اس ذمہ داری کو پورا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے نہ صرف حضور ﷺ کو فتوحات سے نوازا اور آپ کا دین دنیا کے کونے کونے تک پہنچایا بلکہ اس کے ساتھ آپ کا نام بھی رہتی کائنات تک زندہ کر دیا۔

اذان، نماز، قرآن اور دین کے ہر اہم معاملے میں آپ کا نام مبارک شامل کر دیا گیا۔ آج دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہیں جہاں مسلمان آباد نہ ہوں اور جہاں جہاں مسلمان آباد ہیں، وہاں پانچ وقت نماز پڑھی جاتی

اور اذان کہی جاتی ہے، اذان میں دو مرتبہ اور نماز میں اس سے زیادہ مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ کا نام لیا جاتا ہے۔ اذان اور نماز کا وقت پوری دنیا میں مختلف ہے اور دن رات کا کوئی حصہ ایسا نہیں جب دنیا میں کہیں نہ کہیں اذان یا نماز کا وقت نہ ہو۔ گویا پوری دنیا میں کسی نہ کسی وقت اللہ کے رسول ﷺ کی رسالت کا اقرار کیا جا رہا ہوتا ہے۔ دنیا ہی نہیں آسمان پر فرشتوں کی محفل میں اللہ تعالیٰ بھی آپ ﷺ کا تذکرہ کرتے اور آپ پر اپنی رحمتیں بھیجتے ہیں..... صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم!

آپ ﷺ کا نام ”مَحَمَّدٌ“ قرآن مجید میں چار مرتبہ آیا ہے۔ اس نام کے پانچ حروف ہیں اور قرآن مجید کے ایک حرف پڑھنے پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔ اس نیت کے ساتھ ایک مرتبہ اگر لفظ مُحَمَّدٌ کہا جائے تو پچاس نیکیاں ملتی ہیں۔ اس لیے آپ ﷺ کا نام نامی اسم گرامی جہاں مسلمان عقیدت و احترام سے لیتے ہیں، وہاں وہ اسے باعثِ اجر بھی سمجھتے ہیں۔ یہ بھی آپ ﷺ کے رفعتِ ذکر کی ایک علامت ہے۔

آنحضرت ﷺ کا ذکر اور آپ کی نعت جہاں آپ سے محبت کی علامت ہے، وہاں اس سلسلہ میں افراط و تفریط بھی پائی جاتی ہے۔ اردو، عربی، فارسی، انگریزی اور دیگر زندہ زبانوں میں آپ ﷺ کی شان رسالت میں لکھی گئی نعتوں میں کئی نعتیں ایسی بھی ہیں جن میں آپ ﷺ کی شان میں حد سے زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے۔ بعض جگہ تو شاعر آپ ﷺ کی شان اس مبالغہ آرائی سے بیان کرتا ہے کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا ہمسرو شریک بنا چھوڑتا ہے۔ ظاہر ہے ایسی ہر بات اسلام کے عقیدہٴ توحید کے منافی ہے اور خود نبی اکرم ﷺ بھی ایسی کوئی بات برداشت نہیں کرتے تھے جس کی عقیدہٴ توحید پر زد پڑتی خواہ وہ بات آپ ہی کی شان میں کیوں نہ کہی جا رہی ہوتی مثلاً ایک مرتبہ آپ کے سامنے آپ کی شان میں یہ شعر پڑھا گیا:

((وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدِي))

”اس وقت ہمارے درمیان وہ نبی موجود ہیں جنہیں آنے والے دنوں کی باتیں بھی معلوم ہیں۔“^(۱)

اس پر نبی اکرم نے منع کرتے ہوئے فرمایا: ”یہ نہ کہو۔“ کیونکہ اس شعر میں آپ کے بارے علم غیب کا دعویٰ کیا گیا تھا جبکہ آپ ہی نے ہمیں بتایا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی غیب دان نہیں۔ اس لیے آپ نے اس طرح کی بات پر فوراً ٹوک دیا۔ اگر آپ غیب دان ہوتے تو آپ اس شعر پر ہرگز نہ ٹوکتے بلکہ اس کی تائید ہی فرماتے۔ یہ الگ بات ہے کہ اللہ جب چاہتے، بذریعہ وحی اپنے نبی کو غیب کی کسی بات سے مطلع کر دیتے۔

(۱) [صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب ضرب الدفخی النکاح (ج-۵۱۴۷)]

[6]..... نبی کریم ﷺ پر درود و سلام بھیجنا

قرآن مجید میں نبی کریم ﷺ کی بابت ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾

”اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی پر صلاۃ [درود] بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم [بھی] ان پر صلاۃ [درود] بھیجو اور خوب سلام [بھی] بھیجتے رہا کرو۔“ [سورۃ الاحزاب: ۵۶]

اس آیت میں نبی اکرم ﷺ پر صلاۃ و سلام پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور ساتھ یہ بھی بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے بھی نبی پر صلاۃ و سلام بھیجتے ہیں۔ آپ پر اللہ اور فرشتوں کے صلوٰۃ و سلام بھیجنے کا کیا مطلب ہے اور ہم آپ پر کس طرح صلاۃ و سلام بھیجیں، اس کی وضاحت کے لیے درج ذیل تفسیر ملاحظہ فرمائیں:

”صلاۃ کا لفظ جب علی کے صلہ کے ساتھ آتا ہے تو اس کے تین معنی ہوتے ہیں۔ ایک کسی پر مائل ہونا، اس کی طرف محبت کے ساتھ متوجہ ہونا اور اس پر جھکنا۔ دوسرے کسی کی تعریف کرنا۔ تیسرے کسی کے حق میں دعا کرنا۔ یہ لفظ جب اللہ تعالیٰ کے لیے بولا جائے گا تو ظاہر ہے کہ تیسرے معنی میں نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ کا کسی اور سے دعا کرنا قطعاً ناقابل تصور ہے۔ اس لیے لامحالہ وہ صرف پہلے دو معنوں میں ہوگا لیکن جب یہ لفظ بندوں کے لیے بولا جائے گا، خواہ وہ فرشتے ہوں یا انسان تو وہ تینوں معنوں میں ہوگا۔ اس میں محبت کا مفہوم بھی ہوگا، مدح و ثنا کا مفہوم بھی اور دعائے رحمت کا مفہوم بھی۔ لہذا اہل ایمان کو نبی ﷺ کے حق میں صَلُّوا عَلَيْهِ کا حکم دینے کا مطلب یہ ہے کہ تم ان کے گرویدہ ہو جاؤ، ان کی مدح و ثنا کرو، اور ان کے لیے دعا کرو۔ سَلَام کا لفظ بھی دو معنی رکھتا ہے۔ ایک ہر طرح کی آفات اور نقائص سے محفوظ رہنا، جس کے لیے ہم اردو میں سلامتی کا لفظ بولتے ہیں۔ دوسرے صلح اور عدم مخالفت۔ پس نبی ﷺ کے حق میں سَلِّمُوا تَسْلِيمًا کہنے کا ایک مطلب یہ ہے کہ تم ان کے حق میں کامل سلامتی کی دعا کرو۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ تم پوری طرح دل و جان سے ان کا ساتھ دو، ان کی مخالفت سے پرہیز کرو اور ان کے سچے فرمانبردار بن کر رہو۔ یہ حکم جب نازل ہوا تو متعدد صحابہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ، سلام کا طریقہ تو آپ ہمیں بتا چکے ہیں (یعنی نماز میں

السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ اور ملاقات کے وقت السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ کہنا) مگر آپ پر صلاۃ بھیجنے کا طریقہ کیا ہے؟ اس کے جواب میں حضور ﷺ نے بہت سے لوگوں کو مختلف مواقع پر درود سکھائے ہیں۔“ [تفہیم القرآن، از مولانا مودودی (ج ۳ ص ۱۲۳، ۱۲۵)]

درود کے صحیح الفاظ:

نبی اکرم پر کن الفاظ میں درود پڑھا جائے، اس بارے خود آپ نے اپنے صحابہ کو مختلف درود سکھائے ہیں۔ بعض اہل علم نے درود سے متعلقہ روایات کو جمع کرنے کی بھی کوشش کی ہے مثلاً حافظ ابن قیم نے اس موضوع پر جلاء الافہام فی الصلاۃ والسلام علی خیر الانام کے نام سے ایک عمدہ کتاب لکھی جس کا درود ترجمہ بھی دستیاب ہے۔ اس میں مصنف نے درود سے متعلقہ احادیث اور علمی نکات جمع کر دیے ہیں۔

درود و سلام کے سلسلہ میں اس بات کا خاص اہتمام کیا جائے کہ درود کے لیے وہی الفاظ [یعنی استعمال کیے جائیں جن کا ثبوت صحیح احادیث سے مل جائے۔ بعض لوگوں نے اپنی طرف سے کئی درود بنا رکھے ہیں، اور خود ہی ان کی من مانی فضیلتیں بھی بیان کر دی ہیں۔ دین کے نام سے کوئی عمل ایجاد کر لینا یقیناً بہت بڑی جسارت ہے۔ ایسے لوگوں کو اللہ کے حضور جو سزا ملے گی وہ تو ضرور ملے گی، تاہم جان بوجھ کر احادیث سے ثابت شدہ درود چھوڑ کر لوگوں کے بنائے ہوئے ایسے درود (جن پر ثواب کی مہر میں بھی انہوں نے لگا رکھی ہوں) پڑھنے والے کو بھی اجر و ثواب کی بجائے گناہ ہی حاصل ہوگا!.....

ذیل میں صرف وہ ایک درود ذکر کیا جا رہا ہے جو بخاری و مسلم کی صحیح احادیث سے ثابت ہے اور بالاتفاق جسے نماز میں بھی پڑھا جاتا ہے، ہمارے نزدیک سب سے بہتر یہی درود ہے۔ اللہ کے رسول نے بھی صحابہ کو یہی درود سکھایا تھا۔ مختلف روایتوں میں اس کے الفاظ میں کچھ فرق اور تقدیم و تاخیر بھی ہے، مگر مجموعی طور پر اس کا مفہوم قریب قریب ہے اور وہ درود یہ ہے:

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ))

”یا اللہ! رحمت نازل فرما حضرت محمد پر اور ان کی آل پر جس طرح تو نے رحمت فرمائی حضرت ابراہیم

علیہ السلام اور ان کی آل پر۔ بے شک تو تعریف والا اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! برکت فرما حضرت محمدؐ اور ان کی آل پر جس طرح تو نے برکت نازل فرمائی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر۔ بلا شبہ تو تعریف والا اور بزرگی والا ہے۔“ (۱)

دروود و سلام کی فضیلت:

دروود و سلام کی فضیلت کے سلسلہ میں بہت سی احادیث مروی ہیں، چند صحیح احادیث ملاحظہ ہوں:

(۱)..... ((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ قَالَ: مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرًا)) (۲)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا: ”جس شخص نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔“ ایک روایت میں اس طرح ہے:

(۲)..... ((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً وَاحِدَةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ وَحُطَّتْ عَنْهُ عَشْرُ خَطِيئَاتٍ وَرَفَعَتْ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ))

”جس شخص نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں، اور اس کے دس گناہ معاف فرمادیتے ہیں اور اس کے دس درجات بلند فرمادیتے ہیں۔“ (۳)

(۳)..... ((عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ قَالَ: أَوْلَى النَّاسِ بِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً))

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”قیامت کے روز میرے سب سے نزدیک وہ ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھتا ہے۔“ (۴)

(۴)..... ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ نے سنا کہ ایک آدمی اپنی نماز میں دعا کر رہا ہے مگر اس نے دعا میں نہ اللہ کی حمد و ثناء بیان کی اور نہ آپؐ پر درود و سلام بھیجا تو آپؐ نے فرمایا کہ اس نے جلد بازی سے کام لیا۔ پھر اللہ کے رسولؐ نے لوگوں کو دعا [کے آداب] کے بارے میں تعلیم دی۔ اس کے بعد ایک مرتبہ رسول اللہ نے ایک اور آدمی کو نماز پڑھتے ہوئے سنا کہ اس نے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھا

(۱) [صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء (باب ۱۰، ح ۳۳۷۰) صحیح مسلم (ح ۴۵۰)]

(۲) [صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب الصلاة على النبي..... (ح ۴۰۸)]

(۳) [سنن نسائی، کتاب السهو، باب الفضل في الصلاة على النبي (ح ۱۲۹۸) مستدرک حاکم (ج ۱ ص ۱۶۷)]

(۴) [جامع ترمذی، کتاب الوتر، باب ماجاء في فضل الصلاة..... (ح ۴۸۴) فتح الباری (ج ۱ ص ۱۶۷)]

[پھر دعا کرنے لگا] تو اللہ کے رسول ﷺ نے اس کے لیے فرمایا:

((أُدْعُ تُحِبُّ وَسَلُّ تُعْطُ))

”دعا کرو تمہاری دعا قبول ہوگی، اور مانگو، تمہاری مراد اللہ پوری کرے گا۔“^(۱)

(۵)..... حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں آپؐ پر بکثرت درود و سلام بھیجتا ہوں، مجھے بتائیے کہ میں اپنی دعا میں سے کتنا وقت درود و سلام کے لیے مختص کروں؟ آپؐ نے فرمایا: جتنا تم چاہو، میں نے عرض کیا: ایک چوتھائی کافی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جتنا تم چاہو، اگر اس سے بھی زیادہ کرو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا۔ میں نے کہا: آدھا کافی ہے؟ آپؐ نے پھر فرمایا: جتنا تم چاہو، میں نے کہا دو تہائی؟ آپؐ نے پھر یہی فرمایا کہ جتنا تم چاہو۔ پھر میں نے کہا کہ ((أَجْعَلْ لَكَ صَلَاتِي كُلَّهَا))

”میں اپنی دعا کا سارا وقت آپؐ پر درود و سلام کے لیے مختص کرتا ہوں۔“ تو آپؐ نے فرمایا:

((إِذَا تَكْفَى هَمُّكَ وَيُغْفِرُ لَكَ ذَنْبَكَ))^(۲)

”پھر تو تمہاری ساری پریشانیاں دور ہو جائیں گی اور تمہارے سارے گناہ بھی معاف ہو جائیں گے۔“

(۶)..... ((عن ابی ہریرہ فقال قال رسول اللہ: رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرَتْ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ))

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”وہ شخص ذلیل ہو جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔“^(۳)

(۷)..... ((عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: الْبَخِيلُ الَّذِي مَنْ ذُكِرَتْ عِنْدَهُ

فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ))

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”وہ شخص بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔“^(۴)

(۱) [نسائی، کتاب السہو، باب التمجید و الصلاة ... (ح-۱۲۸۵) احمد (۱۸/۶) صفة الصلاة للابن (ص ۱۰۸)]

(۲) [مستدرک حاکم (ج ۲ ص ۴۲۱) ترمذی، کتاب صفة القيامة، باب في الترغيب في ذكر الله وذكر الموت و

فضل اكلت الصلاة على النبي (ح-۲۶۵۷) احمد (ج ۵ ص ۱۳۶)]

(۳) [ترمذی، کتاب الدعوات: باب رغم النّف رجل ذكّرت عنده..... (ح-۳۵۴۵) مستدرک حاکم (۵۴۹/۱)]

(۴) [ترمذی، ایضاً (ح-۳۵۴۶) مستدرک احمد (ج ۱ ص ۲۰۱)]

[7]..... آپ ﷺ کی محبوب چیزوں سے محبت اور مبغوض چیزوں سے نفرت

آنحضرت ﷺ سے محبت کی ایک علامت یہ ہے کہ ان تمام چیزوں سے محبت کی جائے جن سے آپ محبت کرتے تھے اور ان تمام چیزوں سے نفرت کی جائے جن سے آپ نفرت کرتے تھے۔ اور یہ بات یاد رہے کہ آپ کو اچھے اور نیک کام مثلاً سچائی، حلم و بردباری، نماز، روزہ، خوشبو، داڑھی، مسواک وغیرہ سے محبت تھی جبکہ گناہ اور برے کام مثلاً نشہ آور اشیاء، بد اخلاقی، گالی گلوچ اور کفر و شرک وغیرہ سے نفرت تھی۔ آپ کی محبوب اور مبغوض چیزوں کی تفصیلات کتب سیرت میں ملتی ہیں۔ یہاں ان کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا، تاہم اس موضوع کی تفصیلات کے لیے ہماری دو کتابوں: (۱) انسان اور نیکی (۲) انسان اور گناہ کا مطالعہ مفید رہے گا۔

حضور علیہ السلام کی محبت میں سگ مدینہ کہلانا:

بعض لوگ آپ ﷺ سے محبت میں آپ کے شہر مدینہ کی ہر چیز سے محبت کا اظہار کرتے ہیں حتیٰ کہ وہاں کے کتوں سے بھی محبت کا اظہار کرتے ہوئے اپنے آپ کو سگ مدینہ (یعنی مدینہ کا کتا) کہلانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ محبت رسول میں غلو ہے لہذا اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اور دیگر مخلوقات کے مقابلے میں انسان کا انسان ہونا ہی باعث شرف ہے۔ اگر کوئی شخص انسان ہونے کے باوجود اپنے آپ کو جانوروں سے مشابہت دے تو وہ گویا اللہ کے عطا کردہ شرف کی بے حرمتی کرتا ہے۔ اللہ ہدایت دے۔

یہ بھی یاد رہے کہ کتا ایک ایسا جانور ہے کہ جس گھر میں یہ موجود ہو وہاں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے اور جس برتن میں کتا منہ ڈال دے اسے سات مرتبہ دھونے کا حکم دیا گیا ہے۔ اب ایک ایسا جانور جس سے کھانے پینے کی چیزیں دور رکھنے کا حکم دیا گیا ہو، جسے گھروں اور مسجدوں میں داخل ہونے سے روکا جا رہا ہو، اس کے ساتھ مشابہت کتنی بد بختی کی بات ہے۔ بعض بد بختوں اور نافرمانوں ہی کی آنحضرت نے اس جانور کے ساتھ مثال دی ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ

نے فرمایا:

((الْعَالَمِيُّ هَيْبَةُ كَالْكَلْبِ يَعُوذُ فِي قَيْبِهِ، لَيْسَ لِنَامِلِ السُّوءِ))

”تحفہ دے کر اسے واپس مانگنے والا ایسے ہی ہے جیسے وہ کتا جوتے کر کے اسے چاٹنا شروع کر دیتا ہے،

ہمیں چاہیے کہ اس بری مثال کا مصداق بننے سے بچیں۔“^(۱)

اللہ کے رسول ﷺ تو کتے کی مثال بننے سے منع کریں مگر اس کے باوجود اشرف المخلوقات سے تعلق رکھنے

والا کوئی انسان اگر سگ مدینہ کہلانے میں فخر محسوس کرے تو پھر اللہ ہی اسے ہدایت دے.....!!

[8]..... نبی کریم ﷺ کی سنت کی نصرت و محافظت

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے کامیابی پانے والوں کی علامات کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِئُونَهُ مَكْنُوبًا عِنْدَهُمْ..... فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ

وَعَزَّزُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [الاعراف: ۱۵۷]

”جو لوگ ایسے رسول نبی امی کی اتباع کرتے ہیں جن کا ذکر وہ اپنے پاس تورات و انجیل میں لکھا ہوا پاتے

ہیں..... سو جو لوگ اس نبی پر ایمان لاتے ہیں، اور ان کی حمایت کرتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں اور اس

نور [قرآن] کی اتباع کرتے ہیں جو اسکے ساتھ بھیجا گیا ہے، ایسے لوگ ہی کامیاب ہونے والے ہیں۔“

اس آیت میں اگرچہ نبی ﷺ کی زندگی میں آپ کی نصرت کا ذکر ہے مگر نبی کی رحلت کے بعد اس نصرت

کی صورت یہ ہے کہ آپ کی سنت کی نصرت و محافظت کی جائے۔ یہ آپ سے اظہار محبت کا ایک طریقہ بھی

ہے اور آپ پر ایمان لانے کا تقاضا اور مطالبہ بھی۔ یہی بات قرآن میں ایک جگہ اس طرح بیان ہوئی ہے:

﴿إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا لِّتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزُّوهُ وَتُقَرِّوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً

وَاصْبِلًا﴾ [سورة الفتح: ۹۰۸]

” (اے نبی!) یقیناً ہم نے تجھے گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے

تاکہ (اے مسلمانو!) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کا ادب کرو اور صبح

و شام اللہ کی پاکی بیان کرو۔“

(۱) [نسائی، کتاب الہبۃ، باب ذکر الاختلاف علی طایوس فی الرجوع فی ہبتہ۔ ترمذی، کتاب الہبۃ]

اس آیت میں بھی ایمان والوں کو اللہ کے رسول ﷺ کی مدد کا حکم دیا گیا ہے، آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں تو آپ کے صحابہؓ نے اس قرآنی حکم کو کما حقہ پورا کر دکھایا، اور آپ کے بعد تاقیامت ایمان والوں کے لیے اس حکم پر عمل کی اب یہی صورت ہے کہ وہ آپ ﷺ کی سنت و حدیث کی نصرت و حفاظت فرمائیں۔ سنتِ رسول کی حفاظت کرنے والوں کو آپ ﷺ نے جنت کی بشارت بھی سنائی ہے، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَحْيَا سُنَّتِي فَقَدْ أَحْيَانِي وَمَنْ أَحْيَانِي كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ))

”جس شخص نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔“^(۱)

سنت کی نصرت و حفاظت کے بارے ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیں:

((عَنْ بِنِ مَسْعُودٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ يَقُولُ: نَصْرُ اللَّهِ أَمْرٌ أَسْمَعُ مَنْ شَاءَ مِنَّا فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَهُ))

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش و خرم رکھے جس نے ہم سے کوئی بات [یعنی حدیث] سنی اور اسے اسی طرح آگے پہنچا دیا جس طرح سنا تھا۔“^(۲)

سنتِ رسولؐ سے محبت و محافظت کی ایک اور مثال پر غور کریں:

علی بن ربیعہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت علیؑ کے پاس ان کی سواری لائی گئی تاکہ وہ اس پر

سوار ہوں، جب انہوں نے اپنا پاؤں رکاب میں رکھا تو کہا بسم اللہ، جب سواری کی پشت پر بیٹھ گئے تو کہا

الحمد لله پھر کہا: ((سُبْحَانَ اللَّهِ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ))

پھر تین مرتبہ الحمد لله اور تین مرتبہ اللہ اکبر کہا، پھر یہ دعا پڑھی:

((سُبْحَانَكَ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ))

”یا اللہ! تو پاک ہے، میں نے ہی اپنی جان پر ظلم کیا ہے، پس تو مجھے معاف فرما دے، کیونکہ تیرے علاوہ

کوئی معاف کرنے والا اور گناہ بخشنے والا نہیں ہے۔“

پھر حضرت علیؑ مسکرا پڑے۔ میں نے آپؐ سے مسکرانے کی وجہ پوچھی تو آپؐ نے کہا کہ

(۱) [ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی الاخذ بالسنة واجتباب البدعة (ح ۲۶۷۸)]

(۲) [ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی الحث علی تبلیغ السماع (ح ۲۶۵۷)]

((رَأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَعَلَ كَمَا فَعَلْتُ لِمَ ضَحِكْتَ))^(۱)

میں نے اللہ کے رسول کو (سواری پر سوار ہوتے وقت) ایسا ہی کرتے دیکھا تھا جیسا کہ میں نے کیا ہے پھر آپ مسکرائے تو میں نے بھی آپ سے پوچھا کہ آپ کیوں مسکرائے ہیں تو آپ نے فرمایا، اس لیے کہ تمہارا رب اپنے بندے کی اس بات سے بڑا خوش ہوتا ہے جب وہ کہتا ہے: ”یا اللہ! میرے گناہ معاف فرمادے۔ کیونکہ بندے کو معلوم ہے کہ اللہ کے علاوہ اور کوئی گناہوں کو بخشے پر قادر نہیں۔“

[9]..... حضور نبی کریم ﷺ کی ازواج اور آل سے محبت

آپ ﷺ سے محبت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ آپ کے اہل بیت سے بھی عقیدت و محبت رکھی جائے۔ جن عورتوں کو آپ سے شرف زوجیت حاصل ہوا، بلا تفریق آپ کی ان سب ازواج مطہرات سے عقیدت رکھی جائے کیونکہ وہ پیغمبر اسلام کے حوالہ عقد میں آگئی ہیں اور انہیں اللہ کی طرف سے اس امت کی ماؤں کا درجہ حاصل ہو گیا ہے اور ظاہر ہے کہ ماؤں کے ادب و احترام کے منافی کوئی حرکت نہیں کی جاسکتی اور اگر کوئی بے وقوف سگی ماں کے ادب و احترام کے منافی کوئی حرکت کر بیٹھے تو زیادہ سے زیادہ اسے گستاخ، گنہگار اور نافرمان ہی کہا جاسکتا ہے لیکن اس امت کی روحانی ماؤں یعنی آنحضرت کی ازواج مطہرات کی شان کے منافی بات کرنے والا گستاخ ہی نہیں بلکہ اس کا ایمان ضائع ہونے کا بھی شدید خطرہ ہے۔

قرآن مجید میں آنحضرت ﷺ کے اہل بیت کی فضیلت اس طرح بیان ہوئی ہے:

﴿ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴾ [الاحزاب: ۳۳]

”اے نبی کے اہل بیت! اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ وہ تم سے (ہر قسم کی) گندگی کو دور کر دے اور تمہیں خوب پاک کر دے۔“

اس آیت میں اہل بیت کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا ترجمہ ہے: ”اہل خانہ، یا گھر والے“۔ اور ظاہر ہے آدمی کے اہل خانہ میں اس کی بیوی اور بچے دونوں شامل ہوتے ہیں، لہذا یہاں اہل بیت کے مفہوم میں آنحضرت ﷺ کی تمام بیویاں اور بچے بھی شامل ہیں۔ بعض لوگ اس آیت سے صرف رسول اللہ ﷺ کی بیویاں ہی مراد لیتے ہیں جبکہ بعض اس سے حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، اور ان کے دونوں بیٹے حضرت

(۱) [ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب ما یقول الرجل اذا ركب (ح ۲۵۹۹) احمد (ج ۱ ص ۹۷) ترمذی (ح ۳۱۴۶)]

حسن و حسینؑ مراد لیتے ہیں اور آنحضرت ﷺ کی باقی اولاد اور بعض بیویوں کو اس سے خارج قرار دیتے ہیں مگر یہ دو انتہائیں ہیں۔ اسی لیے جمہور اہلسنت کے نزدیک آنحضرت ﷺ کی تمام بیویاں اور ساری اولاد آپؑ کے اہل بیت ہیں اور آپؑ سے قرابت کی وجہ سے امت کے لیے حد درجہ لائق احترام ہیں۔

علاوہ ازیں آپؑ نے اپنی امت کو اپنے لیے جو درود و سلام سکھائے ہیں ان میں سے بعض میں آپؑ نے اپنی ازواج اور اولاد کو بھی شامل کیا ہے۔ آپؑ کی بیویوں کی تعداد گیارہ ہے جن کے نام یہ ہیں:

(۱)..... حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا

(۲)..... حضرت عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا

(۳)..... حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

(۴)..... حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا

(۵)..... حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا

(۶)..... حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

(۷)..... حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

(۸)..... حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

(۹)..... حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

(۱۰)..... حضرت صفیہ بنت حی رضی اللہ عنہا

(۱۱)..... حضرت میمونہ بنت حارث الہلالیة رضی اللہ عنہا۔

آپ ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں یعنی حضرت زینب رضی اللہ عنہا، حضرت کلثوم رضی اللہ عنہا، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ ان کے علاوہ تین بیٹے بھی ہوئے مگر وہ بچپن ہی میں وفات پا گئے۔ آپؑ کی بیٹیوں کے بارے میں بعض لوگوں کا اصرار ہے کہ آنحضرت کی سگی بیٹی صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تھی۔ اس کے علاوہ آپؑ کی کوئی بیٹی نہ تھی۔ مگر یہ بات صریح طور پر غلط ہے۔ قرآن مجید میں آپؑ کی بیٹیوں کے بارے میں جمع کا صیغہ بولا گیا ہے [دیکھیے: سورۃ الاحزاب، آیت ۵۹] جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ کی ایک سے زیادہ بیٹیاں تھیں۔ پھر بہت سی احادیث و روایات میں بھی آپؑ کی باقی بیٹیوں کا ذکر ملتا ہے۔ اس لیے بلا تعصب آپؑ کی سب بیٹیوں سے ایک سی عقیدت رکھنی چاہیے۔

[10]..... نبی کریم ﷺ کے جانثار اور وفادار صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت

جو شخص قرآن مجید کو اللہ کی سچی کتاب تسلیم کرتا ہے، اسے یہ تسلیم کرنے میں بھی کوئی شک نہیں ہو سکتا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایمان کی خود گواہی دی ہے اور ان صحابہ کے لیے اللہ نے اپنی رضامندی اور جنت کی خوشخبری بھی سنائی ہے، کیونکہ انہوں نے ہر تنگی اور مصیبت کے موقع پر اللہ کے رسول ﷺ کا ساتھ دیا۔ بطور مثال چند آیات اور صحیح احادیث ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَجَرُوا وَجَاهِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَا وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ﴾ [سورة الانفال: ۷۴]

”جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جنہوں نے جگہ دی اور مدد پہنچائی۔ یہی لوگ سچے مومن ہیں، ان کے لیے [اللہ کی طرف سے] بخشش ہے اور عزت کی روزی ہے۔“

○ اللہ کے رسول کی زندگی میں آپ پر ایمان لانے کے بعد ہجرت اور جہاد کرنے والوں میں وہ سب صحابہ شامل ہیں جنہیں مہاجرین کہا جاتا ہے اور انہیں جگہ دینے والوں سے مراد مدینہ کے وہ صحابہ ہیں جنہیں انصار [یعنی مددگار] کہا جاتا ہے۔ گویا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان تمام صحابہ کے ایمان اور سچائی کی خود گواہی دے دی ہے۔ کیا اب کسی مسلمان کے لیے ان صحابہ کے ایمان پر شک کی گنجائش رہ جاتی ہے!

(۲) ﴿وَالسَّبِقُونَ الْأُولُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا﴾

”اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں، اللہ ان سب سے راضی ہو اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔“ [سورة النوبة: ۱۰۰]

○ اس آیت میں تین گروہوں کا ذکر ہے؛ ایک مہاجرین کا، جنہوں نے دین و ایمان کی خاطر مال و دولت اور گھر بار کی قربانیاں دیتے ہوئے ہجرت کی اور دوسرا انصار کا جنہوں نے ہجرت مدینہ کے موقع پر ان مہاجرین کی دل کھول کر مدد کی اور تیسرا وہ گروہ ہے جو ان صحابہ کے بعد آیا۔ بعض اہل علم کے نزدیک یہ

تیسرا گروہ تابعین کا ہے جبکہ بعض کے نزدیک اس تیسرے گروہ میں قیامت تک آنے والا ہر وہ مسلمان شامل ہے جو ان صحابہؓ سے محبت رکھتا اور ان کے نقش قدم پر چلتا ہو فوت ہوا۔

اس آیت سے جہاں تک صحابہ کا تعلق ہے تو ان کے بارے اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر یہ شہادت دی ہے کہ ”اللہ ان سب سے راضی ہوا، اور وہ سب اللہ سے راضی ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے

ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔“
ظاہر ہے ہمیشگی کی جنت تب ہی مل سکتی تھی جب صحابہ ایمان کی حالت میں فوت ہوتے۔ اگر وہ ایمان کی حالت پر فوت نہ ہوتے تو ان کے بارے اللہ تعالیٰ اپنی کتاب مقدس میں کبھی یہ اعلان نہ فرماتے کہ وہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔ اس آیت سے ان لوگوں کی غلط فہمی بھی دور ہو جاتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ ایمان تو صدق دل سے لائے تھے مگر نبیؐ کی وفات کے بعد وہ مرد ہو گئے تھے۔ معاذ اللہ!

(۳)..... ﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهْجَرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِلُّونَ فِي صَلُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْتُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقِ شَعْنَهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [سورة الحشر: ۸۰، ۹]

” (نے کا مال) ان مہاجر مسکینوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے نکال دیے گئے ہیں، وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضامندی کے طلب گار ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ سچے ہیں۔ اور (یہ مال ان کے لیے ہے) جنہوں نے اس گھر (یعنی مدینہ) میں اور ایمان لانے میں ان سے پہلے جگہ بنالی ہے اور جو اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ دے دیا جائے اس سے وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہیں رکھتے بلکہ خود اپنے اوپر انہیں ترجیح دیتے ہیں گو خود کو کتنی ہی سخت حاجت ہو (بات یہ ہے کہ) جو بھی اپنے نفس کے بخل سے بچالیا گیا وہی کامیاب (اور بامراد) ہے۔“

○ اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے نبیؐ کے صحابہ کے ایمان کی سچائی کا اعلان کیا ہے۔

(۴)..... ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ

السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَنبَأَهُمْ فَتَحَاقِرِيْنَا﴾ [سورة الفتح: ۱۸]

”یقیناً اللہ تعالیٰ مومنوں سے خوش ہو گیا جبکہ وہ درخت تلے تجھ سے بیعت کر رہے تھے۔ ان کے دلوں میں جو تھا اسے اللہ نے معلوم کر لیا اور ان پر اطمینان نازل فرمایا اور انہیں قریب کی فتح عنایت فرمائی۔“

○ درخت تلے حضور سے بیعت کرنے والے یہ کون سے ایمان والے تھے جن سے اللہ خوش ہو گیا؟ ظاہر ہے یہ آپ کے صحابہؓ ہی تھے، جن کے ایمانی جذبہ اور دینی خدمات سے اللہ تعالیٰ حوس ہو لیا حتیٰ کہ اللہ نے اپنے پیغمبر کی طرف وحی کر دی کہ ان صحابہ کے لیے یہ اعلان فرمادیں:

((لَا يَدْخُلُ النَّارَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ أَحَدٌ مِّنَ الَّذِينَ بَايَعُوا تَحْتَهَا))

”جن لوگوں نے درخت کے نیچے اللہ کے رسول کے ہاتھ بیعت کی تھی، ان میں سے کوئی ایک بھی جہنم میں نہیں جائے گا۔ ان شاء اللہ!“^(۱)

(۵)..... ((عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ: خَيْرُكُمْ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ))

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”تم (مسلمانوں) میں سے سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جو میرے زمانے میں ہیں، پھر وہ ہیں جو ان کے بعد کے زمانے میں آئیں گے پھر وہ ہیں جو ان کے بھی بعد کے زمانے میں آئیں گے۔“^(۲)

○ اس حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے زمانے کے مسلمانوں کو بعد میں آنے والے تمام مسلمانوں سے بہتر قرار دیا ہے اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کے دور میں جو مسلمان تھے، وہ صحابہ ہی تھے۔ گویا صحابہ کے خیر القرون ہونے کی خود آنحضرتؐ نے گواہی دے دی۔

(۶)..... ((عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَا تَسْبُوا أَصْحَابِي فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدًّا أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَةً))

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”میرے صحابہ کو گالی نہ دو، اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر سونا صدقہ کر دے تو وہ صحابہ میں سے کسی صحابی کے ایک آدھ مد [یعنی چند چھٹانک] کیے ہوئے صدقہ کے اجر کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔“^(۳)

(۱) [صحیح مسلم، کتاب فضائل من اصحاب الشجرة (ح- ۲۴۹۶)]

(۲) [صحیح بخاری، کتاب الشهادات، باب لا يشهد على... (ح- ۲۶۵۱) مسلم، کتاب فضائل الصحابة (۲۵۳۳)]

(۳) [صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبي (ح- ۳۶۷۳) مسلم، ایضاً (ح- ۲۵۴۰)] ایک روایت میں ہے:

لَا تَسْبُوا أَحَدًا مِّنْ أَصْحَابِي..... ”میرے صحابہ میں سے کسی صحابی کو گالی نہ دو۔“ [ایضاً صحیح مسلم (ح- ۲۵۴۱)]

(۷).....(عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ: آيَةُ الْإِيمَانِ حُبُّ الْأَنْصَارِ وَآيَةُ النِّفَاقِ بُغْضُهُمْ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”انصاری صحابہ سے محبت رکھنا ایمان کی علامت ہے اور ان سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے۔“ (۱)

○ اس حدیث کے باوجود کسی صحابی سے کوئی شخص اگر بغض رکھتا ہے تو وہ اپنے بارے خود ہی فیصلہ کر لے!
(۸)..... جنگ بدر میں تین سو سے زیادہ صحابہ شریک ہوئے۔ آپ نے ان سب کے بارے میں جنت کی بشارت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ وَجِبَتْ لَكُمْ الْجَنَّةُ))

”تم جو چاہو عمل کرو، تحقیق تمہارے لیے جنت واجب ہو چکی ہے۔“ (۲)

صحابہ کرامؓ کے ایمان و تقویٰ اور مقام و مرتبہ کے حوالے سے ہم نے صرف چند آیات اور احادیث ذکر کی ہیں، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ صحابہؓ کے ایمان و اخلاص کے بارے بے شمار دلائل موجود ہیں۔ اگر تعصب کی عینک اتار کر ان چند دلائل ہی کا مطالعہ کر لیا جائے تو ان کے صاحب ایمان اور جنتی ہونے پر شرح صدر ممکن ہے اور اگر متعصبانہ ذہنیت ہو تو پھر ہزاروں دلائل بھی انسان کو قائل نہیں کر سکتے۔ اللہ ہمیں اپنے حبیبؐ کے محبوب صحابہؓ سے بھی محبت کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

[11]..... حضور نبی کریم ﷺ کے دشمنوں سے نفرت

نبی اکرم ﷺ کی محبت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ جو لوگ آپ یا آپ کے دین یا آپ کے صحابہؓ وغیرہ سے حسد و کینہ اور بغض و عداوت رکھتے ہیں، ہمیں بھی ان کے ساتھ نفرت اور بغض و عداوت ہی رکھنی چاہیے۔ اگر کوئی شخص اللہ کے رسولؐ سے محبت کا دعویٰ بھی کرے اور ساتھ ہی اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے محبت بھی رکھے تو ایسا شخص اپنے دعوائے محبت میں جھوٹا ہے کیونکہ قرآن مجید میں اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت رکھنے والوں کے بارے یہ کہا گیا ہے کہ:

(۱) [صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب حب الانصار من الایمان (ح ۳۷۸۴) صحیح مسلم، کتاب

الایمان، باب الدلیل علی ان حب الانصار و علی من الایمان]

(۲) [صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب فضل من شہد بدر (ح ۳۹۸۳)]

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ

أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ﴾ [المجادلة: ۲۲]

”اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو آپ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز نہ پائیں گے، خواہ وہ [مخالفین] ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے قبیلے کے عزیز ہی کیوں نہ ہوں۔ [پھر ان ایمان والوں کی تعریف کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا] یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کو لکھ دیا ہے۔“

معلوم ہوا کہ جس دل میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت ہو، اس دل میں پھر اللہ اور اس کے رسول کے کھلے دشمنوں سے محبت نہیں ہو سکتی۔ اللہ ہمیں اپنا اور اپنے حبیب کا سچا محبت بنا دے، اور آپ کی محبت پر دنیا جہاں کی ہر چیز قربان کرنے کا سچا جذبہ بھی عطا کر دے، آمین یارب العالمین!

[12]..... نبی کریم ﷺ سے عقیدت و احترام

آپ ﷺ سے محبت کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ آپ سے گہری عقیدت رکھی جائے اور آپ کا حد درجہ احترام کیا جائے۔ اپنے قول و فعل سے کوئی ایسا اقدام نہ کیا جائے جو آپ ﷺ کے احترام کے منافی ہو۔ کوئی ایسی حرکت نہ کی جائے جس سے آپ کو اذیت پہنچے۔ ایک آدمی دنیا میں اپنے دوستوں، عزیزوں، بزرگوں اور والدین وغیرہ کو جتنا احترام دے سکتا ہے، اللہ کے رسول ﷺ اس سے بھی کہیں زیادہ احترام کے لائق ہیں حتیٰ کہ آپ ﷺ کی موجودگی میں اونچی آواز سے بات کرنے کو بھی اللہ تعالیٰ نے پسند نہیں فرمایا۔ روایات میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ میں کسی مسئلہ پر تکرار شروع ہو گئی اور وہ اونچی اونچی بولنے لگے جبکہ اللہ کے رسول ﷺ ان کے پاس ہی تشریف فرما تھے تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ

بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ﴾ [سورة المحجرات: ۲۲]

”اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کریم ﷺ کی آواز سے اونچی نہ کرو اور نہ نبی سے ایسے اونچی آواز سے

بات کرو جیسا کہ آپس میں تم ایک دوسرے سے کرتے ہو، کہیں [ایسا نہ ہو کہ] تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو!،“ (۱)

اسی طرح ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ دو پہر کو آرام فرما رہے تھے کہ کچھ گنوار [اعرابی، دیہاتی] قسم کے لوگ جو قبیلہ بنو تمیم سے تعلق رکھتے تھے، آئے اور آپ ﷺ کے حجرے سے باہر کھڑے ہو کر عامیانه انداز میں یا محمد!..... یا محمد!..... کہہ کر آپ ﷺ کو پکارنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے اس ناشائستہ حرکت پر ان کی مذمت کرتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنَ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ﴾ [سورة الحجرات: ۴]

”جو لوگ آپ کو حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں، ان میں سے اکثر [بالکل] بے عقل ہیں۔“ (۲)

اللہ کے رسول ﷺ کے دور میں جہاں آپ پر صدق دل سے ایمان لانے اور آپ پر جان نثار کرنے والے صحابہ موجود تھے، وہاں کچھ ایسے منافق اور بد طینت لوگ بھی موجود تھے جو ہمیشہ اس موقع کی تلاش میں رہتے کہ اللہ کے رسول ﷺ سے استہزاء کریں، طنز و تشنیع اور پھبتیاں کہیں، آپ کی تعلیمات و فرمودات کا مذاق اڑائیں اور اپنے قول و فعل سے آپ کو اذیت پہنچائیں۔ ایسے ہی ایک موقع پر جب انہوں نے ازراہ مذاق آپ کے ادب و احترام کے منافی ایک بات کہی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی سرزنش کرتے ہوئے یہ آیات نازل فرمائیں:

﴿وَمِنْهُمْ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أَدْنَىٰ أُمَّةٍ قُلْ أَذُنٌ خَيْرٌ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ

وَرَحْمَةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [سورة التوبة: ۶۱]

”ان میں سے وہ بھی ہیں جو پیغمبر کو اذیت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کان کا کچا ہے، آپ کہہ دیجیے کہ وہ کان تمہارے بھلے کے لیے ہے۔ وہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور مسلمانوں کی بات کا یقین کرتا ہے اور تم میں سے جو اہل ایمان ہیں، یہ ان کے لیے رحمت ہے۔ رسول اللہ کو جو لوگ اذیت دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

یہی بات ایک اور آیت میں اس طرح بیان کی گئی ہے:

(۱) [صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی (ح ۴۸۴۵)]

(۲) [مسند احمد (ج ۳ ص ۴۸۸، ج ۶ ص ۳۹۴)]

﴿إِنَّ الدِّينَ يُؤَدُّونَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا﴾

”جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی پھینکا رہے اور ان کے لیے نہایت رسوا کن عذاب ہیں۔“ [سورۃ الاحزاب: ۷۵]

آپ کی رحلت کے بعد ادب و احترام کی صورت:

گزشتہ آیات و احادیث میں آپ ﷺ کے ادب و احترام اور عزت و تکریم کے حوالے سے جو کچھ بیان ہوا ہے، اس کا تعلق اگرچہ آپ ﷺ کی حیات طیبہ سے تھا اور اس کے مخاطب بھی وہ لوگ تھے جو آپ کے دور میں موجود تھے مگر آپ ﷺ کی رحلت کے بعد بھی ان آیات و احادیث کی معنویت باقی ہے اور وہ اس طرح کہ جب بھی آپ ﷺ کا ذکر ہو، نہایت ادب و احترام سے آپ ﷺ کا نام لیا جائے، آپ ﷺ کا نام لیتے یا سنتے وقت آپ ﷺ پر درود و سلام پڑھا جائے، آپ ﷺ کی احادیث سنائی جائیں تو انہیں ہمہ تن گوش ہو کر سنا جائے، آپ ﷺ کے فرمودات و احکام اگر طبیعت پر گراں گزریں، تب بھی ان سے اعراض نہ کیا جائے۔

یہ تو ہے آپ ﷺ کا ادب و احترام۔ اور اگر آپ ﷺ کی احادیث سن کر سینے میں انقباض ہو، آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ نفس پر شاق گزرے، آپ ﷺ کی سنتوں اور محبوب اداؤں کو اپنانا بوجھ لگے تو سمجھ لیجیے کہ یہ سب باتیں آپ ﷺ کے عزت و احترام کے بالکل منافی ہیں۔

آپ ﷺ کے ادب و احترام اور عزت و تکریم کے سلسلہ میں یہ بات بھی یاد رہے کہ کوئی ایسا عمل نہ کیا جائے جو آپ ﷺ کے احترام کی حدود سے تجاوز کر جائے مثلاً اگر کوئی شخص آپ ﷺ کے ادب و احترام کے پیش نظر آپ ﷺ کی عبادت شروع کر دے یا آپ ﷺ کی قبر مبارک کے سامنے سجدہ ریز ہو جائے تو ظاہر ہے اس کا یہ عمل انتہائی خطرناک ہے۔ یہود و نصاریٰ اپنے انبیاء کے بارے میں اسی غلط فہمی کا شکار ہوئے اور انہوں نے اللہ کی عبادت کے ساتھ اپنے نبیوں کی بھی عبادت شروع کر دی اور اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تُطَرُّونِي كَمَا أَطَرَّتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ فَقُولُوا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ))

”مجھے میرے مرتبے سے زیادہ نہ بڑھاؤ جیسے عیسیٰ بن مریم کو عیسائیوں نے ان کے مرتبے سے زیادہ

بڑھا دیا۔ [یعنی انہیں رسول کی بجائے اللہ کا بیٹا اور اس کی عبادت میں شریک بنا دیا] میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں، لہذا تم میرے بارے میں یہی کہو کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔“ (۱)

آپ کا نام مبارک سن کر انگوٹھے چومنا:

اللہ کے رسول ﷺ پر صدقِ دل سے ایمان لا کر جس طرح قلبی محبت ضروری ہے اسی طرح آپ ﷺ کی سنتوں پر عمل کر کے آپ سے ظاہری محبت کا ثبوت دینا بھی لازمی ہے، مگر افسوس کہ اللہ کے رسول ﷺ سے محبت اور آپ کی سنت پر عمل کے جذبے سے بعض لوگ ایسے اعمال بھی بجالاتے ہیں جن کا سنت سے کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ اسی طرح کا ایک عمل آنحضرت ﷺ کا نام نامی سن کر انگوٹھے چومنا بھی ہے۔ اس مسئلہ میں میری تحقیق یہ ہے کہ کوئی ایسی صحیح حدیث موجود نہیں جس کے پیش نظر ایسا کرنا باعثِ ثواب قرار دیا جاسکتا ہو بلکہ اس سلسلہ میں جتنی بھی روایات ہیں وہ سب ضعیف اور ناقابلِ حجت ہیں۔ فقہ حنفی کی ایک معتبر کتاب رد المحتار المعروف بہ فتاویٰ شامی میں علامہ ابن عابدین شامی حنفی فرماتے ہیں کہ

((لم یصح فی المرفوع من کل هذا شیء)) [ج ۱ ص ۲۹۲]

”اس سلسلہ میں جتنی بھی احادیث مروی ہیں، ان میں سے کوئی بھی صحیح ثابت نہیں ہے۔“

ماضی قریب کے ایک مشہور یمنی عالم محمد بن علی الشوکانی نے بھی انگوٹھے چومنے والی روایت کو اپنی کتاب الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ میں ضعیف قرار دیا ہے۔



(۱) [صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ: واذکرفی الکتاب مریم..... (ح-۳۴۴۵)]

[13]..... گستاخ رسول کون؟!

اللہ کے رسول ﷺ سے گہری محبت، سچی عقیدت اور جذباتی وابستگی ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ جو شخص سچے دل سے آپ ﷺ پر ایمان لاتا ہے اس کے بارے میں یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ وہ آپ کی شان میں کسی قسم کی بے ادبی اور گستاخی کا مظاہرہ کرے گا بلکہ وہ اپنی معلومات کی حد تک آپ کی ہر سنت پر عمل کی پوری کوشش کرتا ہے مگر افسوس کہ ہمارے ہاں مسلکی تعصبات کی وجہ سے لوگ کسی چھوٹے سے مسئلہ کی وجہ سے بلا سوچے سمجھے فوراً ایک دوسرے کو گستاخ رسول قرار دینے لگتے ہیں۔ یہ رویہ درست نہیں!

دراصل ہر شخص اپنے مبلغ علم کی رو سے یہ فیصلہ کرتا ہے کہ فلاں فلاں امور اللہ کے رسول ﷺ کی عقیدت و احترام کا حصہ ہیں اور فلاں فلاں امور آپ کی عقیدت و احترام کے منافی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ایک چیز جسے ایک شخص اپنے نزدیک حد درجہ قابل احترام سمجھتا ہے وہی چیز دوسرے کے نزدیک آپ ﷺ کے ادب و احترام ہی کے منافی ہو مثلاً ایک شخص روضہ رسول کی طرف منہ کر کے دعا کرنا حضور ﷺ کی عقیدت کا حصہ سمجھتا ہو جبکہ دوسرے کے نزدیک ایسا کرنا شرک کا شبہ پیدا کرنے کی وجہ سے درست نہ ہو!

اسی طرح ہو سکتا ہے کہ ایک چیز ایک شخص کے نزدیک آپ ﷺ کی عقیدت و احترام کے لیے لازمی ہو جبکہ دوسرے کے نزدیک وہی چیز بدعت ہو مثلاً ایک شخص اذان سے پہلے آپ ﷺ کی ذات گرامی پر درود پڑھنا یا آپ ﷺ کا نام نامی سن کر انگوٹھے چومنا آپ کی محبت کا حصہ سمجھتا ہو جبکہ دوسرے کے نزدیک یہی عمل اس لیے بدعت ہو کہ اللہ کے رسول ﷺ اور آپ کے صحابہ سے اس بارے کوئی حتمی ثبوت نہیں ملتا!

اسی طرح ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ کے نعلین شریفین کی حفاظت پر ایک شخص اس لیے جان کی بازی لگا دے کہ یہ آپ ﷺ کے نعلین مبارک ہیں جبکہ دوسرا اس لیے اس موضوع پر بات کرنا بھی سہی لا حاصل سمجھتا ہو کہ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ واقعی یہ اللہ کے رسول ﷺ کے نعلین ہیں۔

اسی پر ان تمام مسائل کو قیاس کر لینا چاہیے جن کے کرنے یا نہ کرنے پر ایک مسلک کے لوگ دوسرے مسلک کے لوگوں کو گستاخ رسول قرار دے دیتے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ ان امور کے کرنے یا نہ کرنے میں کسی فریق کے دل میں یہ بات نہیں ہوتی کہ وہ معاذ اللہ آنحضرت ﷺ سے چڑ، یا بغض و عداوت کی

وجہ سے یا اس کے برعکس آپ کو اللہ کی عبادت میں شریک سمجھتے ہوئے ایسا کر رہا ہے۔ نعوذ باللہ ایک مسلمان قصد اُن میں سے کسی بات کا ارتکاب نہیں کر سکتا اور اگر وہ کرے تو اس کا ایمان ہی باقی نہیں رہتا.....!!

اوپر ہم نے جن مسائل کی نشاندہی کی ہے، ان کا دار و مدار عام طور پر کسی آیت یا حدیث سے استنباط کرنے یا کسی حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے پر ہوتا ہے۔ ہمارے نزدیک ایسے مسائل میں کسی فریق پر فتویٰ لگانے یا اسے گستاخ رسول قرار دینے کی بجائے درست رویہ یہ ہے کہ خود بھی ان اختلافی مسائل میں مزید تحقیق کی جائے اور ایک دوسرے کو بھی پیارا اور محبت کی فضا قائم رکھتے ہوئے دعوت تحقیق دی جائے اور جب کسی کے لیے حق واضح ہو جائے تو وہ دوسروں کی پروا کیے بغیر کم از کم اپنے حد تک اس پر عمل شروع کر دے اور دوسرے کے بارے میں یہی رائے قائم کرے کہ وہ بھی محبت رسول ہے مگر اس مسئلہ میں وہ غلط فہمی یا کم علمی کا شکار ہے۔

جس طرح کسی کی کم علمی یا غلط فہمی کی وجہ سے اس کے محبت رسول ہونے پر شک درست نہیں، اسی طرح کسی مسئلہ میں جانتے بوجھتے اللہ کے رسول ﷺ کے کسی حکم کی مخالفت کا ارتکاب کرنے والے پر بھی گستاخ رسول کا لیبیل چسپاں نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ہو سکتا ہے وہ ہم سے زیادہ محبت رسول ہے اور اپنی خواہشات کے ہاتھوں مجبور ہو کر اطاعت رسول میں کوتاہی کا مرتکب ہوا ہو۔ اللہ کے رسول ﷺ کے دور میں عبد اللہ نامی ایک شخص تھا جسے حمار (گدھا) کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ وہ شخص شراب کی حرمت کے باوجود شراب پی لیتا۔ اسے کئی مرتبہ اس جرم کی سزا بھی دی گئی مگر اس سے پھر اس جرم کا ارتکاب ہو جاتا۔ ایسے ہی ایک موقع پر جب اسے شراب پینے کے جرم میں کوڑے لگائے گئے تو حاضرین میں سے کسی شخص نے غصہ میں آ کر کہا:

((اَللّٰهُمَّ الْعَنهُ مَا اَكْتَرَمَا يُؤْتِيْ بِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ: لَا تَلْعَنُوْهُ فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ اَنْهُ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ))

”اللہ اس پر لعنت کرے، کتنی بار اسے اس جرم میں لایا گیا ہے!“

تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس پر لعنت نہ کرو، اللہ کی قسم! جہاں تک میری معلومات ہیں، یہ شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرنے والا ہے.....!“^(۱)

بظاہر یہ شرابی تھا اور اس جرم میں کئی مرتبہ ننگے ہاتھوں پکڑا اور سزا بھی دیا گیا مگر اس کے باوجود اس کے دل میں اللہ کے رسول ﷺ کی محبت موجود تھی کی گواہی خود نبی اکرم ﷺ نے دی ہے.....!

(۱) [صحیح بخاری، کتاب الحدود، باب ما یکرہ من لعن شارب الخمر وانہ لیس بخارج من الملۃ (ح) ۶۷۸۰]

نبی کریم ﷺ کی اطاعت و اتباع

[1]..... اطاعتِ رسول کے بارے چند اصولی باتیں

نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے اور آپ سے گہری عقیدت و محبت رکھنے کے بعد اصل چیز آپ ﷺ کی اطاعت و اتباع ہے۔ آپ چونکہ اللہ کی طرف سے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اس لیے آپ کی اطاعت محض آپ ﷺ کی ذات ہی کی اتباع نہیں ہے بلکہ یہ اس پیغام کی اطاعت ہے جو بحیثیت نبی اللہ کی طرف سے آپ پر اتارا گیا۔ اس لحاظ سے آپ ﷺ کی اطاعت درحقیقت اللہ کی اطاعت اور آپ ﷺ کی نافرمانی بھی اللہ ہی کی نافرمانی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ تَوَلَّىٰ فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا﴾ [النساء: ۸۰]

”جس نے رسول اللہ کی اطاعت کی، اس نے دراصل اللہ کی اطاعت کی اور جس نے رسول کی اطاعت

سے منہ پھیرا [اس کا وبال اسی پر ہوگا] ہم نے آپ کو ان پر کوئی نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔“

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو رہتی دنیا تک تمام انسانوں کے لیے اُسوہ حسنہ بنایا ہے تاکہ لوگ اللہ کے احکام کی پیروی میں اسی طرح زندگی بسر کریں جس طرح آپ نے زندگی بسر کی۔ اس مقصد کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کی حیات طیبہ میں وہ تمام حالات پیدا کر دیے جن کا کسی بھی انسان کو انفرادی یا اجتماعی طور پر سامنا ہو سکتا تھا اور آپ کو ایسی جامع اور اصولی تعلیمات سے نوازا جن کی روشنی میں تاقیامت پیش آمدہ مسائل میں رہنمائی لی جاسکتی ہے۔ آپ کی اصولی تعلیمات اور اُسوہ حسنہ کو اگر یکجا کر لیا جائے تو ہمارے سامنے ایک ایسا نقشہ تیار ہو جاتا ہے جس کی روشنی میں دنیا کا ہر انسان خواہ وہ کسی بھی حیثیت میں ہو، اپنی سیرت کی تعمیر کر سکتا ہے۔ تعمیر سیرت ہی نہیں بلکہ وہ اللہ کی نگاہ میں محبوب بندہ اور اس کی جنت کا مستحق بھی بن جاتا ہے اور اگر کوئی شخص آپ کے اُسوہ حسنہ سے اعراض کرے تو وہ دنیا میں بھی ناکام ہوگا اور روزِ آخرت بھی نقصان اٹھانے والوں میں شامل ہوگا۔

ایک انسان کو اپنی زندگی میں جن مادی مسائل سے واسطہ پڑتا ہے ان میں عملی نمونہ وہی پیش کر سکتا ہے جو خود بھی انسان ہی کی جنس سے ہو۔ اور جو خود انسان کی جنس سے نہ ہو، اس کی عملی زندگی کو تمام انسانوں کے لیے نمونہ بنا دیا جانا بالکل غیر مفید ہے مثلاً فرشتے نوری مخلوق ہیں۔ انہیں نہ کھانے پینے کی حاجت ہے نہ شادی بیاہ کی۔ نہ معاشی مسائل کا سامنا ہے اور نہ جسمانی عوارض کا۔ اب ظاہر ہے جسے ان مادی و نفسانی خواہشات کا مسئلہ ہی نہیں، وہ اُس مخلوق کے لیے عملی نمونہ کیسے بن سکتی ہے جسے قدم قدم پر انہی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ اس نے ہماری رہنمائی کے لیے ہماری جنس ہی سے ایک جامع کمالات شخصیت کا انتخاب کیا اور اسے نبی و رسول کا درجہ دے کر ہمارے لیے اُسوہ و نمونہ بنا دیا۔

اطاعت و اتباع کے لحاظ سے نبی کریمؐ کے اُسوہ [نمونہ عملی زندگی] کے مختلف درجات:

حضور نبی کریم ﷺ کی اطاعت و اتباع امت مسلمہ کے لیے مجموعی طور پر فرضیت کا درجہ رکھتی ہے۔ البتہ بعض معاملات میں آپؐ نے اپنی اتباع کو فرضیت کی بجائے مستحب یا مباح کے درجہ میں رکھا اور چند ایک صورتیں ایسی بھی ہیں جن میں آپؐ کے عمل کو آپؐ ہی کے ساتھ خاص کرتے ہوئے امت کو ان صورتوں میں آپؐ کے عمل کی پیروی سے روک دیا گیا۔ اس لحاظ سے آپؐ کے اُسوہ کی چار صورتیں ہمارے سامنے آتی ہیں: (۱) فرض [واجب] (۲) مستحب [سنت] (۳) مباح [جائز] اور (۴) حرام [ممنوع]۔

مجموعی طور پر آپؐ کے اُسوہ کو اپنانے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے، اس لیے آپؐ کا ہر قول اور ہر فعل ہمارے لیے واجب الاتباع ہے، ماسوائے ان اقوال اور افعال کے جن کی اتباع کو آپؐ نے ہمارے لیے لازمی قرار نہیں دیا۔ اس کی آگے دو صورتیں ہیں؛ ایک یہ کہ اگر ان اقوال و افعال کی پیروی کرنے کو پیروی نہ کرنے پر ترجیح دی گئی ہو یا ان کی پیروی کو پسندیدہ سمجھا گیا ہو تو پھر ان کی پیروی مستحب کہلائے گی۔ مستحب ایسے عمل کو کہا جاتا ہے جس کے کرنے پر ثواب ہو اور نہ کرنے پر گناہ نہ ہو مثلاً نماز تہجد اور دیگر نوافل وغیرہ۔

یاد رہے کہ فقہی اصطلاح میں سنت، نفل، مستحب، مندوب، تطوع، احسان، فضیلت سبھی ایک ہی مفہوم میں استعمال ہوتے ہیں جبکہ محدثین کی اصطلاح میں سنت سے مراد ہر وہ قول اور فعل ہے جو نبی اکرم ﷺ سے منقول ہو یا جو آپؐ کی موجودگی میں کیا گیا ہو اور آپؐ نے اس سے منع نہ کیا ہو۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اگر آپؐ نے اپنے کسی قول یا فعل کی اتباع پر ثواب یا عدم اتباع پر عذاب کا ذکر نہ

کیا ہو تو پھر وہ مباح کے درجہ میں ہے۔ مباح اسے کہتے ہیں جس کے کرنے پر ثواب نہ ہو اور نہ کرنے پر گناہ بھی نہ ہو، البتہ اگر کسی دینی جذبہ مثلاً نبیؐ سے محبت، دین کی خدمت وغیرہ کے پیش نظر اسے کیا یا چھوڑا جائے تو پھر اس نیت کی وجہ سے مباح کام پر بھی ثواب مل جاتا ہے۔

علاوہ ازیں آنحضرت ﷺ کے وہ اقوال و افعال بھی مباح کے درجہ میں شامل ہیں جنہیں آپ ﷺ نے بحیثیت بشر انجام دیا مثلاً جو بیس گھنٹوں میں سے مخصوص اوقات پر کھانا پینا، دوران سفر مخصوص جگہ پر پڑاؤ کرنا، حلال غذاؤں اور ملبوسات میں سے مخصوص غذا اور مخصوص لباس کو زیادہ پسند کرنا.....

یہ اور اس نوع کی دیگر چیزیں ایسی ہیں جن کا تعلق آپ کی بشری حیثیت سے ہے، نبوی حیثیت سے نہیں ہے۔ اس لیے ایسے امور میں آپ کی اطاعت و اتباع امت پر لازم نہیں۔ لہذا یہ ضروری نہیں کہ ہم کھانے پینے کے حوالے سے یہ تحقیق کریں کہ آنحضرت ﷺ کن کن اوقات میں کھانا کھاتے تھے، پھر انہی اوقات میں بغیر کسی تقدیم و تاخیر کے اتنی ہی مرتبہ ہم کھانا کھائیں۔ اسی طرح ہم پر یہ بھی لازم نہیں کہ ہم یہ معلوم کریں کہ آنحضرت ﷺ حلال غذاؤں میں سے کس غذا کو زیادہ پسند کرتے تھے اور پھر ہم بھی اسے ہی ترجیح دیں۔ ہو سکتا ہے کہ آنحضرت کی طبیعت ایک چیز کو پسند کرتی ہو مگر کسی اور کی طبیعت اس چیز کو اتنا پسند نہ کرتی ہو۔ بشری طبائع اور حالات و اوقات کی عدم یکسانیت کی وجہ سے اس سلسلہ میں ہمارے لیے آسانی رکھی گئی ہے ورنہ امت مشقت میں مبتلا ہو سکتی تھی۔ چنانچہ ہمیں ایسے جامع اصول بتادیئے گئے ہیں جو ایک طرف مکان و زمان کی قید سے بالا ہیں تو دوسری طرف ان کی پیروی ہماری استطاعت سے باہر نہیں اور یہی اصلاً مطلوب ہے مثلاً کھانے پینے کے حوالے سے ہمیں ان اصولوں کی پیروی کا حکم دیا گیا:

(۱) حلال و حرام میں تمیز کرنا۔ (۲) کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا۔ (۳) کھانے کا عیب نہ نکالنا۔ (۴) دائیں ہاتھ سے کھانا۔ (۵) کھانے سے فراغت پر دعاء شکر پڑھنا وغیرہ۔

اسی طرح لباس، کاروبار، لین دین، اور دیگر معاملات کے سلسلہ میں ہمیں بنیادی اصول بتادیئے گئے۔

یاد رہے کہ نبوت کے بعد آنحضرت ﷺ کی اصل حیثیت نبی اور رسول کی ہے جبکہ آپ کی بشری حیثیت نبوی حیثیت کے تابع ہو کر ایسی ضم ہو گئی ہے کہ آپ کی بشری اور نبوی حیثیتوں میں فرق کرنا ہمارے لیے آسان نہ رہا۔ اس لیے آپ کے تمام اقوال و افعال کا مجموعی طور پر ہم نبوی حیثیت ہی سے مطالعہ کریں گے سوائے ان اقوال و افعال کے جہاں واضح ترین شہادت یا قوی ترین قرینہ سے یہ معلوم ہو جائے کہ آپ کا

فلاں قول یا فعل نبوی حیثیت سے مستثنیٰ ہے مثلاً آپؐ اپنے کسی قول و فعل کے بارے میں خود ہی یہ صراحت فرمادیں کہ وہ دین اور وحی نہیں یا تو یہ قرآن سے یہ معلوم ہو جائے کہ آپؐ کا فلاں قول یا فعل 'وحی' کی حیثیت نہیں رکھتا۔ اس سلسلہ میں ایک مثال ملاحظہ فرمائیں:

جب اللہ کے رسول ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو آپؐ نے دیکھا کہ یہاں کے باغبان نرکھجور کا شکوفہ مادہ کھجور پر ڈالتے ہیں تاکہ پیداوار بڑھ جائے تو آپؐ نے ان سے کہا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہم پہلے سے ایسا کر رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: میرا گمان ہے کہ اس طرح کرنے سے کوئی فائدہ نہیں [یعنی اگر تم ایسا نہ کرو تو میرے خیال میں بہتر ہوگا] چنانچہ لوگوں نے یہ عمل [یعنی تَابِيْرِي نَحْل] چھوڑ دیا [مگر اس مرتبہ پیداوار کم ہوئی اور] لوگوں نے آپؐ سے اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا:

((اِنْ كَانَ يَنْفَعُهُمْ ذَلِكَ فَلْيَصْنَعُوهُ فَإِنِّي إِنَّمَا ظَنَنْتُ ظَنًّا فَلَا تُؤَاخِذُونِي بِالظَّنِّ وَلَكِنْ إِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنِ اللَّهِ شَيْئًا فَخُذُوا بِهِ وَإِنِّي لَنْ أَكْذِبَ عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ))

”اگر لوگوں کو اس طرح [تَابِيْرِي نَحْل] کرنے سے فائدہ ہوتا ہے تو وہ ضرور فائدہ اٹھائیں، میں نے تو اندازے سے ایک بات کہی تھی، لہذا میرے اندازے اور گمان پر مبنی باتوں کو ضروری نہ سمجھو، ہاں البتہ جب میں اللہ کی طرف سے کچھ بیان کروں تو اس کو لازم پکڑو کیونکہ میں اللہ کی طرف ہرگز کوئی جھوٹ منسوب نہیں کر سکتا۔“ (۱)

یہ صحیح مسلم کی روایت ہے۔ مسلم ہی کی اگلی دو روایات میں یہ الفاظ بھی مروی ہیں:

((اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ دِيْنِكُمْ فَخُذُوا بِهِ وَاِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ رَاْيٍ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ)) وفي رواية: ((اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاَمْرٍ دُنْيَاكُمْ))

”میں بھی تو ایک بشر ہوں، جب میں تمہیں تمہارے دین کے حوالے سے کوئی حکم دوں تو اسے لے لو، اور جب میں تمہیں اپنی رائے سے کوئی بات کہوں تو پھر میں بھی [تمہاری طرح] ایک بشر ہی ہوں۔“ دوسری روایت میں ہے: ”اور تم اپنے دنیوی معاملات زیادہ بہتر سمجھتے ہو۔“ (۲)

ان روایات میں پوری صراحت کے ساتھ آپؐ نے فرمایا کہ جب میں نبی کی حیثیت سے کوئی حکم دوں

(۱) [صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب وجوب امتثال ما قاله شرعاً دون ما ذكره من معاش الدنيا على سبيل

(۲) [صحیح مسلم (ج ۲۳۶۲) - (۲۳۶۳)]

[الرأى (ج ۲۳۶۱)]

تو اس پر عمل فرض ہے اور اگر بشری حیثیت سے کوئی بات کہوں تو پھر وہ فرض نہیں۔ اسی لیے ان احادیث پر صحیح مسلم میں عنوان بندی کرنے والے اہل علم نے یہ عنوان قائم کیا ہے:

((بَابُ وَجُوبِ امْتِثَالِ مَا قَالَهُ شَرَعًا دُونَ مَا ذَكَرَهُ مِنْ مَعَايِشِ الدُّنْيَا عَلَى سَبِيلِ الرَّأْيِ))

”اس چیز کا بیان کہ نبی کریمؐ نے شریعت کی حیثیت سے جو کچھ پیش کیا، اس کی اتباع واجب ہے اور دنیوی معاملات میں جسے آپؐ نے شریعت کی بجائے محض اپنی رائے سے بیان کیا، اس کی اتباع واجب نہیں۔“

اسی طرح بعض امور ایسے ہیں جو آنحضرت ﷺ ہی کے ساتھ خاص ہیں اور امت کو ان میں آپ کی اطاعت و اتباع سے منع کر دیا گیا ہے مثلاً آپ کے لیے چار سے زائد شادیاں کرنے کی خصوصی اجازت دی گئی مگر امت کے لیے چار سے زائد بیویاں بیک وقت رکھنا منع کر دیا گیا۔ اسی طرح آپ کو بغیر حق مہر دیئے عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت دی گئی مگر امت کے لیے یہ اجازت نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ کے خصائص کے حوالے سے دو باتیں یاد رہیں؛ ایک تو یہ کہ آپ کے ساتھ مخصوص کیے گئے معاملات کی تعداد اتنی زیادہ نہیں کہ وہ شمار سے باہر ہوں۔ اور دوسری بات یہ کہ جو امور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ مخصوص ہیں، ان کی قرآن و حدیث میں صراحت کر دی گئی ہے۔ اس لیے اللہ کے رسول کے کسی بھی عمل کو آپ کے ساتھ خاص قرار دینے کا دعویٰ اس وقت تک نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ قرآن و حدیث سے واضح طور پر اس کی دلیل نہ مل جائے۔ بعض لوگ بغیر کسی واضح دلیل کے جس چیز کو چاہتے ہیں اللہ کے رسولؐ، یا آپ کی ازواجِ مطہرات یا آپ کے بابرکت دور تک محدود اور خاص قرار دے دیتے ہیں۔ یہ رویہ سراسر غلط اور شریعت کی من مانی پیروی کے مترادف ہے۔

ان تمہیدی باتوں کے بعد اب ہم دین و شریعت کے مسائل میں حضور نبی کریم ﷺ کی اطاعت و اتباع کی فرضیت اور ضرورت و اہمیت پر دلائل کے ساتھ مزید روشنی ڈالیں گے۔



[2]..... اطاعت رسول ﷺ قرآن مجید کی روشنی میں

دین و شریعت کے مسائل میں اللہ نے اپنے نبی کی اطاعت کو فرض قرار دیا ہے:

(۱)..... ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلُّوا عَنْهُ وَأنتُمْ تَسْمَعُونَ﴾ [الانفال: ۲۰]

”اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور بات سن لینے کے بعد اس سے منہ نہ موڑو۔“

(۲)..... ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ﴾ [محمد: ۳۳]

”اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کا کہا مانو [اور اطاعت سے منہ موڑ کر] اپنے عمل

ضائع نہ کرو۔“

(۳)..... ﴿قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِن لَّا يُحِبُّ الْكٰفِرِينَ﴾ [آل عمران: ۳۲]

”[اے نبی! لوگوں سے] کہہ دیجیے کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور اگر لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت

سے منہ موڑیں [تو انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ] اللہ یقیناً کافروں کو پسند نہیں کرتا۔“

(۴)..... ﴿وَمَا أَنكُمُ الرَّسُولُ فَخَلَّوْهُ وَمَا نَهَكُمُ عَنْهُ فَأَتَيْتُهَا وَأَتَقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾

”جو کچھ رسول تمہیں دے، وہ لے لو اور جس چیز سے تمہیں روک دے، اس سے رک جاؤ اور اللہ سے

ڈرتے رہو، بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔“ [سورۃ الاحشر: ۷]

(۵)..... ﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ [النور: ۵۶]

”نماز قائم کرو، زکاۃ ادا کرو اور رسول کی اطاعت کرو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔“

(۶)..... ﴿مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ تَوَلَّىٰ فَمَا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَفِيظًا﴾ [النساء: ۸۰]

”جس نے رسول اللہ کی اطاعت کی، اس نے دراصل اللہ کی اطاعت کی اور جس نے رسول کی اطاعت

سے منہ پھیرا [اس کا وبال اسی پر ہوگا] ہم نے آپ کو ان پر کوئی نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔“

(۷)..... ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي

شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾

”اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی بھی جو تم میں سے صاحبِ امر ہیں۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی بھی معاملہ میں اختلاف پیدا ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹادو، اگر تم واقعی اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ بہت بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی سب سے اچھا ہے۔“ [سورۃ النساء: ۵۹]

۸..... ﴿قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَمَا عَلَيَّ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ﴾ [سورۃ

التوبہ: ۵۴]

”[اے محمد!] کہہ دیجیے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور [میں] رسول کی اطاعت کرو اور اگر نہیں کرتے تو خوب سمجھ لو کہ اللہ کے رسول پر جس [ذمہ داری یعنی فریضہ رسالت] کا بوجھ ڈالا گیا ہے، وہ صرف اسی کا ذمہ دار ہے اور تم پر جس [فرض یعنی اطاعتِ رسول] کا بوجھ ڈالا گیا ہے، اس کے ذمہ دار تم ہو۔“

○ ان تمام آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لیے اپنے نبی ﷺ کی اطاعت کو فرض قرار دیا ہے لیکن بعض لوگ نبی کریم ﷺ کی اطاعت کو قیامت تک کے لیے فرض تسلیم نہیں کرتے، بلکہ ان کے خیال میں نبی کریم ﷺ چونکہ ایک ریاست کے قائد و حکمران کی حیثیت بھی رکھتے تھے، اس لیے آپ کی اطاعت صرف ان لوگوں کے لیے فرض تھی جو آپ کی حکومت میں آپ کے ماتحت تھے۔ دوسرے لفظوں میں یہ لوگ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی اطاعت صرف آپ کے دور کے مسلمانوں کے لیے فرض تھی اور اب قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لیے آپ کی اطاعت کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ آپ کے بعد قیامت امت کے لیے صرف اس کی اطاعت فرض ہوگی جو آپ کی جگہ امت کا حکمران بنتا رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں کے ہاں اللہ کے رسول کی احادیث ایک خاص دور کی تاریخ کی حیثیت تو رکھتی ہیں مگر دین اور وحی الہی کی حیثیت نہیں رکھتیں۔

لیکن ان کا یہ فلسفہ قطعی غلط اور انتہائی گمراہ کن ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر اللہ کے رسول کی اطاعت قیامت تک آنے والے تمام مسلمانوں کے لیے فرض نہیں تھی تو قرآن مجید میں تمام لوگوں کو مخاطب کر کے بارہا یہ حکم کیوں دیا گیا کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔

اس اعتراض کے جواب میں یہ لوگ لغت، حدیث، تاریخ سب کچھ بالائے طاق رکھتے ہوئے یہ کہہ دیتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے مراد حاکم وقت ہی کی اطاعت ہے۔ حالانکہ اگر اس سے مراد

حاکم وقت ہی کی اطاعت ہے تو اللہ تعالیٰ نے ”رسول کی اطاعت کرو“ کی بجائے صاف الفاظ میں یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ ”اللہ اور حاکم وقت کی اطاعت کرو“.....!؟

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ کے رسول کو حکومت تو مدینہ ہجرت کر جانے کے بعد ملی جبکہ تیرہ سالہ مکی زندگی میں آپؐ نے قرآن کے علاوہ جو احکام دیے، صحابہ کرامؓ نے ان میں آپ کی پیروی پھر کیوں ضروری سمجھی؟ پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ آپ صرف حاکم وقت ہی نہ تھے بلکہ قرآن کے مطابق اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس ساری امت کے لیے معلم و مرہب، شارح و شارح، حج و قاضی اور اسوہ و نمونہ بھی بنایا تھا۔ اور آپؐ پر قرآن کے علاوہ وحی بھی نازل فرمائی تھی اور وہ علیحدہ وحی آج احادیث کی شکل میں ہمارے پاس موجود و محفوظ ہے۔ دلیل کے طور پر آراہ اختصار قرآن کی صرف ایک آیت پیش کی جاتی ہے:

((وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ)) (سورة النحل: ۴۴)

”اور [اے نبی] ہم نے آپ کی طرف یہ ذکر [قرآن] اس لیے نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کے لیے اس چیز کو واضح کر دیں جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے۔“
اس آیت سے درج ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

(۱)..... اللہ تعالیٰ ہی نے اپنے نبی کو یہ منصب بھی عطا فرمایا تھا کہ جو قرآن آپؐ پر نازل ہوا ہے، آپ لوگوں کے لیے اس کی تشریح بھی کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپؐ نے صرف یہ قرآن ہی امت کو نہیں دیا بلکہ اللہ کے حکم سے اس کی شرح کے طور پر اضافی احکام بھی دیے ہیں جو آپ کی حدیث اور سنت کہلاتے ہیں۔*

(۲)..... یہ بات ہر شخص سمجھتا ہے کہ کتاب اور شرح بالکل ایک چیز نہیں ہوتی بلکہ شرح میں اصل کتاب سے اضافی معلومات بھی ہوتی ہیں۔ لہذا کتاب اللہ کے شارح کی حیثیت سے جو اضافی باتیں [یعنی قولی و عملی احادیث] آپؐ اپنی امت کو بتاتے وہ بھی اللہ کی منشا و مرضی کے مطابق ہوتیں۔ اس لیے کہ وحی کی روشنی میں آپ کی رہنمائی کی جاتی تھی جب کہ آپ کے علاوہ قرآن کے کسی اور مفسر و شارح کے بارے میں کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس کی شرح و تبیین بھی اللہ کی منشا کے عین مطابق ہے۔

(۳)..... اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی شرح و تبیین لوگوں کی قطعی ضرورت تھی، اگر اس کے

*..... یہ اضافی احکام چونکہ وحی الہی کی روشنی میں طے پائے، اس لیے سورۃ القیامۃ میں ان کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کرتے

ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيِّنَاتِهِ﴾ [آیت ۱۹] ”پھر اس قرآن کی تبیین بھی ہمارے ذمہ ہے۔“

بغیر لوگوں کو دین سمجھ آ سکتا تھا تو پھر نبی کو شارح کا منصب تفویض کرنے کا کیا ضرورت تھی۔ اور جب آپ نے اللہ کے حکم سے قرآنی احکام کی تشریح و تبیین بھی فرمادی تو امت میں سے کسے یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ قرآن کو تسلیم کرے مگر قرآنی احکام کے سلسلہ میں جو تشریح آپ نے فرمائی ہے، اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دے۔ اگر قرآن کی تشریح و تبیین کے سلسلہ میں نبی کی کوئی ضرورت نہ تھی تو پھر اس قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے ایک نبی پر نازل کرنے کی زحمت آخر کیوں کی گئی۔ اس سے بہتر تھا کہ کسی پہاڑ پر قرآن رکھ دیا جاتا اور لوگوں سے کہہ دیا جاتا کہ وہاں سے اللہ کی کتاب اٹھالاؤ اور جسے جیسے یہ سمجھ آئے، وہ ویسے ہی اس پر عمل شروع کر دے.....!!

(۴)..... قرآن مجید میں نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج وغیرہ جیسی عبادات کے بارے واضح طور پر حکم دیا گیا ہے، لیکن یہ عبادات کیسے بجالی جائیں، ان کی توضیح اس وقت تک ممکن نہ تھی جب تک کہ عملی طور پر یہ کر کے دکھانہ دی جاتیں۔ اللہ تعالیٰ نے خود دنیا میں لوگوں کے سامنے آ کر یہ سب کچھ عملی طور پر کر کے نہیں دکھایا اور نہ ہی اللہ سے یہ توقع کرنی چاہیے البتہ اس کی بجائے اللہ تعالیٰ نے انسانوں ہی سے ایک مثالی شخصیت کا انتخاب کر کے اسے نبوت و رسالت سے مشرف فرمایا، اس پر اپنی کتاب نازل فرمائی اور اپنی عبادت سے متعلقہ احکام کی تفصیل سے اسے آگاہ کر کے اس کے قول و فعل کو امت کے لیے دین بنا دیا۔ اب اگر کوئی شخص نبی کے قول و فعل سے بے نیاز ہو کر اللہ کی کتاب کو پکڑے گا تو وہ اس کے ضروری احکام بجالانے میں سخت ناکام ثابت ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث کا انکار کرنے والوں کے ہاں نمازوں کی تعداد و رکعات کے بارے آج تک کوئی اتفاق رائے نہ ہو سکا، دین و شریعت کے باقی احکام کا مسئلہ تو بڑے دور کی بات ہے.....! اللہ ایسے لوگوں کو ہدایت عطا فرمائے، آمین!

جان بوجھ کر نبی کریم کی اطاعت سے منہ پھیرنے والے مسلمان کی سزا:

(۱)..... ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾
 ”رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے کہ وہ کسی فتنے میں گرفتار نہ ہو جائیں یا ان پر دردناک عذاب نہ آجائے۔“ [سورۃ النور: ۶۳]

(۲)..... ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِلُّوا فِيهِمْ﴾

حَرَاجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ [سورة النساء: 65]

”[اے محمد!] تمہارے رب کی قسم! لوگ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپس کے تمام اختلافات میں آپ کو حاکم نہ مان لیں پھر جو فیصلہ آپ ان میں کر دیں، اس پر اپنے دلوں میں یہ کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ فرمانبرداری کے ساتھ اسے تسلیم کر لیں۔“

(۳)..... حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

((خَاصَمَ زُبَيْرٌ جَلَامًا مِنَ الْأَنْصَارِ فِي شَرْيْحٍ مِنَ الْحَرَّةِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اِسْقِ يَا زُبَيْرُتُمْ اَرْسِلِ الْمَاءَ اِلَى جَارِكَ فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ: يَا رَسُولَ اللَّهِ اِنْ كَانَ ابْنُ عَمَّتِكَ فَتَلَوْنَ وَجْهَهُ ثُمَّ قَالَ: اِسْقِ يَا زُبَيْرُتُمْ اِحْبِسِ الْمَاءَ حَتَّى تَرْجِعَ اِلَى الْجَدْرِتُمْ اَرْسِلِ الْمَاءَ اِلَى جَارِكَ وَاسْتَوْعَى النَّبِيُّ ﷺ لِرُزْبَيْرٍ حَقَّهُ فِى صَرْيْحِ الْحُكْمِ حِينَ اَحْفَظَهُ الْأَنْصَارِى وَكَانَ اَشَارَ عَلَيْهِمَا بِاَمْرِ لُهُمَا فِيهِ سَعَةٌ قَالَ الزُّبَيْرُ فَمَا اَحْبَسَ هَذِهِ الْاَيَاتِ اِلَّا نَزَلَتْ فِى ذَلِكَ.....))

”ان کے والد حضرت زبیر اور ایک انصاری [ثابت بن قیس] کے درمیان مقام حرہ کی ایک نالی [کھال] کے بارے میں جھگڑا ہو گیا کہ اس سے کون اپنے باغ کو پہلے سینچے کا حق رکھتا ہے [نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ زبیر پہلے تم اپنے باغ کو پانی دو پھر اپنے اس پڑوسی کے لیے پانی چھوڑ دینا۔ اس پر اس انصاری صحابی نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ فیصلہ اس لیے ہے کہ زبیر آپ ﷺ کا چھو بھی زاد بھائی ہے؟ یہ سن کر آنحضرت ﷺ کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا اور آپ نے فرمایا: زبیر! اپنے باغ [کھیت] کو پانی پلاؤ، پھر پانی روکے رکھو، جب وہ مندر تک پہنچ جائے تو پھر اس کے لیے پانی چھوڑو۔ [پہلے آنحضرت ﷺ نے انصاری کے ساتھ رعایت کی تھی مگر] انصاری کی اس بات کے بعد آپ ﷺ نے زبیر کو ان کا پورا حق دے دیا کیونکہ اس جھگڑے کا صریح فیصلہ یہی تھا۔ جبکہ پہلے آپ ﷺ نے ان دونوں کے لیے ایک ایسی راہ کی نشاندہی کی تھی جو دونوں کے حق میں تھی۔ حضرت زبیر فرماتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ آیت اسی سلسلہ میں نازل ہوئی تھی:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَاجًا

مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ [سورة النساء: 65]

”[اے محمد!] تمہارے رب کی قسم! لوگ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپس کے تمام اختلافات

میں آپ کو حاکم نہ مان لیں پھر جو فیصلہ آپ ان میں کر دیں، اس پر اپنے دلوں میں یہ کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ فرمانبرداری کے ساتھ اسے تسلیم کر لیں۔“ (۱)

○ جب یہ جھگڑا نبی اکرم ﷺ کے سامنے پیش ہوا تو آپ نے مصالحت کی کوشش کی اور ظاہر ہے مصالحت میں کچھ لو اور کچھ دو کا اصول چلتا ہے۔ اس حوالے سے انصاری صحابی فائدے میں تھا کہ زبیر تھوڑا بہت پانی استعمال کرنے کے بعد ان کے لیے پانی چھوڑ دیں گے اور وہ جب اپنے کھیت کو سنبھالیں گے تو زبیر دوبارہ اپنے باغ کو مکمل طور پر سنبھالے گا۔ مگر وہ انصاری صحابی الثابہ سمجھا کہ شاید آپ نے حضرت زبیرؓ کے لیے پہل اس لیے رکھی کہ وہ آپ کا عزیز ہے اور یہ خیال فوراً اس نے ظاہر بھی کر دیا۔ اللہ کے رسول ﷺ کو اس کے اس رویے پر غصہ آیا چنانچہ آپ نے پھر مصالحت کی بجائے فیصلے [یعنی قضا] کی راہ اختیار کی اور یہ فیصلہ کیا کہ پانی زبیر کے کھیت کی طرف سے آ رہا ہے اور اس پر پہلا حق ان کا ہے۔ اس لیے زبیرؓ جب تک اپنا حق پورا نہیں کر لیتے وہ اگلے کھیت کے لیے پانی نہیں چھوڑیں گے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی حدیث، سنت اور فیصلے کے مقابلے میں ہم کسی چیز کو ترجیح نہ دیں، حتیٰ کہ اس کے متعلق کسی قسم کی بدگمانی بھی پیدا نہ کریں بلکہ دل و جان کے ساتھ آپ کی بات تسلیم کر لیں۔ یہ واقعہ اگرچہ آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ میں پیش آیا مگر اس میں اصولی طور پر جو بات کہہ دی گئی، وہ قیامت تک کے لیے ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ جو حکم اور ارشاد فرمادیں اس سے سرمواخرف نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس سے اخرف ایمان سے اخرف اور محرومی ہے۔

اطاعت رسول اور منافقین کا رویہ:

(۱) ﴿وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّى فَرِيقٌ مِّنْهُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَمَا أُولَئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذْ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُونَ﴾
 ”لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور رسول پر ایمان لائے اور ہم نے اطاعت قبول کی ہے پھر [اس اقرار کے بعد] ان میں سے ایک گروہ [اطاعت سے] منہ موڑ لیتا ہے۔ ایسے لوگ ہرگز مومن نہیں [کیونکہ] جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلا یا جاتا ہے تاکہ رسول ان کے باہمی معاملات کا فیصلہ کرے تو ان میں سے ایک گروہ منہ موڑنے والا بن جاتا ہے۔“ [سورۃ النور: ۴۷، ۴۸]

(۱) [صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب فی قوله: فلا وربك لا يؤمنون..... (ح-۴۵۸۵)]

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَىٰ الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُلُّونَ عَنْكَ صُلُودًا﴾ [سورة النساء: ۶۱]

”جب کبھی ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس چیز کی طرف جو اللہ نے نازل کی ہے اور آؤ رسول کی طرف تو ان منافقوں کو آپ دیکھتے ہو کہ آپ کی طرف آنے سے یہ رک جاتے ہیں۔“

اطاعت رسول اور مومنین کا رویہ:

﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [سورة النور: ۵۱]

”ایمان لانے والوں کا قول تو یہ ہے کہ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلا یا جاتا ہے تاکہ اللہ کا رسول ان کے معاملات کا فیصلہ کر دے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور مان لیا۔ ایسے لوگ ہی کامیاب ہونے والے ہیں۔“

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَىٰ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا﴾ [سورة الاحزاب: ۳۶]

”کسی مومن مرد اور مومنہ عورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کے بعد اپنے کسی امر کا اختیار باقی نہیں رہتا۔ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے، وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔“

اطاعت رسول کا صلہ، دنیا اور آخرت میں:

﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشِ اللَّهَ وَيَتَّقِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ﴾ [النور: ۵۲]

”جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں، اللہ کا خوف رکھیں اور اس کے عذاب سے ڈریں، وہی کامیابی پانے والے ہیں۔“

﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾ [سورة الاحزاب: ۷۱]

”جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی، اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کر لی۔“

﴿وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ [سورة آل عمران: ۱۳۲]

”اللہ اور رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔“

(۴)..... ﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ [سورة آل عمران: ۳۱]

”[اے نبی! لوگو سے] کہہ دو: اگر تم [واقعی] اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے گا۔ وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔“

(۵)..... ﴿وَأَنْ تَطِيعُوا تَهْتَدُوا وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ﴾ [سورة توبہ: ۵۴]

”اگر رسول کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے ورنہ رسول کی ذمہ داری اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ وہ [اپنا پیغام] صاف صاف پہنچا دے۔“

(۶)..... ﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصَّالِحِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا﴾ [سورة النساء: ۶۹]

”جو لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے، وہ [روز قیامت] ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء، صدیقین، عہدہ اور صالحین۔ ان لوگوں کی رفاقت بہت اچھی ہے۔“

(۷)..... ﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ [سورة النساء: ۱۳]

”جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا، اسے اللہ ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور جہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔ یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔“

(۸)..... ﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَنْ يَقُولُ يُعَذِّبُهُ عَذَابًا أَلِيمًا﴾ [سورة الفتح: ۱۷]

”جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا، اسے اللہ تعالیٰ ان جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے منہ موڑے گا، اسے اللہ تعالیٰ دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا۔“



[3]..... اطاعت رسول ﷺ آحادیہ مبارکہ کی روشنی میں

جس طرح قرآن مجید میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و اتباع کی فرضیت پر دلالت کرنے والی بہت سی آیات موجود ہیں اور ان میں مختلف اسالیب کے ساتھ اطاعت رسول کی ضرورت و اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے، اسی طرح خود آنحضرت ﷺ نے بھی آحادیہ میں اپنی اطاعت و اتباع کا دو ٹوک حکم دیا ہے۔ آئندہ سطور میں اطاعت رسول کی ضرورت و اہمیت کے بارے چند صحیح احادیث درج کی جا رہی ہیں:

اللہ کے رسول کی اطاعت درحقیقت اللہ کی اطاعت ہے:

*..... ((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ قَالَ: مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ يُعَصِبْنِي فَقَدْ عَصَى اللَّهَ))

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے میری اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی، اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔“^(۱)

○ اس لیے کہ اللہ کے رسول نے بحیثیت نبی جو کچھ کہا اور فرمایا وہ سب اللہ کی طرف سے دین تھا۔ اور اس دین کی پیروی گویا اللہ کی پیروی ہے اور اس کی مخالفت بھی اللہ ہی کی نافرمانی ہے۔

اطاعت رسول سے منہ موڑنے والا جنت میں جانے سے خود ہی انکار کر رہا ہے!

*..... ((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى قَالُوا

يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَنْ يَأْبَى؟ قَالَ: مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى))

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میرا امت کے سارے لوگ جنت میں جائیں گے، سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے جنت میں جانے سے انکار کیا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! جنت میں جانے سے کون انکار کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے گویا جنت میں جانے سے انکار کیا۔“^(۲)

(۱) | صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب طاعة الامراء في غير معصية (ح- ۱۸۳۵)

(۲) | صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ (ح- ۷۲۸۰)

○ معلوم ہوا کہ جنت میں جانے کے لیے اللہ کی رسول ﷺ کی اطاعت اور آپ کے بتائے ہوئے طریقے کی اتباع ضروری ہے اور جو آپ کی اطاعت و اتباع نہیں کرتا وہ گویا جنت میں جانے سے خود ہی انکار کر رہا ہے۔ اللہ ہم سب کو اپنے پیارے حبیب ﷺ کی اطاعت و اتباع کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

ہدایت کا معیار صرف قرآن و سنت ہے:

*..... ((عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ: اِنِّیْ قَدْتَرَكْتُ فِیْكُمْ شَیْئَیْنِ لَنْ تَصِلُوْا بَعْدَهُمَا كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّتِیْ))

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”میں تمہارے اندر دو ایسی چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم ان پر عمل کرو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے؛ ایک اللہ کی کتاب ہے اور دوسری میری سنت ہے۔“ (۱)

○ ان دو چیزوں کے علاوہ کوئی اور چیز بھی اگر ہدایت کا معیار ہوتی تو یقیناً اللہ کے رسول اس کی بھی وضاحت فرمادیتے، مگر ذخیرہ حدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس کے علاوہ کسی اور چیز کو معیار ہدایت قرار نہیں دیا۔ اس لیے کسی مفتی کا فتویٰ، عالم کا علم، فقیہ کی فقہ، مفسر کی تفسیر، مؤرخ کی تاریخ، مصنف کی تصنیف، قاری کی قرأت، دین میں حجت یا معیار نہیں بلکہ قرآن اور حدیث ہی اصل معیار ہے اور اسی پر ہر چیز کو ٹولا جائے گا۔ جو اس پر پورا اترے وہ قابل توجہ اور جو اس پر پورا نہ اترے وہ ناقابل التفات ہے۔

*..... ((عن المقدم بن معدی کرب عن رسول اللہ قال: اَلَا اِنِّیْ اُوتِیْتُ الْکِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ الْاَبُو شَیْخٍ عَلٰی اَرْبَعِیْنِ یَقُوْلُ عَلَیْکُمْ بِهَذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِیْهِ مِنْ حَلَالٍ فَاحِلُوْهُ وَمَا وَجَدْتُمْ فِیْهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوْهُ اَلَا لَا یَحِلُّ لَکُمْ لَحْمُ الْحِمَارِ الْاَهْلِیِّ وَلَا کُلُّ ذِی نَابٍ مِنَ السَّبْعِ وَلَا لُقْطَةُ مُعَاهِدٍ اِلَّا اَنْ یُّسْتَعْنٰی عَنْهَا صَاحِبُهَا))

حضرت مقدم بن معدی کرب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لوگو! اس لو، مجھے اللہ کی طرف سے قرآن ہی کی طرح ایک اور چیز یعنی حدیث ابھی دی گئی ہے۔ خبردار! ایک وقت آئے گا کہ ایک پیٹ بھرا شخص اپنی مسند پر تکیہ لگائے بیٹھا ہوگا اور کہے گا لوگو! تمہارے لیے قرآن ہی کافی

ہے۔ اس قرآن میں جو چیز حلال ہے بس وہی حلال ہے اور جو اس میں حرام ہے بس وہی حرام ہے۔ لوگو سنو! گھریلو گدھا بھی تمہارے لیے حلال نہیں ہے اور نہ ہی کچلی والے درندے تمہارے لیے حلال ہیں اور نہ ہی کسی ذمی کی گری پڑی چیز تمہارے لیے حلال ہے، ہاں البتہ اگر اس کے مالک کو اس کی ضرورت ہی نہ ہو تو پھر کوئی حرج نہیں۔“ (۱)

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ”جو کچھ اللہ کا رسول حرام قرار دے دے، وہ ایسے ہی حرام ہے جیسے اللہ کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔“ (۲)

○ حدیث رسول کے وحی اور حجت ہونے کے لحاظ سے یہ حدیث بھی بڑی واضح ہے۔ اس میں ایک تو آپ نے یہ فرمایا کہ مجھے صرف قرآن ہی دے کر نہیں بھیجا گیا کہ کل کو کوئی شخص یہ کہہ بیٹھے کہ..... ”جو کچھ قرآن میں ہے بس وہی دین ہے اور اس کے علاوہ دین کچھ نہیں“..... بلکہ اس قرآن کے ساتھ مجھے ایک اور چیز بھی دی گئی ہے اور ظاہر ہے وہ اور چیز آپ کی حدیث اور سنت ہی ہو سکتی ہے جو آپ کے قول و فعل کی شکل میں امت کے سامنے آگئی اور امت نے اے سینوں، کتابوں اور اپنی زندگیوں میں جاری کر کے محفوظ کر لیا۔ آپ کے قول و فعل یا دوسرے لفظوں میں حدیث و سنت کے علاوہ اور کوئی چیز دین کی حیثیت سے نہ آپ نے پیش فرمائی اور نہ ہی قرآن و حدیث کے علاوہ کسی اور چیز کو آج تک امت نے دین قرار دیا ہے۔ اس حدیث میں دوسری چیز آپ نے یہ ارشاد فرمائی کہ جسے میں حرام قرار دے دوں وہ بھی ایسے ہی ہے جیسے اللہ کی حرام کردہ کوئی اور چیز۔ اللہ نے جو چیز حرام قرار دی وہ اس کی کتاب قرآن میں بیان ہوگی اور اللہ کے رسول نے اس سے اضافی جس چیز کو حرام قرار دیا وہ آپ کی احادیث میں بیان ہوئی۔ اب ظاہر ہے اللہ کے رسول اپنی مرضی سے تو کوئی چیز حلال یا حرام قرار نہیں دے سکتے بلکہ اللہ ہی کی منشا سے آپ ایسا کوئی فیصلہ کریں گے۔ اور اللہ کا حکم یا توحی جلی یعنی قرآنی شکل میں آپ کے پاس آتا یا پھر وحی خفی یعنی حدیث کی شکل میں۔

پھر آپ نے صرف اتنا کہہ دینے پر اکتفا نہ کی بلکہ کچھ مثالیں دے کر اس کی اور وضاحت فرمادی، چنانچہ آپ نے گھریلو گدھے اور کچلی والے درندے حرام قرار دیے، حالانکہ قرآن میں ان دونوں کی حرمت کا ذکر

(۱) [سنن ابوداؤد، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ (ج ۱ ص ۴۵۹۳)]

(۲) [سنن ابن ماجہ، المقدمہ، باب تعظیم حدیث رسول اللہ..... (ج ۱ ص ۱۲)]

نہیں ہے۔ اور آپؐ یہی واضح فرمانا چاہتے تھے کہ قرآن کے علاوہ میرا ہر وہ قول و فعل بھی تمہارے لیے دین کی حیثیت رکھتا ہے جو میں دین اور وحی کی حیثیت سے تمہارے لیے پیش کرتا ہوں۔ اس لیے اطاعت و اتباع کے سلسلہ میں جو حکم قرآن کے بارے ہے، وہی حدیث و سنت کے بارے بھی ہے۔ جب تک ان دونوں چیزوں کو نہیں پکڑا جائے گا، تب تک ہدایت حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس سلسلہ میں مزید ایک حدیث ملاحظہ فرمائیے:

*..... (۱) عن ابن عباسؓ ان رسول الله ﷺ خَطَبَ النَّاسَ فِي حَجَّةِ الْوُدَّاعِ فَقَالَ: إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدِ يَمَسُّ أَنْ يُبْعِدَ بَارِضِكُمْ وَلَكِنْ رَضِي أَنْ يُطَاعَ فِيمَا سِوَايَ ذَلِكَ مِمَّا تَحْتَاقِرُونَ مِنْ أَعْمَالِكُمْ فَاحْذَرُوا إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ اغْتَضَمْتُمْ بِهِ فَلَنْ تَصْلُوا أَبَدًا كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ))

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ تمہاری اس سرزمین میں کبھی اس کی عبادت کی جائے گی، البتہ وہ اسی بات پر خوش ہے کہ وہ اعمال جنہیں تم معمولی سمجھتے ہو، ان میں اس کی پیروی کی جائے، پس تم [شیطان سے] بچ کر رہو اور سنو: میں تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں جسے اگر مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے اور وہ ہے اللہ کی کتاب اور اس کے نبی ﷺ کی سنت۔“ (۱)

○ تاریخ گواہ ہے کہ جب مسلمانوں نے قرآنی تعلیمات سے منہ موڑا، وہ نہ صرف یہ کہ گمراہی کی راہ پر چل نکلے بلکہ دنیا میں ذلیل و خوار بھی ہوئے اور جب کسی نے اللہ کے رسول ﷺ کی احادیث سے بے زنی کر کے قرآن کو سمجھنے کی کوشش کی تو وہ کبھی حق بات تک نہ پہنچ سکا۔ حدیث سے اعراض کرنے والے فرقوں کو آج بھی مجموعی طرز پر گمراہ ہی کہا جاتا ہے، خواہ بظاہر وہ کتنے ہی پرکشش نعرے اور دلفریب دعوے کیوں نہ رکھتے ہوں.....!

*..... ((قال العرياض ابن سارية: صَلَّى بِنَارِ سُورِ اللَّهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا فَوَعظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيغَةً دَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ وَوَجَلَّتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ اسْكُنْ هَذِهِ مَوْعِظَةُ مَوْدِعٍ فَمَاذَا تَعْهَدُ لِيْنَا؟ فَقَالَ: أُوْصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ عَبَدَا

(۱) [صحيح الترغيب والترهيب - للالباني (ج ۱ - ص ۲۶)]

حَبَشِيًّا فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ
الْمُهَدِّدِينَ الرَّاشِدِينَ تَمَسَّكُوا بِهَا وَعُضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِدِ وَإِنَّا كُنْم وَمُحَدَّثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ
كُلَّ مُحَدَّثَةٍ بَدْعَةٌ وَكُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ))

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی، نماز کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ہمیں بڑا موثر وعظ فرمایا جس سے لوگوں کے آنسو بہہ نکلے اور دل کانپ اٹھے۔ ایک آدمی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آج آپ نے اس طرح وعظ فرمایا ہے جیسے یہ آپ ﷺ کا آخری وعظ ہو۔ اگر ایسا ہی ہے تو پھر آپ ہمیں کس چیز کی وصیت فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ سے ڈرنے، امراء کی بات سننے اور ان کی اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں، خواہ تمہارا امیر حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ [اور سنو!] جو لوگ میرے بعد زندہ رہیں گے وہ [امت میں] بہت زیادہ اختلاف دیکھیں گے، پس ایسے حالات میں میری اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑنا اور اس پر مضبوطی سے جے رہنا۔ اور دین میں پیدا کی گئی نئی باتوں [بدعتوں] سے بچنا کیونکہ دین میں ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔^(۱)

○ اللہ کی مشیت ہی کا تقاضا تھا کہ نبی کریم کے بعد جیسے جیسے وقت گزرتا گیا، اس امت میں باہمی اختلافات کا دائرہ بھی بڑھتا ہی چلا گیا۔ آپ نے پیشین گوئی فرمادی تھی کہ میرے بعد جلد ہی اختلافات کا آغاز ہو جائے گا اور ساتھ ہی آپ نے امت کو یہ ہدایت بھی فرمادی کہ ایسے وقت میں میری اور میرے خلفاء کی سنت ہی کو اختیار کرنا۔ یعنی جس راہ پر میں چلا اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء جسے اختیار کریں گے، تم بھی اسی راہ کو اختیار کرنا، اسے چھوڑ کر کوئی اور راہ نہ نکال لینا۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ کے رسول کی اطاعت ہی کافی ہے تو پھر آپ نے اپنے خلفاء کی اطاعت کا حکم کیوں دیا۔ اس سوال کے جواب کے لیے پہلے خلفاء کا معنی سمجھ لیں۔

خليفة جانشین کو کہتے ہیں۔ اللہ کے رسول کو اللہ کی طرف سے دو طرح کی ذمہ داریاں سونپی گئی تھیں۔ ایک نبوت کی ذمہ داری اور دوسری اس امت کی سیاسی امامت و قیادت کی ذمہ داری۔ ظاہر ہے جب آپ

(۱) [سنن ابو داؤد، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ (ح-۴۶۰۷) جامع ترمذی، کتاب العلم (ح-۲۶۷۶) سنن ابن

ماجہ (ح-۴۳) مسند احمد (ح-۴ ص ۱۲۶)]

آخری نبی ہیں تو آپ کے بعد نبوت کی جانشینی کی ضرورت ہی نہ رہی، البتہ سیاسی طور پر اس امت کی قیادت و امامت کی ذمہ داری اس وقت تک رہے گی جب تک یہ امت باقی ہے۔ اس لیے اس ذمہ داری پر جو بھی فائز ہوگا وہ آپ کا خلیفہ سمجھا جائے گا۔ اسلامی سیاسیات میں حاکم وقت کے لیے خلیفہ کا لفظ اسی تصور کی ترجمانی کرتا ہے۔ لیکن ہر خلیفہ کی سنت کی پیروی کا آپ نے حکم نہیں دیا بلکہ الراشدین المہدیین کہہ کر اس کی تعیین فرمادی کہ وہ نیک، صالح اور ہدایت یافتہ خلفاء ہیں۔

اب ظاہر ہے کوئی خلیفہ اس وقت تک نیک صالح اور ہدایت یافتہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اللہ کے رسول کا سچا اطاعت گزار اور تبع فرمان نہ ہو کیونکہ ہدایت کا راستہ تو آپ ہی نے دکھایا اور بتایا ہے۔ لیکن جو خلیفہ آنحضرت کی سنت و ہدایت سے لاپرواہی کرنے اور منہ موڑنے والا ہو، اس حدیث ہی کی رو سے نہ وہ راشد [نیک، صالح] ہے اور نہ ہی مہدی [ہدایت یافتہ]۔ اس لیے اس کی سنت اور طرز عمل کی پیروی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ باقی رہا اس حدیث میں راشد و مہدی خلفاء کی اطاعت کا حکم، تو ہمارے خیال میں اس کی دو جوہات ہیں۔ ایک یہ کہ آپ نے بطور تاکید یہ بات فرمائی ہے، کیونکہ آپ اور آپ کے طریقے پر چلنے والے راشد و مہدی خلفاء کے طرز عمل میں کوئی تضاد نہیں ہو سکتا۔ جن لوگوں نے اس حدیث میں راشد و مہدی خلفاء سے مراد خلفائے اربعہ لیا ہے، اس سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کیونکہ خلفائے اربعہ جنت کی بشارت پانے والے صحابہ ہیں اور انہوں نے اپنی خلافت میں جو کچھ کیا، سنت رسول ہی کی روشنی میں کیا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ نئے مسائل پیدا ہوتے رہتے ہیں، ان پیش آمدہ مسائل کو قرآن و حدیث میں پہلے ہی سے مکمل تفصیلات کے ساتھ بیان نہیں کیا گیا، البتہ قرآن و حدیث میں ایسے جامع اصول بتا دیے گئے ہیں، جن کی روشنی میں ان پیش آمدہ نئے مسائل کا حل ممکن ہے۔ ظاہر ہے ان کے حل کے لیے راشد و مہدی خلفاء قرآن و حدیث ہی کی روشنی میں پوری نیک نیتی کے ساتھ اجتہاد کریں گے، اور ان کے اجتہاد کے بعد جو اصول و قوانین طے پائیں گے ان میں ان کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی طرح انتظامی نوعیت کے مسائل میں اہل حل و عقد کی مشاورت سے وہ جو پالیسیاں اختیار کریں گے، ان میں بھی ان کی اطاعت بحیثیت امیر ضروری ہے، تاکہ امت کی اجتماعیت قائم رہے۔ البتہ اگر ان کا کوئی فیصلہ یا قانون قرآن و حدیث کے کسی حکم کے صریح منافی ہو تو پھر بحیثیت مسلمان ہم سب کو یہی حکم ہے کہ

اس معاملے کو قرآن و حدیث کی طرف لوٹا دیا جائے، کیونکہ ہمارے لیے اصل معیار قرآن اور حدیث ہی ہے اور جو کچھ اس کے خلاف ہو وہ بہر صورت قبول نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ قرآن و حدیث کے دائرے میں رہتے ہوئے اگر کسی مسئلہ میں اختلاف پیدا ہو جائے تو اس میں توسع اختیار کرنا چاہیے نہ کہ شدت.....!

خود ساختہ بات کو حدیث نبویؐ کے طور پر پیش کرنے والے کی سزا:

(۱)..... ((عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ قال: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ))
حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹ منسوب کیا، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔“ (۱)

(۲)..... ((عن علی قال قال رسول اللہ ﷺ: لَا تُكَذِّبُوا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَلِجِ النَّارَ))
حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھ پر جھوٹ نہ باندھو، جس نے جان بوجھ کر مجھ پر کوئی جھوٹ باندھا جبکہ وہ میں نے نہیں کہا، تو وہ اپنی جگہ جہنم میں بنالے۔“ (۲)

(۳)..... ((عن سلمة قال سمعت النبی يقول: مَنْ يُقُلُّ عَلَيَّ مَا لَمْ أَقُلْ فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ))
حضرت سلمہؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ”جو شخص میری طرف ایسی بات منسوب کرے، جو میں نے نہیں کہی، تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔“ (۳)

(۴)..... ((عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ: يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَالُونَ كَذَّابُونَ يَأْتُونَكُمْ مِنَ الْأَحَادِيثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ فَأَيُّكُمْ وَإِيَاهُمْ لَا يَضِلُّونَكُمْ وَلَا يَفْتِنُونَكُمْ))
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”آخری زمانے میں دجال اور کذاب قسم کے لوگ ایسی ایسی حدیثیں تمہارے پاس لائیں گے جو تم نے سنی ہوں گی اور نہ ہی تمہارے بڑوں نے کبھی سنی ہوں گی۔ لہذا ان سے بچ کر رہنا کہ کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں یا فتنے میں مبتلا نہ کر دیں۔“ (۴)

(۱) [صحیح بخاری، کتاب العلم، باب اثم من كذب على النبي (ح- ۱۱۰) صحیح مسلم، المقدمه (ح- ۳)]

(۲) [صحیح بخاری، کتاب العلم، ایضاً (ح- ۱۰۶) صحیح مسلم، باب تغلیظ الکذب علی رسول اللہ (ح- ۱)]

(۳) [صحیح بخاری، کتاب العلم، باب اثم من كذب على النبي (ح- ۱۰۹)]

(۴) [صحیح مسلم، المقدمه، باب النهی عن الروایة عن الضعفاء (ح- ۷)]

(۵)..... ((قال المغيرة سمعت رسول الله ﷺ يقول: إِنْ كَذَبَ عَلِيٌّ لَيْسَ كَكَذِبِ عَلِيٍّ أَحَدٍ فَمَنْ كَذَبَ عَلِيٌّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ))

حضرت مغیرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”میری طرف جھوٹ منسوب کرنا ایسا نہیں جیسا تم میں سے کوئی ایک دوسرے کی طرف کر سکتا ہے بلکہ جس نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹ منسوب کیا، تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔“ (۱)

(۶)..... عبد اللہ بن زبیر نے اپنے والد زبیرؓ سے کہا:

((انني لا اسمعك تحدث عن رسول الله كما يحدث فلان وفلان))

”جس طرح فلاں اور فلاں اللہ کے رسول کے حوالے سے احادیث روایت کرتے ہیں، آپ اس طرح احادیث روایت کیوں نہیں کرتے؟“ تو حضرت زبیرؓ نے جواب دیا: ”میں اللہ کے رسول کی رفاقت و معیت سے کبھی پیچھے تو نہیں رہا تاہم میں اس لیے احادیث روایت کرنے سے بچتا ہوں کہ اللہ کے رسول نے یہ فرمایا تھا: ”جس نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹ منسوب کیا، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔“ (۲)

○ اسی طرح بعض اور صحابہ بھی اس خوف کے پیش نظر احادیث روایت کرنے سے ڈرتے تھے کہ کہیں ہم اللہ کے رسول کی طرف کوئی ایسی بات نہ منسوب کر بیٹھیں جو آپؐ نے فی الواقع کہیں نہیں اور جہنم کی سزا کے مستحق بن بیٹھیں۔ معلوم ہوا کہ دین میں حدیث نبویؐ کا ایک بلند تر مقام ہے اور جس طرح حدیث سے انکار یا استخفاف گمراہی کے راستے کھولتا ہے اسی طرح حدیث کے نام سے کوئی جھوٹی بات نبی کی طرف منسوب کرنا بھی جہنم میں لے جانے والا عمل ہے کیونکہ جو شخص بھی اس بات پر عمل کرے گا، وہ اسے حدیث رسولؐ ہی سمجھتے ہوئے اس پر عمل کرے گا جب کہ حدیث رسولؐ دین کا حصہ ہے اور حدیث کے نام پر اللہ کے نبی پر جھوٹ باندھنے والا گویا دین سازی کر رہا ہے اور یہ اتنی بڑی جسارت ہے کہ اس کی سزا جہنم کی آگ ہی ہو سکتی ہے۔

(۱) [صحیح مسلم، المقدمہ، باب النهی عن الروایة عن الضعفاء (ح ۴۴)]

(۲) [صحیح بخاری، کتاب العلم، باب اثم من كذب على النبي (ح ۱۰۷) ابن ماجہ، مقدمہ، باب التغلیظ فی

تعمد الكذب على رسول الله (ح ۳۶) ابو داؤد (ح ۳۶۵۱)]

ان احادیث کی روشنی میں یقیناً وہ شخص بھی اس سزا کا مستحق ہونا چاہیے جو جانتے بوجھتے جھوٹی [موضوع] احادیث آگے نقل کرتا اور ان کی روشنی میں دین و شریعت کے مسائل بیان کرتا ہے یا کسی شرعی مسئلہ میں اپنے موقف کی کمزوری دور کرنے کے لیے ایسی احادیث تلاش کرتا اور انہیں اپنے لیے کافی سمجھتا ہے۔

حدیث رسول کے مقابلہ میں کسی کا قول حجت نہیں:

(۱)..... ((عن جابر عن النبی ﷺ حِينَ آتَاهُ عُمَرُ فَقَالَ إِنَّا نَسْمَعُ أَحَادِيثَ مِنْ يَهُودٍ تُغَيِّبُنَا أَقْرَىٰ أَنْ نُكْثِبَ بَعْضَهَا فَقَالَ: أَمْتَهُوْكُمْ أَنْتُمْ كَمَا تَهُوْكُمْ يَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ جِئْتُمْ بِهَا بَيْضًا نَقِيَّةً وَلَوْ كَانَ مُؤَسَّىٰ حَيًّا مَا وَسِعَهُ إِلَّا تَبَاعَىٰ))

حضرت جابر سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم یہودیوں سے [ان کے دین کی] باتیں سنتے ہیں، جو ہمیں اچھی لگتی ہیں، اگر آپ اجازت دیں تو ہم ان کی بعض باتیں لکھ لیا کریں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم [اپنے دین کے ساتھ] اس طرح لاپرواہی کرنا چاہتے ہو جس طرح یہود و نصاریٰ نے [اپنے دین کے بارے] لاپرواہی کا اظہار کیا تھا جبکہ میں تمہارے پاس ایک واضح اور صاف ستھری شریعت لے کر آیا ہوں۔ اگر آج موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو میری پیروی کیے بغیر ان کے لیے بھی کوئی چارہ کار نہ ہوتا۔“ (۱)

درج ذیل حدیث میں یہی بات زیادہ تفصیل سے بیان ہوئی ہے:

(۲)..... ((عن جابر عن عمر بن الخطاب أتى رسول الله ﷺ بنسخة من التوراة فقال: يا رسول الله ﷺ هذه نسخة من التوراة فسكت فجعل يقرأ ووجه رسول الله يتغير فقال أبو بكر نكثت التوراة ما ترى ما بوجه رسول الله ﷺ فنظر عمر إلى وجه رسول الله فقال: أعوذ بالله من غضب الله وغضب رسوله رضينا بالله رباً وبالإسلام ديناً وبمحمد نبياً فقال رسول الله ﷺ: والذي نفس محمد بيده لو بدنا لكم موسى فاتبعتموه وتركتموني لضللتكم عن سواي السبيل ولو كان حياً وأدرك نبوتى لأتبعينى)) (۲)

حضرت جابر سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر کہیں سے تورات کا کوئی نسخہ لے کر اللہ کے رسول

(۱) [مسند احمد (ج ۳ ص ۸۳) بیہقی، باب فی الایمان بالقرآن و سائر الکتاب المتزلزلة (ج ۱ ص ۱۹۹ ح ۱۷۶)]

(۲) [سنن دارمی، المقدمة، باب ما یقی من تفسیر حدیث النبی - ارواء الغلیل (۶/۳۸۳) مشکوٰۃ (ج ۴ ص ۱۹۴)]

ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول! یہ تو رات ہے۔ آپ ﷺ خاموش رہے مگر حضرت عمر نے اسے پڑھنا شروع کر دیا، تو اللہ کے رسول ﷺ کے چہرہ مبارک [غصے سے] بدلنے لگا۔ حضرت ابو بکرؓ نے یہ دیکھتے ہوئے [کہا اے عمر! گم کرنے والیاں تمہیں گم پائیں، کیا تم نے اللہ کے رسول ﷺ کا چہرہ مبارک نہیں دیکھا؟] حضرت عمرؓ نے اللہ کے رسول ﷺ کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھا تو فوراً کہا: میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے غصے سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، میں اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہوں۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر آج موسیٰ علیہ السلام تشریف لے آئیں اور تم لوگ مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی شروع کر دو، تو سیدھی راہ سے بھٹک جاؤ گے جبکہ موسیٰ علیہ السلام اگر زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے، تو وہ بھی میری ہی اتباع کرتے۔“

○ اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اللہ کے سچے رسول تھے مگر جب اللہ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنا آخری رسول بنا کر مبعوث فرمادیا تو آپؐ کے آجانے کے بعد سابقہ تمام شریعتوں کی ضرورت کو ختم فرمادیا کیونکہ اللہ نے آپؐ کو ایک جامع اور کامل شریعت عطا فرمائی پھر تاقیامت اس کی حفاظت کی ذمہ داری بھی اٹھائی۔ اس لیے ہدایت و رہنمائی کے لیے ہمیں یہی شریعت کافی ہے، کسی اور دین و شریعت کی کوئی حاجت ہے نہ ضرورت۔ حضرت عمرؓ کو تو رات کی بعض باتیں حیران کن حد تک اچھی لگیں مگر یہ رویہ تو رات کے کسی ناظر کو تو رات سے متاثر اور محمدی شریعت سے لاپرواہ کر سکتا تھا، اس لیے آپؐ نے اس معاملہ میں سختی کرتے ہوئے یہی بات ارشاد فرمائی کہ ”کیا تم [اپنے دین کے ساتھ] اس طرح لاپرواہی کرنا چاہتے ہو جس طرح یہود و نصاریٰ نے [اپنے دین کے بارے] لاپرواہی کا اظہار کیا تھا۔“ یعنی جب میں ایک شریعت لے کر تمہارے پاس آ گیا ہوں تو پھر ہدایت کے لیے تم کسی اور چیز کی طرف کیوں دیکھتے ہو!

پھر آپؐ کی لائی ہوئی شریعت چونکہ کامل و مکمل اور آخری شریعت کی حیثیت رکھتی ہے اس لیے آپؐ نے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ ”جبکہ میں تمہارے پاس ایک واضح اور صاف ستھری شریعت لے کر آیا ہوں۔“

پھر آپؐ نے اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ یہ بھی فرمایا کہ ”اگر آج موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو میری پیروی کے بغیر ان کے لیے بھی کوئی چارہ کار نہ ہوتا۔“ معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ کے لائے ہوئے دین کے مقابلہ

میں اب کوئی اور دین قابل قبول نہیں۔

مذکورہ بالا احادیث سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جب محمد مصطفیٰ کے مقابلہ میں کسی اور نبی کی بات حجت نہیں ہو سکتی تو پھر آپ کے مقابلہ میں کسی عالم اور فقیہ کی بات بالادولی حجت نہیں ہو سکتی۔ اور اگر کوئی شخص حدیث رسول واضح ہو جانے کے باوجود کسی عالم، مفتی یا پیرومرشد کی بات پر عمل کرے جبکہ اس کی وہ بات قرآن و سنت کے صریح خلاف بھی ہو تو اس شخص کو اس گمراہانہ فعل پر اپنے بارے کسی خوش فہمی میں نہیں رہنا چاہیے!

سنت رسول سے تجاوز گمراہی کا دروازہ کھولتا ہے، خواہ اس کے پیچھے کتنی ہی نیک نیتی کا فرما ہو:

(۱)..... ((عن عائشة قالت كان رسول الله ﷺ إِذَا أَمَرَهُمْ أَمَرَهُمْ مِنَ الْأَعْمَالِ بِمَا يُطِيقُونَ قَالُوا إِنَّا لَنَسْنَا كَهَيْئَتِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ قَدْ غَفَرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ فَيَغْضَبُ حَتَّى يُعْرِفَ الْغَضَبَ فِي وَجْهِهِ ثُمَّ يَقُولُ: إِنْ اتَّقَاكُمْ وَأَعَلَّمَكُم بِاللَّهِ أَنَا))

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ جب صحابہ کو کسی بات کا حکم فرماتے، تو اتنی ہی بات کا حکم فرماتے جتنی وہ باآسانی کر سکتے۔ صحابہ کہتے: اے اللہ کے رسول! ہم تو آپ کی طرح نہیں ہیں کیونکہ آپ ﷺ کی تو اللہ تعالیٰ نے اگلی پچھلی ساری لغزشیں ہی معاف کر دی ہیں۔ [اس لیے ہمیں اپنے سے زیادہ عبادت کرنے دیجیے] یہ سن کر آپ ﷺ غصے میں آ گئے حتیٰ کہ غصے کے آثار آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر ظاہر ہو گئے، پھر آپ نے ارشاد فرمایا: بے شک میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور اس کے احکام کے بارے سب سے زیادہ جاننے والا ہوں۔^(۱)

(۲)..... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین آدمی [یعنی حضرت علیؓ، حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاصؓ اور حضرت عثمان بن مظعونؓ] نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کے گھروں کی طرف آپ کی عبادت کے متعلق دریافت کرنے آئے۔ جب انہیں آنحضرت ﷺ کا عمل بتایا گیا تو انہوں نے [اس کے مقابلہ میں اپنا عمل] بہت کم سمجھا اور کہا کہ ہمارا آنحضرت ﷺ سے بھلا کیا مقابلہ! آپ کی تو اگلی پچھلی تمام لغزشیں معاف کر دی گئی ہیں۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا کہ میں آج سے ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزے رکھوں گا اور کبھی روزہ ترک نہ کروں گا۔ تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے جدائی اختیار کر لوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا۔

(۱) [صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب قول النبی: انا اعلمکم باللہ (ح: ۲۰)]

پھر آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور ان سے پوچھا کیا تم نے ہی یہ باتیں کہی ہیں؟ سن لو اللہ کی قسم! میں تم میں سے سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور خوف رکھنے والا ہوں لیکن میں نقلی روزے رکھتا بھی ہوں اور چھوڑتا بھی ہوں، میں نماز [تہجد] پڑھتا بھی ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں نے عورتوں سے نکاح بھی کر رکھا ہے لہذا جس شخص نے میرے طریقے [سنت] سے بے رغبتی اختیار کی وہ مجھ سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔“ (۱)

(۳)..... ((عن عائشة قالت: صَنَعَ النَّبِيُّ ﷺ شَيْئًا فَرَخَّصَ فِيهِ فَنَزَّهَ عَنْهُ قَوْمٌ فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيُّ ﷺ فَخَطَبَ فَحَمِدَ اللَّهُ ثُمَّ قَالَ: مَا تَأَلَّ أَقْوَامٌ يَنْتَزَهُونَ عَنِ الشَّيْءِ وَأَصْنَعُهُ فَوَاللَّهِ إِنِّي أَعْلَمُهُم بِاللَّهِ وَأَشَدَّهُمْ لَهُ خَشْيَةً))

”حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کوئی کام کیا پھر اس میں رخصت دے دی، لیکن کچھ لوگوں نے وہ رخصت لینے سے گریز کیا۔ نبی اکرم ﷺ کو پتہ چلا تو آپ نے خطبہ دیا اور اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: کیا وجہ ہے کہ کچھ لوگ اس چیز سے گریز کرتے ہیں جو میں کرتا ہوں، اللہ کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ کی مرضی سے واقف ہوں اور تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں!“ (۲)

○ ان تینوں احادیث میں اللہ کے رسول نے اپنی پیروی کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ بھی واضح فرما دیا ہے کہ میری سنت کے مطابق چلو گے تو کامیاب ہو گے ورنہ میری سنت سے ہٹ کر جو کچھ بھی کرو گے، اس سے بجائے ثواب کے گناہ ہی حاصل ہوگا۔ بعض لوگ زیادہ سے زیادہ اجر و ثواب کے لیے نیک نیتی کے ساتھ کوئی ایسی عبادت کرنا چاہتے تھے جو آپ نے نہیں کی، یا اپنی استطاعت سے زیادہ کوئی عبادت کرنا چاہتے تھے مگر آپ نے سختی کے ساتھ انہیں ڈانٹ دیا اور کہا کہ جب میں ایک کام کرتا یا چھوڑتا ہوں تو تم اس میں میری پیروی کیوں نہیں کرتے حالانکہ تم لوگ نہ مجھ سے زیادہ احکام خداوندی سے واقف ہو اور نہ ہی مجھ سے زیادہ متقی بن سکتے ہو۔

معلوم ہوا کہ دین میں اصل چیز معیار ہے مقدار نہیں اور معیار یہ ہے کہ دین کے نام پر کیا جانے والا ہر عمل

(۱) | صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب التَّزْوِجِ فِي النِّكَاحِ (۵۰۶۳) صحیح مسلم، کتاب النکاح

(ح ۱۴۰۱) احمد (۲۴۱/۳) بیہقی (۷۷/۷)

(۲) | صحیح بخاری، کتاب الادب، باب من لم يواجه الناس بالعتاب (۶۱۰۱) صحیح مسلم، کتاب الفضائل (۲۳۵۶)

قرآن اور سنت رسول کے مطابق ہونا چاہیے۔ جو عمل قرآن اور سنت رسول کے مطابق نہ ہو، وہ اللہ کی بارگاہ میں قابل قبول نہیں۔ جیسا کہ ایک روایت میں واضح طور پر اللہ کے رسول نے ارشاد فرمادیا کہ:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ زَوْرٌ))

”جس نے کوئی ایسا کام کیا جس کی ہماری طرف سے اجازت نہ تھی، تو وہ کام مردود ہے۔“^(۱)

*..... حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ اپنے بعض صحابہ کے ساتھ حالت سفر میں تھے۔ ایک رات آپ نے کہیں پڑاؤ کیا اور ایک صحابی کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ نماز فجر کے لیے بیدار کر دے۔ لیکن تھکاوٹ کی وجہ سے سب سوئے رہ گئے اور اللہ کے رسول ﷺ بھی اس وقت بیدار ہوئے جب سورج سر پر چڑھ آیا تھا۔ آپ نے صحابہ کو بیدار کیا اور وہاں سے کوچ کا حکم دیا پھر راستے میں آپ ایک اور جگہ رُکے اور وہاں نماز کی قضا دی۔ آپ ﷺ نے یہ قضا نماز اسی طرح ادا کی جس طرح معمول میں وقت پر اسے ادا کرتے تھے۔ راوی فرماتے ہیں کہ بعض صحابہ آپس میں سرگوشی کرنے لگے کہ آج نماز کے سلسلہ میں ہم سے جو کوتاہی ہوئی ہے، اس کا ہمیں کیا کچھ کفارہ دینا چاہیے؟

اللہ کے رسول ﷺ نے ان کی بات سن لی اور فرمایا کیا تمہارے لیے میرا نمونہ کافی نہیں۔ [یعنی جب میں نے کفارہ نہیں دیا اور نہ ہی تم سے تقاضا کیا تو پھر تم اس بارے میں کیوں سوچ رہے ہو؟] پھر آپ نے فرمایا کہ نیند کی وجہ سے نماز میں تاخیر ہونا کوتاہی نہیں، کوتاہی تو یہ ہے کہ آدمی جان بوجھ کر نماز میں تاخیر کرے حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت آجائے۔ اگر کسی روز ایسا ہو جائے تو یاد آتے ہی نماز پڑھ لو اور اگلے روز نماز کو ٹھیک اس کے وقت پر ادا کرو۔^(۲)

سنت رسول سے منہ موڑنے والا ہلاکت میں جا پڑا:

(۱)..... ((عن العراب بن ساریہ انه سمع رسول الله ﷺ يقول: لَقَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى مِثْلِ الْبَيْضَاءِ لَيْلَهَا كَنَهَارِهَا لَا يَزِيغُ عَنْهَا إِلَّا هَالِكٌ))^(۳)

حضرت عراب بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے یہ ارشاد سنا، آپ

(۱) | صحیح بخاری، کتاب الاعتصام، باب اذا اجتهد العامل او الحاكم فاصاب او اخطا (معلفا) |

(۲) | صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب قضاء الصلاة الغائبة واستحباب تعجيل قضائها (ج- ۶۸۱) |

(۳) | کتاب السنن، لابن ابی عاصم، تحقیق از: البانی (ج- ۴۹) |

فرماتے ہیں: ”لوگو! میں تمہیں ایسے روشن دین پر چھوڑ کر جا رہا ہوں جس کی رات بھی دن کی طرح روشن ہے اور جس نے اس سے منہ موڑا، سمجھو وہ ہلاک ہو گیا۔“

(۲)..... ((عن ابی موسیٰ عن النبی ﷺ قال: اِنَّ مَثَلِيْ وَمَثَلَ مَا بَعَثَنِي اللّٰهُ بِهِ كَمَثَلِ رَجُلٍ اَتَى قَوْمَهُ فَقَالَ يَا قَوْمِ اِنِّيْ رَاَيْتُ الْجَيْشَ بِعَيْنِيْ وَاِنِّيْ اَنَا النَّذِيْرُ الْعَرَبِيَّانُ فَالْتَّجَاءُ فَاطَاعَةُ طَائِفَةٍ مِنْ قَوْمِهِ فَاذَلَّجُبُوْا فَاَنْطَلَقُوْا عَلٰى مُهْلَتِهِمْ فَفَجَرُوا وَكَذَّبَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ فَاَصْبَحُوْا مَكَانَهُمْ فَصَبَّحَهُمُ الْجَيْشُ فَاَهْلَكَهُمْ وَاَجْتَاَحَهُمْ فَذَلِكُمْ مَثَلُ مَنْ اَطَاعَنِيْ وَاَتَّبَعْتُمْ مَا جِئْتُكُمْ بِهِ وَمَثَلُ مَنْ عَصَانِيْ وَكَذَّبْتُمْ بِمَا جِئْتُكُمْ بِهِ مِنَ الْحَقِّ))

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”میری اور اس دین کی مثال، جسے میں دے کر بھیجا گیا ہوں، ایسی ہے جیسے ایک آدمی اپنی قوم کے پاس آئے اور ان سے کہے: لوگو! میں نے اپنی آنکھوں سے [دشمن کا] لشکر دیکھا ہے اور میں واضح طور پر تمہیں خبردار کر رہا ہوں لہذا اس سے بچنے کی فکر کرو۔ قوم کے کچھ لوگ اس کی بات مانتے ہوئے رات کے اندھیرے میں چپکے سے نکل جاتے ہیں اور اس طرح نجات پا جاتے ہیں جبکہ باقی لوگ اسے جھٹلا دیتے ہیں اور اس سے مس نہیں ہوتے۔ چنانچہ صبح کے وقت وہ لشکر ان پر حملہ آور ہوتا ہے اور انہیں ہلاک کر کے ان کی جڑ کاٹ کے رکھ دیتا ہے۔ یہ ہے مثال، میری بات ماننے اور مجھ پر نازل کیے گئے دین کی پیروی کرنے والے کی اور میری نافرمانی کرنے والے اور جو دین مجھ پر نازل کیا گیا اسے جھٹلانے والے کی۔“^(۱)

(۳)..... ((عن جابر بن عبد اللہ قال جَاءَتْ مَلَائِكَةٌ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ نَائِمٌ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: اِنَّهٗ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ فَقَالُوْا: اِنَّ لِصَاحِبِكُمْ هَذَا مَثَلًا فَاَضْرِبُوْا لَهُ مَثَلًا فَقَالَ بَعْضُهُمْ: اِنَّهٗ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ: اِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ فَقَالُوْا: مَثَلُهُ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى دَارًا وَجَعَلَ فِيْهَا مَادِيَةً وَبَعَثَ دَاعِيًا فَمَنْ اَدْبَغَ الدَّاعِيَ دَخَلَ الدَّارَ وَاَكَلَ مِنَ الْمَادِيَةِ وَمَنْ لَمْ يُجِبِ الدَّاعِيَ لَمْ يَدْخُلِ الدَّارَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنَ الْمَادِيَةِ فَقَالُوْا: اَوْ لَوْهَا لَهٗ يَنْفَقُهَا فَقَالَ بَعْضُهُمْ: اِنَّهٗ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ: اِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ فَقَالُوْا: فَالِدَّارُ الْجَنَّةُ وَالدَّاعِيَ مُحَمَّدٌ ﷺ، فَمَنْ اَطَاعَ مُحَمَّدًا فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَى

(۱) [صحيح بخارى، كتاب الاعتصام، باب الاقتداء، (ح) ۷۲۸۳]

مُحَمَّدًا ﷺ فَقَدْ عَصَى اللَّهَ وَمُحَمَّدًا ﷺ فَرَّقَ بَيْنَ النَّاسِ))

حضرت جابر بن عبد اللہ بیان فرماتے ہیں کہ ”فرشتوں کی ایک جماعت نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لائی جبکہ اس وقت آپ ﷺ آرام فرما رہے تھے۔ فرشتوں نے آپس میں کہا: آپ ﷺ تو سورہے ہیں لیکن دوسرے فرشتوں نے کہا کہ آپ ﷺ کی آنکھ سو رہی ہے مگر دل جاگتا ہے۔ پھر فرشتوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک مثال ہے وہ بیان کرو۔ کچھ فرشتوں نے کہا: آپ ﷺ تو سورہے ہیں جبکہ دوسرے فرشتوں نے کہا کہ آپ ﷺ کی آنکھ سوتی ہے لیکن دل جاگتا ہے۔ چنانچہ فرشتوں نے کہا: آپ کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جس نے ایک گھر تعمیر کیا، اس میں دعوت کا انتظام کیا اور پھر لوگوں کو بلانے کے لیے ایک قاصد بھیجا۔ پس جس نے اس قاصد کی بات مان لی وہ گھر میں داخل ہوا اور کھانا کھالیا۔ اور جس نے اس قاصد کی بات نہ مانی، وہ نہ تو گھر میں داخل ہوا اور نہ ہی کھانا کھا سکا۔ پھر کچھ فرشتوں نے کہا: اس مثال کی وضاحت کرو تا کہ رسول اللہ ﷺ اسے اچھی طرح سمجھ لیں۔ بعض فرشتوں نے پھر یہ کہا کہ آپ ﷺ تو سورہے ہیں [اس لیے اس بات کا آپ کو کیا فائدہ] لیکن دوسروں نے جواب دیا کہ آپ کی آنکھ تو سو رہی ہے لیکن دل جاگ رہا ہے۔ چنانچہ فرشتوں نے اس مثال کی وضاحت یوں کی کہ گھر سے مراد جنت ہے اور لوگوں کو بلانے والے قاصد سے مراد محمد ﷺ ہیں۔ پس جس نے محمد ﷺ کی بات مان لی اس نے گویا اللہ کی بات مان لی اور جس نے محمد ﷺ کی بات ماننے سے انکار کر دیا، اس نے گویا اللہ کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور محمد ﷺ لوگوں کے درمیان فرق کرنے والے ہیں [یعنی کون آپ کی بات مانتا ہے اور کون نہیں]۔“ (۱)

○ یعنی جو نبی کی بات مان کر اس کی پیروی کرتا ہے، وہ دنیا اور آخرت میں نجات پائے گا اور جنت میں داخل ہو جائے گا لیکن جو بات نہیں مانتا وہ ہر حال میں نقصان اٹھائے گا۔ گزشتہ احادیث میں تو یہ بات ایک تمثیلی انداز میں سمجھائی گئی ہے جبکہ آئندہ حدیث عملاً پیش آنے والے ایسے ہی ایک واقعہ کو بیان کر رہی ہے جس کے مطابق اللہ کے رسول کی نافرمانی کرنے والے کو عبرت تک سزا ملتی ہے:

((عَنْ سَلْمَةَ بِنِ ابْنِ إِسْحَاقَ أَنَّ ابَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّ رَجُلًا أَكَلَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ بِشِمَالِهِ فَقَالَ: كُلْ بِيَمِينِكَ قَالَ: لَا اسْتَطِيعُ قَالَ: لَا اسْتَطِيعَتْ مَأْمَنَةُ إِلَّا الْكَبِيرُ مَالًا: فَمَارَفَعَهَا إِلَى فِيهِ))

(۱) [صحیح بخاری، کتاب الاعتصام، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ (ح) (۷۲۸)]

”حضرت سلمہ بن اکوع فرماتے ہیں کہ ان کے باپ نے انہیں یہ بیان کیا کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بائیس ہاتھ سے کھانا کھایا تو آپ نے فرمایا: اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اس آدمی نے [ازراہ تکبر] جواب دیا: میں ایسا نہیں کر سکتا۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا [اللہ کرے] تجھ سے ایسا نہ ہو۔ راوی حدیث بیان کرتے ہیں کہ اس شخص نے چونکہ تکبر کی وجہ سے یہ بات کہی تھی، اس لیے وہ [عمر بھر] اپنا دایاں ہاتھ منہ تک نہ اٹھا سکا۔“^(۱)

یہ صحیح مسلم کی مستند حدیث ہے لہذا اس میں کوئی شک نہیں کیا جاسکتا کہ اللہ کے رسول کی بات نہ ماننے والے کو یہ سزا ملی ہے۔ یہ شخص کون تھا مسلمان، غیر مسلم یا منافق، اس بارے اس حدیث کے سیاق و سباق میں کچھ مذکور نہیں۔ امام طبرانی نے اپنی معجم کبیر میں اس سے ملتی جلتی ایک روایت ذکر کی ہے جس کے مطابق سلمہ سبیع نامی ایک عورت کے ساتھ بھی اس طرح کا معاملہ پیش آیا۔ بہر حال یہ جس کے ساتھ بھی پیش آیا، اس سے قطع نظر اصل مقصود سنت رسول کی اہمیت و عظمت کو اجاگر کرنا ہے اور وہ بالکل واضح ہے۔

یا اللہ! ہمیں اپنے نبی ﷺ کی اطاعت و اتباع کی توفیق عطا فرما، آمین!



(۱) [صحیح مسلم، کتاب الاشریۃ، باب آداب الطعام و الشراب و احکامہما] (ح- ۲۰۲)

[4]..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی ﷺ کو ایسے سچے ساتھی نصیب فرمائے جو آپ کے ایک اشارے پر اپنا سب کچھ قربان کر دینے کے لیے فوراً تیار ہو جاتے۔ وہ دل کی گہرائیوں سے آپ سے محبت رکھتے اور آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان رکھتے تھے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿فَإِنِ اتَّمُوا بِمِثْلِ مَا آتَمْتُمْ بِهِ فَقَدْ اهْتَدَوْا﴾ [سورة البقرة: ۱۳۷]

”اگر دوسرے لوگ بھی اس طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم (صحابہؓ) ایمان لائے ہو تو وہ ہدایت پا جائیں گے۔“

صحابہ کرامؓ اپنے دین و دنیا کے مسائل میں آپؐ ہی سے رہنمائی لیتے تھے۔ وہ آپ کو جس طرح نماز پڑھتے، روزہ رکھتے، حج و عمرہ کرتے دیکھتے، ان کی پوری کوشش یہی ہوتی کہ وہ بھی اسی طرح ان اعمال کو بجالائیں۔ کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ دین ذاتی، پسند اور ناپسند کا نام نہیں بلکہ دین وہ ہے جو اللہ کی طرف سے آتا ہے اور اس کا واحد ذریعہ اللہ کا رسول ہے۔ حتیٰ کہ انہوں نے قرآن مجید کو اللہ کی کتاب اسی بنیاد پر تسلیم کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اسے منزل من اللہ کتاب کہا۔ گویا قرآن مجید پر ایمان لانے سے پہلے وہ اللہ کے رسول کی رسالت پر ایمان لائے اور یہ ایمان بالرسالة اتنا مستحکم تھا کہ اگر کوئی مسئلہ قرآن مجید میں بیان نہ ہو مگر اللہ کے رسول ﷺ کی زبان رسالت سے وہ دین کی حیثیت سے پیش ہو تو صحابہؓ نے اس میں سے کسی قسم کا شک نہ کیا بلکہ بغیر تردد کے فوراً اسے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا۔

ایک مرتبہ امیہ بن عبد اللہ نامی ایک آدمی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور کہنے لگا اے ابن عمر! صلاۃ خوف اور صلاۃ حضر (عام نماز) کا حکم تو ہمیں قرآن مجید میں ملتا ہے مگر کیا وجہ ہے کہ صلاۃ سفر کا حکم ہمیں قرآن میں نہیں ملتا؟ تو عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے کہا:

((إِنَّ أَخِي! إِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ بَعَثَ إِلَيْنَا مُحَمَّدًا وَلَا نَعْلَمُ شَيْئًا فَإِنَّمَا نَفْعَلُ كَمَا رَأَيْنَا مُحَمَّدًا
يَفْعَلُ))

”اے میرے بھتیجے! اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو ہمارے لیے نبی بنا کر بھیجا جبکہ ہمیں کسی چیز کا علم نہیں تھا، چنانچہ ہم محمد ﷺ کو جس طرح کرتے دیکھتے، اسی طرح کرتے چلے جاتے۔“^(۱)

سنت کے بارے میں صحابہ کرام کا مجموعی طور پر یہی رویہ تھا۔ صحابہ کرام آنحضرت ﷺ کی اطاعت و اتباع کے اس قدر دلدادہ تھے کہ وہ بعض اوقات ان امور میں بھی آنحضرت ﷺ کی اتباع کی کوشش کرتے جن کی اتباع آپ نے ضروری قرار نہیں دی تھی مثلاً بشری تقاضوں کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کو کسی کھانے کے ساتھ زیادہ محبت تھی تو بعض صحابہ بھی اس کھانے کو پسندیدہ قرار دے لیتے، اور طبعی طور پر اگر کسی کھانے کو آپ پسند نہ فرماتے تو بعض صحابہ بھی آپ کی محبت میں اسے پسند نہ فرماتے۔ سفری تقاضوں کی وجہ سے آنحضرت نے دوران سفر کہیں پڑاؤ کیا ہوتا تو بعض صحابہ کرام بھی وہاں پڑاؤ کرنا اپنے لیے باعثِ فخر سمجھتے۔ یہ تو وہ چیزیں ہیں جن میں آپ کی اطاعت لازم نہیں لیکن پھر بھی بعض صحابہ ان معاملات میں بھی آپ کی اطاعت و اتباع کی کوشش فرماتے۔ اسی سے آپ اندازہ کر لیں کہ دینی معاملات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور کی کسی قدر اطاعت کرتے ہوں گے، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ:

- جب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کانوں میں آواز پڑتے ہی ہاتھوں میں پکڑے شراب کے جام الٹ دیے۔ گھروں میں رکھے شراب کے مٹکے بہا دیے۔
 - جب گدھوں کی حرمت کا حکم آیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سخت بھوک کے باوجود اللہ کے رسول کے منادی کا اعلان سنتے ہی چولہے پر رکھی ہوئیں ہنڈیا الٹ دیں۔
 - سود کی حرمت کا جب فیصلہ ہوا، تو اس کے بعد کوئی صحابی سودی لین دین کرتے نہ دیکھا گیا۔
 - جس وقت جوئے کو حرام قرار دیا گیا تو اس کے بعد کسی صحابی نے جوئے کی حلت و اجازت کے لیے جہت بازی کی کوشش نہ کی۔
 - زنا، ہدکاری اور فواحش کی جملہ صورتیں جب ممنوع قرار دے دی گئیں تو اس کے بعد کسی صحابی نے ان میں سے کسی چیز کو جائز سمجھنے کی جرأت نہ کی، بلکہ ہمیشہ کے لیے انہیں حرام ہی سمجھا۔
- آئندہ سطور میں مستند روایات کی روشنی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اطاعت و اتباع کی ایک جھلک دکھانے کی کوشش کی گئی ہے، اسے ملاحظہ فرمائیں اور اس کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ اپنے اندر بھی اللہ کے رسول

ﷺ کی ایسی سچی اور کامل اطاعت کا جذبہ پیدا کرنے کی کوشش فرمائیں۔ اللہ کرے ہم بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح اللہ کے رسول ﷺ کے سچے پیروکار اور تابع فرمان بن جائیں، آمین یا رب العالمین!

حضرت عبداللہ بن عمرؓ:

ہم سب سے پہلے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے متعلقہ چند روایات نقل کر رہے ہیں، اس لیے کہ یہ وہ صحابی رسول ہیں جنہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کی نبوی اور بشری تمام سنتوں پر عمل کرنے کی کوشش کی، حالانکہ اللہ کے رسول ﷺ کے بشری طور پر یقینوں کی پیروی امت پر واجب نہیں بلکہ یہ مباح کے درجہ میں ہے جیسا کہ گزشتہ صفحات میں ہم واضح کر چکے ہیں، تاہم مباح کام بھی اگر کسی دینی جذبے سے کیے جائیں، تو وہ باعث اجر بن جاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، چونکہ ان مباح کاموں کو اللہ کے رسول سے محبت کے جذبہ سے بجالاتے، اس لیے یقیناً یہ ان کے لیے باعثِ ثواب ثابت ہوں گے۔ ان شاء اللہ!

(۱)..... مشہور تابعی حضرت مجاہد برقیؒ فرماتے ہیں کہ

((كُنَّمَعَ ابْنِ عُمَرَ فَنِي سَفَرٍ فَمَرَّ بِمَكَانٍ فَحَادَّ عَنْهُ فَسُئِلَ لِمَ فَعَلْتَ فَقَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَعَلْتُ هَذَا فَعَلْتُ))

”ہم عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک سفر میں جا رہے تھے راستے میں ایک جگہ سے گزرے تو عبداللہ بن عمرؓ راستے سے دور ہٹ گئے۔ ان سے پوچھا گیا: آپ نے ایسے کیوں کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے۔ اس لیے میں نے ایسا کیا ہے۔“ (۱)

(۲)..... اسی طرح ایک اور تابعی ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ

((كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ بِعَرَفَاتٍ فَلَمَّا كَانَ حِينَ رَاحَ رُحْتُ مَعَهُ حَتَّى آتَى الْإِمَامَ فَصَلَّى مَعَهُ الْأُولَى وَالْعَصْرَ ثُمَّ وَقَفَ مَعَهُ وَأَنَا وَأَصْحَابٌ لِي حَتَّى أَفَاضَ الْإِمَامُ فَأَفْضَنَا مَعَهُ حَتَّى أَنْتَهَيْنَا إِلَى الْمَضِيْقِ دُونَ الْمَازِمِيْنِ فَأَنَاحَ وَأَنَحْنَا وَنَحْنُ نَحْسِبُ أَنَّهُ يُرِيدُ أَنْ يُصَلِّيَ فَقَالَ غَلَامُهُ الَّذِي يُمَسِّكُ رَاِحِلَتَهُ إِنَّهُ لَيْسَ يُرِيدُ الصَّلَاةَ وَلَكِنَّهُ ذَكَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا أَنْتَهَى إِلَى هَذَا الْمَكَانِ قَضَى حَاجَتَهُ فَهُوَ يُحِبُّ أَنْ يُقْضَى حَاجَتَهُ)) (۲)

(۱) [صحيح الترغيب و الترهيب، تحقيق علامه الباني (ح- ۴۴)]

(۲) [صحيح الترغيب، ايضاً (ح- ۴۶)]

”میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ عرفات میں تھا۔ جب وہ کہیں جاتے تو میں بھی ان کے ساتھ جاتا۔ یہاں تک کہ ہم امام کے پاس پہنچے اور نماز ظہر و عصر جمع کر کے اس کے ساتھ ادا کیں۔ پھر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے وقوف فرمایا، تو میں اور میرے ساتھیوں نے بھی ان کے ساتھ وقوف فرمایا۔ یہاں تک کہ امام [عرفات سے] واپس لوٹا، تو ہم بھی اس کے ساتھ واپس لوٹے یہاں تک کہ اس تنگ راستے پر جا پہنچے جو مازن میں مقام سے پہلے واقع ہے۔ وہاں پہنچ کر عبداللہ بن عمر نے اپنی سواری بٹھا دی، چنانچہ ہم نے بھی اپنی سواریاں بٹھا دیں۔ ہمارا خیال تھا کہ اب عبداللہ بن عمر نماز پڑھیں گے لیکن جو خادم ان کی سواری کو چلا رہا تھا، اس نے بتایا کہ عبداللہ بن عمر یہاں نماز نہیں پڑھنا چاہتے بلکہ بات یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ جب اس جگہ پہنچے تھے تو آپ یہاں اپنی حاجت ضروریہ سے فارغ ہوئے تھے اور آنحضرت ﷺ کی بیروی میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی جگہ حاجت ضروریہ سے فارغ ہونا پسند کرتے ہیں۔“

(۳)..... حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

((سَمِعَ ابْنُ عُمَرَ مِرْمَارًا قَالَ فَوَضَعَ إِصْبَعِيهِ عَلَى أُذُنِيهِ وَنَأَى عَنِ الطَّرِيقِ وَقَالَ لِي يَا نَافِعُ! هَلْ تَسْمَعُ شَيْئًا؟ قَالَ فَقُلْتُ لَا قَالَ فَرَفَعَ إِصْبَعِيهِ مِنْ أُذُنِيهِ وَقَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَسَمِعَ مِثْلَ هَذَا فَصَنَعَ مِثْلَ هَذَا))

”حضرت عبداللہ بن عمر نے بانسری کی آواز سنی تو اپنی دونوں انگلیاں کانوں میں ٹھونس لیں اور اس راستے سے دور ہٹ گئے، پھر آپ نے مجھ سے پوچھا: نافع! کیا اب کچھ آواز سن رہے ہو؟ میں نے کہا: نہیں، تو پھر انہوں نے اپنی انگلیاں کانوں سے نکالیں اور فرمایا: میں ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا آپ ﷺ نے بانسری کی آواز سنی تو ایسے ہی کیا [اس لیے اب میں نے بھی ایسے کیا ہے]“ (۱)

(۴)..... حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

((أَنْ رَجُلًا عَطَسَ إِلَيَّ جَنِبِ ابْنِ عُمَرَ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَأَنَا أَقُولُ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ وَكَيْسَ هَكَذَا عَلَّمَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَّمَنَا أَنْ نَقُولَ الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ))

(۱) [ابو داؤد: کتاب الادب، باب کراهیۃ الغناء والیزامیر (ح) ۴۹۶]

”ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس چھینک ماری اور کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ [یعنی ہر حال میں اللہ کا شکر ہے اور اللہ کے رسولؐ پر سلام ہو] حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ تو میں بھی کہتا ہوں [یعنی اس جملے پر مجھے کوئی اعتراض نہیں] لیکن رسول اللہ ﷺ نے [چھینک کے موقع پر یہ نہیں سکھایا بلکہ آپؐ نے] ہمیں یہ سکھایا ہے کہ ہم اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی كُلِّ حَالٍ [یعنی ہر حال میں اللہ کا شکر ہے] کہیں۔“^(۱)

○ مطلب یہ کہ اللہ کے رسول ﷺ نے دین کے سلسلہ میں جس موقع پر جو کچھ سکھایا ہے، وہاں وہی کہنا اور وہی کرنا چاہیے، اپنی طرف سے کسی اضافہ یا کمی کے ہم مجاز نہیں۔

(۵)..... حضرت سالم بن عبداللہ سے روایت ہے کہ

((عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللَّهِ أَنْ يُصَلِّيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ ابْنُ لَهُ إِنَّا لَنَمْنَعُهُنَّ قَالَ مَعْصِبٌ غَضَبًا شَدِيدًا وَقَالَ أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَتَقُولُ إِنَّا لَنَمْنَعُهُنَّ!))

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”کوئی شخص اللہ کی بندیوں کو مسجد میں آنے سے نہ روکے۔“ [یہ حدیث سن کر] حضرت عبداللہ کے بیٹے نے کہا ”ہم تو روکیں گے۔“ حضرت عبداللہ سخت غصہ میں آگئے اور کہنے لگے: ”میں تیرے سامنے حدیث رسولؐ بیان کر رہا ہوں اور تو کہتا ہے کہ ہم انہیں ضرور روکیں گے.....!“^(۲)

(۶)..... حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

((رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يُصَلِّيَ مَحْلُولٍ أَرْزَارَةَ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَفْعَلُهُ))

”میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ عبداللہ بن عمر کھلے بٹنوں کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں، تو میں نے ان سے اس بارے پوچھا [کہ آپؐ نے ایسا کیوں کیا؟] انہوں نے جواب میں کہا کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو بھی ایسے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔“ [گویا آنحضرتؐ نے ایسا کیا ہے تو میں نے بھی کیا۔]^(۳)

(۱) [جامع ترمذی، کتاب الادب، باب ما يقول العاطس اذا عطس (ح-۲۷۳۸)]

(۲) [سنن ابن ماجہ، المقدمہ، باب تعظیم حدیث رسول اللہ..... (ح-۱۶)]

(۳) [صحيح الترغيب والترهيب، از البانی (ح-۴۳)]

حضرت ابوبکرؓ:

(۱)..... حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((لَسْتُ تَارِكًا شَيْعًا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ يَعْمَلُ بِهِ إِلَّا عَمِلْتُ بِهِ فَإِنِّي أَخْشَى أَنْ تَرَكْتُ شَيْعًا مِنْ أَمْرِهِ أَنْ أَزِيغَ))

”میں کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑ سکتا جس پر رسول اللہ ﷺ عمل کیا کرتے تھے، کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل میں سے کوئی چیز بھی چھوڑوں گا تو گمراہ ہو جاؤں گا۔“ (۱)

(۲)..... میمون بن مهران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

”جب حضرت ابوبکرؓ کے پاس کوئی جھگڑا پیش ہوتا تو آپؓ اس کے حل کے لیے قرآن مجید پر غور فرماتے، اگر تو قرآن مجید سے رہنمائی مل جاتی تو آپؓ اسی کے مطابق فیصلہ فرمادیتے۔ اگر قرآن مجید اس بارے میں خاموش ہوتا اور سنت سے رہنمائی مل جاتی تو آپؓ سنت رسولؐ کے مطابق فیصلہ فرماتے لیکن اگر کوشش کے باوجود اس بارے میں آپ کے سامنے اللہ کے رسول ﷺ کی کوئی سنت نہ آتی تو آپ لوگوں کو جمع کرتے اور ان سے کہتے کہ میرے سامنے اس طرح کا مسئلہ آیا ہے اگر تم میں سے کسی کو معلوم ہو کہ اللہ کے رسولؐ نے اس بارے میں کوئی فیصلہ فرمایا ہے، تو وہ مجھے بتادے۔ بعض اوقات تو ایسے ہوتا کہ جو لوگ آپ کے پاس جمع ہوتے وہ سبھی اس بارے میں بتاتے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایسے مسئلہ میں یہ فیصلہ فرمایا تھا تو حضرت ابوبکرؓ کہتے: ”اللہ کا شکر ہے جس نے ہمارے درمیان ایسے لوگ رکھے جو اپنے نبی کی سنت کی حفاظت فرماتے ہیں۔“ اور اگر اس طریقے سے بھی انہیں سنت رسول ﷺ نہ ملتی تو پھر وہ چندا ہم ترین اور بہترین لوگوں کو جمع کر کے ان سے مشورہ کرتے اور جب ان کی رائے کسی نکتے پر متفق ہو جاتی تو آپؓ اسی کے مطابق فیصلہ فرمادیتے۔“ (۲)

(۳)..... حضرت قبیسہ بن ذویب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

((جَاءَتِ الْحَجْدَةُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا فَقَالَ لَهَا أَبُو بَكْرٍ مَا لَكَ فِي كِتَابِ اللَّهِ شَيْءٌ وَمَا عَلِمْتُ لَكَ فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَارْجِعِي حَتَّى أَسْأَلَ النَّاسَ فَسَأَلَ النَّاسَ فَقَالَ

(۱) [صحيح بخارى، كتاب الخمس، باب فرض الخمس (ح- ۳۰۹۳) صحيح مسلم، كتاب الجهاد (۵۴)]

(۲) [سنن دارمی (ج ۱ ص ۷۰)]

الْمَغِيرَةَ بِنُ شَعْبَةَ حَضَرْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَعْطَاهَا الشُّدْسَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ هَلْ مَعَكَ غَيْرُكَ
فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ الْأَنْصَارِيُّ فَقَالَ مِثْلَ مَا قَالَ الْمَغِيرَةُ فَأَنْفَذَهُ لَهَا أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ))

”ایک میت کی دادی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس آئی اور مطالبہ کیا کہ اس میت کی میراث سے اسے حصہ دلویا جائے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: نہ تو قرآن مجید کی رو سے میراث میں تمہارا کوئی حصہ بنتا ہے اور نہ ہی میں نے اس بارے اللہ کے رسول ﷺ سے کوئی حدیث سنی ہے، لہذا تم واپس چلی جاؤ، میں اس بارے لوگوں سے مشورہ کروں گا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں سے اس بارے مشورہ کیا تو حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کہنے لگے کہ میں اللہ کے رسول ﷺ کے پاس موجود تھا کہ آپؐ نے دادی کو چھٹا حصہ دلایا۔ حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا: کیا اس وقت کوئی اور بھی تمہارے ساتھ موجود تھا؟ تو محمد بن مسلمہ صحابی کھڑے ہوئے اور حضرت مغیرہ کی تائید کرتے ہوئے وہی بات انہوں نے بھی بیان کی۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے میت کی دادی کے لیے چھٹے حصہ کا فیصلہ نافذ فرمادیا۔“^(۱) [بشرطیکہ میت کی والدہ نہ ہو۔]

حضرت عمرؓ:

(۱)..... حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ

((ان عمر بن الخطاب قَالَ لِلرَّحْمَنِ أَمَا وَاللَّهِ إِنِّي لَا أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَنْضَرُ وَلَا تَنْفَعُ وَكُلُّ مَا أَنَّى
رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اسْتَلَمَكَ مَا اسْتَلَمْتُكَ فَاسْتَلَمْتَهُ ثُمَّ قَالَ فَمَا لَنَا وَلِلرَّمْلِ إِنَّمَا كُنَّا رَأَيْنَاهُ
الْمَشْرِكِينَ وَقَدْ أَهْلَكَهُمُ اللَّهُ ثُمَّ قَالَ: شَيْءٌ صَنَعَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَلَا نُحِبُّ أَنْ نَتْرُسَهُ))

”حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو مخاطب کر کے فرمایا: ”اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، نہ تو تو نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی نفع دے سکتا ہے۔ اگر میں نے یہ نہ دیکھا ہوتا کہ کریم ﷺ تجھے ہاتھ لگا کر بوسہ دیتے ہیں تو میں تجھے کبھی بھی نہ چومتا۔“

پھر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ”اب ہمیں رمل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ رمل تو مشرکوں کو دکھانے کے لیے تھا اور اب تو اللہ نے انہیں ہلاک کر دیا ہے۔“ پھر خود ہی فرماتے ہیں: ”لیکن رمل تو وہ عمل ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے ادا فرمایا، اس لیے آنحضرتؐ کی یہ سنت چھوڑنا ہمیں پسند نہیں۔“^(۲)

(۱) [صحیح سنن ابی داؤد، از البانی (ح-۲۸۸۸)]

(۲) [صحیح بخاری، کتاب الحج، باب الرمل فی الحج والعمرة (ح-۱۶۰۵) صحیح مسلم (ح-۱۲۷۰)]

(۲)..... حضرت سعید بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

((كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَقُولُ: أَلَدِيَّةٌ لِلْعَاقِلَةِ وَلَا تَرِثُ الْمَرْأَةُ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا شَيْئًا حَتَّى قَالَ لَهُ الصُّعْحَاكُ بْنُ سُفْيَانَ: كَتَبَ إِلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ أُورِثَ امْرَأَةً أَشِيمَ الضَّبَابِيِّ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا فَرَجَعَ عُمَرُ))

”حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ دیت صرف والد کے رشتہ داروں کے لیے ہے، لہذا بیوی کو اپنے شوہر کی دیت سے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ شحاک بن سفیان نے [جب یہ سنا تو حضرت عمرؓ سے کہا] اللہ کے رسول ﷺ نے تو مجھے یہ پیغام لکھوا کر بھجوایا تھا کہ میں اَشِيمِ ضَبَابِيِّ کی بیوی کو اس کے شوہر کی دیت سے حصہ دلاؤں۔ چنانچہ [اس سنتِ رسول کا علم ہو جانے کے بعد] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا۔“^(۱)

(۳)..... حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

((اسْتَشَارَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ النَّاسَ فِي مِلَاصِ الْمَرْأَةِ فَقَالَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ شَهِدْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَضَى فِيهِ بَعْرَةَ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ: إِنِّي بِمَنْ يَشْهَدُ مَعَكَ قَالَ فَشَهِدَ لَهُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ)) وفي رواية: ((فَشَهِدَ لَهُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ أَنَّهُ شَهِدَ النَّبِيَّ ﷺ قَضَى بِهِ))

”ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیٹ کے بچے کی دیت کے بارے لوگوں سے مشورہ کیا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ نے ان سے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس سلسلہ میں ایک غلام یا لونڈی دینے کا حکم دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کوئی ایسا بندہ پیش کرو جو [اللہ کے رسول کے اس فیصلہ کے وقت] تمہارے ساتھ حاضر تھا تو محمد بن مسلمہ نے حضرت مغیرہ کی اس بات کی تصدیق کی اور کہا کہ میں اس وقت نبی کریم کے پاس موجود تھا۔“^(۲)

○ چنانچہ اس کے بعد اس مسئلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنتِ رسول ﷺ کے مطابق فیصلہ فرمادیا۔

(۴)..... حضرت بجالہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

((كُنْتُ كَاتِبًا لِحِزْبِ بَنِي مُعَاوِيَةَ عَمَّ الْأَخْنَفِ فَأَتَانَا كَتَابُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَبْلَ مَوْتِهِ

(۱) | صحیح سنن ابی داؤد، از البانی (ج ۱۰ ص ۲۹۲۱)

(۲) | صحیح مسلم، کتاب القسامة، باب دية الحنين (ج ۱ ص ۶۸۲) صحیح بخاری (ج ۸ ص ۶۷۰-۶۹۰)

بِسْنَةِ: فَرَّقُوا بَيْنَ كُلِّ ذِي مَحْرَمٍ مِنَ الْمُجُوسِ وَلَمْ يَكُنْ عُمَرُ أَخَذَ الْجِزْيَةَ مِنَ الْمُجُوسِ حَتَّى شَهِدَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَخَذَهَا مِنْ مُجُوسٍ هَجَرَ))

”میں احنف کے چچا جز بن معاویہ کا سیکڑی تھا۔ ہمیں حضرت عمر کی طرف سے ان کی وفات سے ایک سال قبل ایک دستاویز پہنچی جس میں لکھا تھا کہ جن مجوسیوں نے اپنی محرم عورتوں سے نکاح کر رکھا ہو، ان میں جدائی کروادو۔ حضرت عمر مجوسیوں سے جزیہ نہیں لیتے تھے، لیکن جب عبدالرحمن بن عوف نے گواہی دی کہ نبی ﷺ مجوسیوں سے جزیہ لیا کرتے تھے، تو پھر حضرت عمر نے بھی جزیہ لینا شروع کر دیا۔“^(۱)

حضرت عثمانؓ:

*.....کعب بن عجرۃ کی بیٹی زہب فرماتی ہیں کہ

((أَنَّ الْفَرِيعَةَ بِنْتَ مَالِكِ بْنِ سِنَانٍ وَهِيَ أُخْتُ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ أَخْبَرَتْهَا أَنَّهَا جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ تَسْأَلُهُ أَنْ تَرْجِعَ إِلَى أَهْلِهَا فِي بَنِي خُدْرَةَ فَإِنَّ زَوْجَهَا خَرَجَ فِي طَلَبِ أَعْبُدٍ لَهُ أَبَقُوا حَتَّى إِذَا كَانُوا بِطَرَفِ الْقُدُومِ لِحَقْمِهِمْ فَفَقَلْتُهُ فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَنْ أَرْجِعَ إِلَى أَهْلِي فَإِنِّي لَمْ يَزُرْ سُنِّي فِي مَسْكِنٍ يَمْلِكُهُ وَلَا نَفَقَةٍ قَالَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نَعَمْ قَالَتْ فَخَرَجْتُ حَتَّى إِذَا كُنْتُ فِي الْحُجْرَةِ أَوْ فِي الْمَسْجِدِ دَعَانِي أَوْ أَمْرِي فَدَعَيْتُ لَهُ فَقَالَ كَيْفَ قُلْتَ فَرَدَدْتُ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ الَّتِي ذَكَرْتُ مِنْ شَأْنِ زَوْجِي قَالَتْ فَقَالَ أَمْسِكِي فِي بَيْتِكَ حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابَ أَجَلَهُ قَالَتْ فَاعْتَدْتُ فِيهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا قَالَتْ فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانٍ أَرْسَلَ إِلَيَّ فَسَأَلَنِي عَنْ ذَلِكَ فَأَخْبَرْتُهُ فَأَتْبَعَهُ وَقَضَى بِهِ))

”حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی بہن فرعیہ بنت مالک بن سنان رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا کہ میں [دورانِ عدت] اللہ کے رسول ﷺ کے ہاں یہ پوچھنے کے لیے آئی کہ آیا میں بنی خدرہ میں اپنے گھر [میکے] جا سکتی ہوں؟ کیونکہ میرے خاوند کے چند غلام بھاگ گئے تھے، وہ انہیں ڈھونڈنے کے لیے نکلے اور جب وہ طرفِ قدوم مقام پر پہنچے، تو وہاں غلاموں کو پایا مگر ان غلاموں نے میرے خاوند کو مار ڈالا چنانچہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: کیا میں اپنے گھر [میکے] واپس چلی جاؤں کیونکہ میرا خاوند

(۱) [صحیح بخاری، کتاب الجزیة، باب الجزیة والمواذع مع اهل الذمة والحرب (ج-۳۱۵۶، ۳۱۵۷)]

(۲) [ابوداؤد، کتاب الطلاق، باب فی المتوفی عنہا تنقل (ج-۲۲۹۷)]

میرے لیے کوئی مکان یا خرچ وغیرہ چھوڑ کر نہیں مرا۔ تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ہاں چلی جاؤ۔ حضرت فریہ بنی سنیحہ کہتی ہیں کہ میں وہاں سے نکلی، ابھی میں مسجد یا حجرہ ہی میں تھی کہ آپ ﷺ نے مجھے بلایا اور دریافت فرمایا کہ تم نے کیا کہا تھا؟ میں نے اپنے شوہر کے بارے سارا ماجرہ پھر سے بیان کیا تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: عدت پوری ہونے تک اپنے اسی گھر میں ٹھہری رہو [جہاں شوہر نے تمہیں رکھا تھا] چنانچہ پھر میں نے اس گھر میں چار ماہ اور دس دن عدت گزاری۔ اور جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے میرے پاس پیغام بھیجا اور اس مسئلہ کے متعلق مجھ سے دریافت کیا تو میں نے انہیں یہی بتایا [جو اللہ کے رسول نے مجھے حکم دیا تھا] تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسی کے مطابق فیصلہ دیا۔^(۱)

○ دراصل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں اسی طرح کا ایک مسئلہ پیدا ہوا جس طرح کا مسئلہ حضرت فریہ سے پیش آیا تھا اور اس کا فیصلہ کرنے کے لیے انہوں نے حضرت فریہ رضی اللہ عنہا کے پاس قاصد بھیجا تاکہ اللہ کے رسول نے فریہ رضی اللہ عنہا کے بارے جو فیصلہ کیا تھا، وہ خود حضرت فریہ رضی اللہ عنہا ہی کی زبانی ٹھیک ٹھیک معلوم کیا جائے۔ چنانچہ حضرت فریہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بارے اللہ کے رسول ﷺ کے فیصلہ سے جب آگاہ کیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی سنت رسول کی پیروی میں اسی کے مطابق فیصلہ فرمایا۔

حضرت علی اور حضرت ابو ہریرہ:

*..... ابن ابی رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

((اسْتَحْلَفَ مَرْوَانَ أَبَا هُرَيْرَةَ عَلَى الْمَدِينَةِ وَخَرَجَ إِلَى مَكَّةَ فَصَلَّى لَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ الْجُمُعَةَ فَقَرَأَ بَعْدُ سُورَةَ الْجُمُعَةِ فِي الرُّكْعَةِ الْآخِرَةِ إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالَ فَأَذْرَكْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ حِينَ انْصَرَفَ فَقُلْتُ لَهُ إِنَّكَ قَرَأْتَ بِسُورَتَيْنِ سَمَّانَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ يَقْرَأُ بِهِمَا بِالْكَوْفَةِ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقْرَأُ بِهِمَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ))

” مروان نے ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا [اپنا قائم مقام] گورنر بنایا اور [خود کسی کام سے] مکہ چلے گئے۔ اسی دوران حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں نماز جمعہ پڑھائی۔ پہلی رکعت میں سورہ جمعہ اور دوسری رکعت میں سورہ منافقون تلاوت کی۔ ابن ابی رافع کہتے ہیں کہ نماز جمعہ کے بعد میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور ان سے کہا کہ آپ نے [نماز جمعہ میں] وہی سورتیں تلاوت فرمائی ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں نماز جمعہ میں [کوفہ میں پڑھا کرتے تھے۔ ابو ہریرہ

رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ دونوں سورتیں نماز جمعہ میں پڑھتے سنا ہے۔ [اسی لیے میں نے نماز جمعہ میں یہ پڑھی ہیں]،^(۱) ظاہر ہے حضرت علیؓ بھی اسی وجہ سے پڑھتے ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود:

(۱)..... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات لوگوں کو وعظ کرتے تھے، ایک مرتبہ ایک آدمی ان سے کہنے لگا: ”اے ابوعبدالرحمن! [یہ ابن مسعود کی کنیت تھی] میری یہ خواہش ہے کہ آپ ہر روز ہمیں وعظ کیا کریں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ”مجھے تمہاری یہ خواہش پوری کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں مگر میں یہ ناپسند کرتا ہوں کہ روزانہ وعظ کے ساتھ تمہیں اکتاہٹ میں ڈال دوں، اس لیے میں وعظ کے لیے تمہاری فرصت کا وقت تلاش کرتا ہوں جس طرح اللہ کے رسول ﷺ ہمارے فرصت کے اوقات کا خیال فرماتے تھے تاکہ ہم اکتانہ جائیں۔“^(۲)

(۲)..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

((لَمَّا اسْتَوَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَالَ: اجْلِسُوا فَسَمِعَ ذَلِكَ ابْنُ مَسْعُودٍ فَجَلَسَ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ فَرَأَاهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: تَعَالَ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ))

”ایک مرتبہ جمعہ کے روز اللہ کے رسول ﷺ [جب خطبہ دینے کے لیے منبر پر تشریف لائے تو [لوگوں سے] فرمایا: بیٹھ جاؤ! حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سنا تو مسجد کے دروازے ہی پر بیٹھ گئے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے دیکھا تو فرمایا: عبداللہ اندر آ جاؤ۔“^(۳)

حضرت انس بن مالک:

(۱)..... نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

”ایک مرتبہ میں گلی میں کھڑا تھا کہ عبداللہ بن عمیر کا جنازہ گزرا جس کے ساتھ بہت سے لوگ تھے۔ میں بھی ان میں شریک ہو گیا۔ میت کو رکھا گیا اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نماز جنازہ پڑھانے کے لیے تشریف لائے۔ میں ان کے متصل پیچھے کھڑا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ اس میت کے سر کے سامنے

(۱) [صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب ما يقرأ في صلاة الجمعة (ح- ۸۷۷)]

(۲) [صحیح بخاری، کتاب العلم، باب من جعل لاهل العلم ایاماً معلومة (ح- ۷۰) صحیح مسلم (ح- ۲۸۷۱)]

(۳) [صحیح سنن ابو داؤد، از البانی (ح- ۲۰۳)]

کھڑے ہوئے اور چار تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ نے نہ تو لمبی نماز پڑھائی اور نہ ہی جلد بازی کی۔ نماز کے بعد آپ الگ جا بیٹھے۔ اسی اثنا ایک انصاریہ عورت کی میت لائی گئی، آپ رضی اللہ عنہا کو اس کی بھی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے کہا گیا۔ آپ نے اس کی بھی اسی طرح نماز جنازہ پڑھائی جس طرح پہلے مردانہ میت کی پڑھائی تھی مگر اس کے (سر کی بجائے) کمر کے سامنے کھڑے ہوئے۔ ہمارے ساتھ علاء بن زیاد رضی اللہ عنہ بھی تھے انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا:

((هَكَذَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ يُصَلِّي عَلَى الْجَنَازَةِ كَصَلَاتِكَ يُكَبِّرُ عَلَيْهَا أَرْبَعًا وَيَقُومُ عِنْدَ رَأْسِ الرَّجُلِ وَعَجِزَةَ الْمَرْأَةِ؟ قَالَ نَعَمْ))

”کیا اللہ کے رسول ﷺ بھی اسی طرح نماز جنازہ پڑھاتے تھے جس طرح آپ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی کہ چار تکبیریں کہیں اور مرد کے سر کے پاس جبکہ عورت کے کمر کے سامنے آپ کھڑے ہوئے؟ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں۔“^(۱)

(۲)..... حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ

”میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اللہ کے رسول ﷺ کون سی دعائیں سے زیادہ پڑھا کرتے تھے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ یہ دعائیں سے زیادہ پڑھتے تھے:

((اللَّهُمَّ آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ))

”یا اللہ! ہمیں دنیا میں بھی خیر و بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی خیر و بھلائی سے نواز، اور ہمیں آگ کے عذاب سے محفوظ فرما۔“

قتادہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ جب بھی دعا کا ارادہ کرتے یہی دعا پڑھتے اور اگر کوئی اور دعا کرنا چاہتے تو تب بھی اس دعا کو اس میں شامل کر لیتے۔“^(۲)

(۳)..... ابن سیرین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

((اَسْتَقْبَلْنَا اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حِينَ قَدِمَ مِنَ الشَّامِ فَلَقِينَاهُ بِعَيْنِ التَّمْرِ فَرَأَيْتَهُ يُصَلِّي عَلَى حِمَارٍ

(۱) سنن ابوداؤد، کتاب الجنائز، باب ابن یقوم الامام من المیت اذاصلی علیہ (ج ۴ ص ۱۹۴) ترمذی، کتاب

الجنائز (ج ۴ ص ۱۰۳) احمد (ج ۳ ص ۲۰۴)

(۲) صحیح مسلم، کتاب الذکرو الدعاء، باب فضل الدعاء باللہم اتانفی الدنیا..... (ج ۲ ص ۲۶۹)

وَوَجْهَهُ مِنْ ذَا الْجَانِبِ يَعْنِي عَنْ يَسَارِ الْقِبْلَةِ فَقُلْتُ رَأَيْتُكَ تُصَلِّي لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ فَقَالَ لَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَعَلْتَهُ لَمْ أَفْعَلْتَهُ))

”حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، شام سے تشریف لائے تو عین تَمَر کے مقام پر ہم نے ان کا استقبال کیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ گدھے پر نماز پڑھ رہے ہیں جبکہ اس [گدھے اور آپؐ] کا رخ قبلہ کی بجائے قبلہ کے بائیں طرف تھا۔ میں نے بعد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ قبلہ کی طرف رخ کیے بغیر نماز کیوں پڑھ رہے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: ”اگر میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو اس طرح نماز پڑھتے نہ دیکھا ہوتا تو میں کبھی ایسے نماز نہ پڑھتا۔“^(۱)

○ یعنی اللہ کے رسول ﷺ بھی سواری پر بیٹھے بیٹھے نماز پڑھ لیتے تھے، اس لیے میں نے بھی آپ ﷺ کی اتباع میں ایسے کیا ہے۔

حضرت ابوطحہ:

*..... حضرت انس رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں کہ

”میں حضرت ابوطحہ کے گھر [ایک محفل میں] لوگوں کو شراب پلا رہا تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک منادی کو بھیجا جو کچھ اعلان کر رہا تھا۔ ابوطحہ نے مجھے کہا کہ باہر جا کر سنو یہ کیا اعلان کر رہا ہے۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں باہر نکلا اور [صورت حال کا جائزہ لینے کے بعد واپس آ کر ابوطحہ اور ان کی محفل میں شریک باقی صحابہ کو] بتایا کہ منادی یہ اعلان کر رہا ہے کہ ”آگاہ ہو جاؤ! شراب کو حرام کر دیا گیا ہے۔“ چنانچہ ابوطحہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ جاؤ یہ شراب جا کر بہادو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں کہ میں نے وہ ساری شراب باہر بہادی اور مدینہ کی گلیوں میں وہ شراب بہنا شروع ہو گئی۔“^(۲)

حضرت معاویہ:

*..... سلیم بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

”حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، اور رومیوں کے درمیان جنگ بندی کا معاہدہ تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک

(۱) [صحیح بخاری، کتاب تقصیر الصلاة، باب صلاة التطوع، علی الحمار (۱۱۰۰) صحیح مسلم]

(۲) [صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب: لیس علی الذین امنوا وعملوا الصالحات جناح فیما طعموا]

(ح. ۴۶۲۰) صحیح مسلم، کتاب الاشریة، باب تحريم الخمر (ح. ۱۹۸۰) - احمد (ح. ۳ ص ۱۸۱) |

ترکیب سوچھی اور انہوں نے معاہدہ ختم ہونے سے کچھ دن پہلے رومیوں کی طرف لشکر کشی فرمائی تاکہ جوں ہی مدت معاہدہ ختم ہو فوراً رومیوں پر یلغار کر دی جائے اور انہیں [بے خبری میں] اپنے دفاع کا موقع ہی نہ دیا جائے۔ اسی دوران ایک گھڑسوار تکبیریں بلند کرتا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ لوگو! وفائے عہد کا مظاہرہ کرو اور دھوکا دہی سے کام نہ لو۔ لوگوں نے توجہ کی تو وہ عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ صحابی رسولؐ تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو وہ کہنے لگے کہ میں نے اللہ کے رسولؐ سے سنا کہ آپؐ نے فرمایا:

((مَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَلَا يَشُدُّ عُقْدَتَهُ وَلَا يَجْلُهَا حَتَّى يَقْضِيَ أَمْلَهَا أَوْ يُبَدِّلَهُمْ عَلَى سَوَاءٍ))

”جن لوگوں کا کسی قوم کے ساتھ کوئی عہد و پیمان ہو، وہ اس کی مدت ختم ہونے سے پہلے اس کی خلاف ورزی نہ کرے یا پھر اعلانیہ طور پر وہ معاہدہ ختم کر دے۔“

یہ حدیث رسولؐ سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ راستہ ہی سے واپس لوٹ آئے۔“^(۱)

حضرت سعید بن عاصؓ

*..... حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے نومتیوں کی نماز جنازہ ایک ساتھ پڑھی۔ میتوں میں سے مردوں کو امام کی طرف اور عورتوں کو ان کے آگے [یعنی قبلہ کی طرف] ایک ہی صف میں رکھ دیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت کلثوم بنت علیؓ اور ان کے بچے کا جنازہ اکٹھا رکھا گیا۔ اس وقت حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ امام تھے۔ نماز جنازہ میں ابن عمرؓ، ابو ہریرہؓ، ابوسعیدؓ اور ابوقادہؓ بھی شامل تھے۔ اس بچے کو امام کی طرف [اور عورت کو اس کے پیچھے] رکھا گیا۔ میں نے اسے معیوب سمجھا اور ابن عباسؓ، ابو ہریرہؓ، ابوسعیدؓ اور ابوقادہؓ کی طرف دیکھنے لگا کہ ایسا کیوں کیا گیا [یہ حضرات کہنے لگے کہ یہی سنت طریقہ ہے۔“^(۲)

حضرت عدی بن حاتمؓ

(۱)..... تمیم بن طرفہ فرماتے ہیں کہ

(۱) [ابو داؤد، کتاب الجہاد، باب فی الامام یکون بینہ و بین العدو عہد..... (ح- ۲۷۵۶)]

(۲) [سنن نسائی، کتاب الجنائز، باب اجتماع جنائز الرجال والنساء (ح- ۹۸۰)]

”ایک آدمی حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے اپنے خادم وغیرہ کے اخراجات کے لیے صدقہ مانگا۔ عدی فرمانے لگے کہ اس وقت میرے پاس یہ میری زرہ اور خُو دہی ہے لہذا میں اپنے گھر والوں کی طرف تمہارے لیے رقعہ لکھ دیتا ہوں کہ وہ تمہیں عطیات سے نوازیں۔ لیکن وہ شخص اس بات پر راضی نہ ہوا، چنانچہ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا اور انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! اب میں تمہیں کچھ بھی نہیں دوں گا۔ یہ سن کر وہ آدمی پہلی بات ماننے پر رضامند ہو گیا تو عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اللہ کی قسم! اگر میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے یہ حدیث نہ سنی ہوتی کہ

”جو شخص کسی کام پر قسم کھائے پھر اس سے زیادہ تقویٰ والا کام دیکھے تو اسے چاہیے کہ تقویٰ والے کام کو ترجیح دے۔“ [اور اپنی قسم توڑ کر کفارہ دے] تو میں اپنی یہ قسم کبھی نہ توڑتا۔“ (۱)

(۲)..... ایک اور روایت میں ہے کہ

”ایک شخص نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے سو درہم مانگے تو عدی رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ”میں حاتم طائی [عرب کا ایک نامور مخنی آدمی] کا بیٹا ہوں اور تم مجھ سے صرف سو درہم مانگتے ہو۔ اللہ کی قسم! میں تمہیں کچھ نہ دوں گا۔“ کچھ دیر بعد عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اگر میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے یہ حدیث نہ سنی ہوتی کہ ”جو شخص قسم کھالے پھر اس کے سامنے اس سے بہتر بات آجائے تو اسے چاہیے کہ اس سے بہتر پر عمل کرے۔“ تو میں تمہیں کچھ نہ دیتا۔ پھر انہوں نے کہا کہ اب میں تمہیں چار سو درہم عطیہ کرتا ہوں۔“ (۲)

حضرت جابر بن سلیم:

*..... حضرت جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

”میں نے ایک آدمی دیکھا کہ لوگ اس کی رائے کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ وہ جو کچھ کہتا ہے، لوگ اسے قبول کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ اللہ کا رسول ہے۔ چنانچہ میں نے دُر تہ کہنا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! عَلَيْكَ السَّلَامُ ”اے اللہ کے رسول! آپ پر سلامتی ہو۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: عَلَيْكَ السَّلَامُ نہ کہو کیونکہ یہ مُردوں کے لیے سلام ہے، لہذا اتم السَّلَامُ عَلَيْكَ کہو۔“

(۱) | مسلم: کتاب الایمان، باب ندب من حلف یسئف رأی غیرہا حیرامنها..... (ح ۱۶۵۱) |

(۲) | صحیح مسلم، ایضاً (ح ۱۸، ۱۹، ۱۶۵۱) |

میں نے کہا: کیا واقعی آپ اللہ کے رسول ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ”ہاں میں اسی اللہ کا رسول ہوں کہ جسے تم اپنی مصیبت میں پکارتے ہو اور وہی تمہاری مصیبت دور کرتا ہے۔ اگر تمہارے ہاں قحط سالی ہو، تو تم اسے پکارتے ہو اور وہی تمہارے لیے سبزہ اُگاتا ہے اور جب تم کسی صحرا اور جنگل میں اپنی اونٹنی گم کر بیٹھتے ہو اور اس اللہ کو پکارتے ہو اور وہ تمہاری سواری تمہیں واپس لوٹا دیتا ہے۔“

میں نے آپ سے کہا کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں تو اللہ کے رسول ﷺ نے مجھ سے کہا:

((لَا تَسْبِنُ أَحَدًا))

”کسی کو گالی نہ دینا۔“ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

((فَمَا سَبَبْتُ بَعْدُ حُرًّا وَلَا عَبْدًا وَلَا بَعِيرًا وَلَا شَاةً))

”اس کے بعد سے آج تک میں نے کسی آزاد، غلام، اونٹ، بکری وغیرہ کو بھی کبھی گالی نہیں دی۔“^(۱)

حضرت ابویوب انصاریؓ:

*..... حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا آتَى بِطَعَامٍ أَكَلَ مِنْهُ وَبَعَثَ بِفَضْلِهِ إِلَيَّ وَإِنَّهُ بَعَثَ إِلَيَّ يَوْمًا بِفَضْلِهِ لَمْ يَأْكُلْ مِنْهَا لِأَنِّي فِيهَا نَوْمًا فَسَأَلْتُهُ أَحْرَامٌ هُوَ؟ قَالَ: لَا وَلَكِنِّي أَكْرَهْتُهُ مِنْ أَجْلِ رِيحِهِ، قَالَ: فَإِنِّي أَكْرَهُ مَا كَرِهْتَ))

”اللہ کے رسول ﷺ کے پاس جب کھانا لایا جاتا تو آپ ﷺ اس سے تناول فرماتے اور باقی ماندہ میرے پاس بھیج دیتے۔ ایک روز آپ ﷺ نے کھانا کھائے بغیر ہی میری طرف بھیج دیا کیونکہ اس میں [کچا] لہن تھا تو میں نے آپ سے پوچھا: کیا لہن حرام ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں لیکن میں اس کی بو کی وجہ سے اسے پسند نہیں کرتا۔“ یہ سن کر حضرت ابویوب رضی اللہ عنہ نے کہا: ”جو چیز آپ ﷺ ناپسند فرماتے ہیں، آج سے میں بھی اسے ناپسند کرتا ہوں۔“^(۲)

دیگر صحابہ کرامؓ:

آئندہ سطور میں اطاعت رسول کے حوالے سے مزید چند ایسے واقعات ذکر کیے جا رہے ہیں، جن کا تعلق

(۱) [ابوداؤد، کتاب اللباس، باب ما جاء في أسبال الأزار (ح ۴۰۵۰)]

(۲) [صحیح مسلم، کتاب الاشرية، باب اباحة اكل اللثوم..... (ح ۲۰۵۳)]

مجموعی طور پر تمام صحابہؓ سے ہے۔ اور ان سے یہ بتانا مقصود ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ صدقِ دل سے اللہ کے رسول ﷺ کی سنت سے محبت کرتے اور پورے خلوص سے آپ کے طریقے پر عمل کرتے تھے:

(۱)..... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ: روایت کرتے ہیں کہ

((بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَصَلِّيْ بِأَصْحَابِهِ إِذْ خَلَعَ نَعْلَيْهِ فَوَضَعَهُمَا عَنِّيْ سَارِهِ فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ الْقَوْمُ الْقَوَانِعَالَهُمْ فَلَمَّا قَضَى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ صَلَاتَهُ قَالَ: مَا حَمَلَكُمْ عَلَى الْقَوَانِعَالِكُمْ قَالُوا: رَأَيْنَاكَ الْغَيْبَتِ نَعْلَيْكَ فَالْقَيْنَا نَعَالَنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنَّ جِبْرِئَلَ أَنَانِي فَأَخْبَرَنِي أَنَّ فِيْهِمَا قَدْرًا أَوْ قَالَ أَدَى وَقَالَ: إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَسْجِدِ فَلْيَنْظُرْ فَإِنِ رَأَى فِيْ نَعْلَيْهِ قَدْرًا أَوْ أَدَى فَلْيُمْسِخْهُ وَلْيَصَلِّ فِيْهِمَا))

”ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ اپنے صحابہ کو نماز پڑھا رہے تھے کہ دورانِ نماز آپ ﷺ نے اپنے جوتے اتار کر بائیں جانب رکھ دیے۔ جب صحابہ کرامؓ نے دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے جوتے اتار دیے۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ نے نماز ختم کی تو دریافت فرمایا: تم لوگوں نے اپنے جوتے کیوں اتار دیے تھے؟ صحابہؓ نے عرض کیا: ”ہم نے چونکہ آپ ﷺ کو جوتے اتارتے دیکھا تھا، اس لیے ہم نے بھی اپنے جوتے اتار دیے۔“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے تو جبریلؑ نے آ کر بتایا تھا کہ میرے جوتوں میں گندگی یا کوئی تکلیف دہ چیز لگی ہوئی ہے [میں نے تو اس لیے جوتے اتارے تھے] پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے آئے تو پہلے اپنے جوتے اچھی طرح دیکھ لے۔ اگر ان میں کوئی غلاظت لگی ہو تو اسے صاف کر کے پھر ان میں نماز پڑھے۔“ (۱)

○ جوتوں سمیت نماز پڑھنا واجب نہیں بلکہ مباح [جائز] ہے اور یہ حکم قیامت تک کے لیے باقی ہے، لہذا حالات اور موقع و محل کی مناسبت سے اس پر عمل کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ جوتے پاک ہوں اور غلاظت ہی نہیں بلکہ تکلیف دہ چیز سے بھی صاف ہوں۔ اور یاد رہے کہ یہ مباح عمل کسی کو آپ کے ساتھ فرض نماز پڑھنے سے روک نہ دے۔ اس لیے اس مسئلہ میں حکمت کے تقاضے مد نظر رہنے چاہئیں۔

(۲)..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

((اِتَّخَذَ النَّبِيُّ ﷺ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ فَاتَّخَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِنِّي

(۱) [سنن ابو داؤد، کتاب الصلاة، باب الصلاة في النعل، (۶۴۶)]

اتَّخَذْتُ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ فَبَعْدَهُ وَقَالَ إِنِّي لَنْ أَلْبَسُهُ أَبَدًا فَبَعْدَ النَّاسِ خَوَاتِيمَهُمْ))

”حضور نبی کریم ﷺ نے سونے کی ایک انگوٹھی بنوائی تو آپ کے صحابہؓ نے بھی آپ ﷺ کی اتباع میں سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے سونے کی انگوٹھی بنوائی تھی اور مجھے منع کر دیا گیا | چنانچہ آپ ﷺ نے وہ انگوٹھی اتار پھینکی اور فرمایا: ”اب میں کبھی سونے کی انگوٹھی استعمال نہیں کروں گا۔“ چنانچہ صحابہ کرامؓ نے بھی اپنی اپنی انگوٹھیاں اتار کر پھینک دیں۔“ (۱)

○ نبی کریمؐ نے اس وقت سونے کی انگوٹھی بنوائی جب اس کی حرمت کا حکم نازل نہیں ہوا تھا، آپ کی پیروی میں صحابہؓ نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں مگر جب مردوں کے لیے سونے کی حرمت کا حکم نازل ہو گیا، تو آپؐ نے سونے کی انگوٹھی اتار دی۔ صحابہؓ نے بھی آپؐ کی اتباع میں سونے کی انگوٹھیاں اتار پھینکیں۔ یہ تھی ان کی اطاعت اور نبیؐ سے سچی محبت، کہ جب اور جیسے اللہ کے رسول کو کرتے دیکھا ویسے ہی کرتے چلے گئے.....!

(۳)..... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

”اللہ کے رسول ﷺ ایک مسلمان شخص کی تیمارداری کے لیے گئے، دیکھا تو وہ انتہائی لاغر اور چوزے کی طرح کمزور ہو چکا ہے۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: ”کیا تم نے کوئی خاص دعا کی ہے؟“ اس نے کہا: ہاں، میں نے یہ دعا کی تھی: ”یا اللہ! تو نے آخرت میں جو سزا میرے لیے مقرر کی ہے، وہ اس دنیا ہی میں مجھے دے دے۔“ تو اللہ کے رسول ﷺ نے کہا: سبحان اللہ! تم تو اس سزا کو برداشت کرنے کی طاقت ہی نہیں رکھتے۔ آخر تم نے یہ دعا کیوں نہ کی: ”یا اللہ! مجھے دنیا میں بھی خیر و بھلائی سے نوازا اور آخرت میں بھی میرے ساتھ اچھا سلوک کر۔“ راوی حدیث فرماتے ہیں کہ اس شخص نے پھر وہ دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے اسے شفاء عطا فرمادی۔“ (۲)

○ یعنی اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہوئے جب اس نے آپ کی بتائی ہوئی دعا مانگی تو اسے نجات ملی اور اگر وہ آپ کی بتائی ہوئی دعا نہ پڑھتا تو نہ جانے کب تک اسی مصیبت میں مبتلا رہتا.....!



(۱) | صحیح بخاری، کتاب الاعتصام، باب الافتداء بافعال النبی (ح-۷۲۹۸)

(۲) | صحیح مسلم، کتاب الذکر، باب کراهة الدعاء بتعجيل العقوبة في الدنيا (ح-۲۶۸۸)

[5]..... صحابیات اور اطاعت رسول ﷺ

حضرت ام حبیبہ:

*..... حضرت زینب بنت ابی سلمہؓ فرماتی ہیں کہ

”حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد میں ان کے ہاں گئی تو ام حبیبہؓ نے خوشبو [اور تیل وغیرہ] منگوا کر اپنی بچی کو لگایا اور اس کے رخساروں پر بھی مل دیا پھر فرمانے لگیں: اللہ کی قسم! اس خوشبو کی کوئی ضرورت نہ تھی، میں نے تو اس لیے ایسا کیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے: ”کسی عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے البتہ اپنے شوہر کی وفات پر چار ماہ دس دن تک سوگ کرے۔“ (۱) [گویا یہ آنحضرتؐ کے اسی ارشاد کی تعمیل ہے۔]

حضرت زینب بنت جحش:

*..... زینب بنت ابی سلمہ فرماتی ہیں کہ

”جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا بھائی فوت ہوا تو میں ان کے ہاں گئی۔ انہوں نے خوشبو منگوا کر استعمال کی پھر کہا: ”اللہ کی قسم! مجھے اس خوشبو کی کوئی ضرورت نہ تھی لیکن میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا ہے: ”کسی عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے البتہ اپنے شوہر کی وفات پر چار ماہ دس دن تک سوگ کرے۔“ (۲)“

○ انہوں نے آنحضرتؐ کے ایک ارشاد کی تبلیغ کے لیے ایسا کیا تا کہ دیگر خواتین کو بھی اس کا علم ہو جائے۔

حضرت عائشہ:

*..... ایک مرتبہ ایک لڑکی حضرت عائشہؓ کے گھر میں گھنگرو پہنے ہوئے داخل ہوئی، گھنگرو کی آواز سننے کے ساتھ ہی حضرت عائشہؓ بولیں کہ گھنگرو پہنے ہوئے یہ میرے پاس نہ آنے پائے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس گھر میں اس قسم کی آوازیں آتی ہیں، اس میں فرشتے نہیں آتے۔ (۳)

(۱) [ابوداؤد، کتاب الطلاق، باب احداد المتوفی عنہا، ج (۲۲۹۶)] (۲) [ایضاً] (۳) [احمد، ج ۶، ص ۲۴۲]

حضرت اسماءؓ:

*..... حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ہجرت کر کے مدینہ آئیں تو ان کی والدہ جو کافرہ تھیں، ان کے پاس آئیں اور ان سے مالی مدد مانگی۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت فرمایا کہ کیا وہ ان کے ساتھ صلہ رحمی کر سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! چنانچہ انہوں نے ان کی مدد کی۔^(۱)

دیگر صحابیاتؓ:

(۱)..... عمرو بن شعیب اپنے والد شعیب بن محمد اور شعیب اپنے دادا عبداللہ بن عمرو سے روایت کرتے ہیں کہ ”ایک عورت اپنی بیٹی کو لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور اس کی بیٹی کے ہاتھوں میں سونے کے دو موٹے ٹنگن تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تم ان کی زکاۃ ادا کرتی ہو؟ اس نے جواب دیا: نہیں، تو آپ نے فرمایا: کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں روز قیامت ان ٹنگنوں کے بدلے آگ کے ٹنگن پہناندے؟ تو اس نے وہ ٹنگن اتار کر آپ ﷺ کی خدمت میں ڈال دیے اور کہا کہ میں انہیں اللہ اور اس کے رسول کے لیے پیش کرتی ہوں۔“^(۲) [کہ آپ اللہ کی راہ میں اسے خرچ کر دیں]

(۲)..... ایک صحابیہ کا بچہ مر گیا اور وہ اس پر بین کر رہی تھی، آپ ﷺ کا گذر ہوا تو آپ نے اس سے فرمایا: ”خدا سے ڈرو اور صبر کرو۔“ وہ صحابیہ بولیں کہ تمہیں میری مصیبت کی کیا پروا ہے؟ آپ چلے گئے تو لوگوں نے اس سے کہا کہ یہ اللہ کے رسول ﷺ تھے۔ چنانچہ وہ دوڑی ہوئی آنحضرت کے پاس آئیں اور معذرت کرتے ہوئے کہا کہ میں نے حضور کو نہیں پہچانا تھا۔“^(۳)

(۳)..... ایک بار آنحضرت ﷺ مسجد سے نکل رہے تھے، دیکھا کہ راستے میں مرد عورت مل جل کر چل رہے ہیں۔ آپ نے عورتوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: ”تم پیچھے رہو، وسط راہ سے نہ گزرو۔“ اس کے بعد عورتوں کا یہ حال ہو گیا کہ گلی کے کنارے سے اس طرح لگ کر چلتی تھیں کہ ان کے کپڑے دیواروں سے الجھ جاتے تھے۔^(۴)

(۱) [صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ]

(۲) [ابو داؤد، کتاب الزکاۃ، باب الکنز ماہو (ح-۱۵۶۳) نسائی (ح-۲۴۷۹) احمد (۱۷۸/۲) بیہقی (۱۴۰/۴)]

(۳) [سنن ابو داؤد، کتاب الحنائن]

(۴) [ابو داؤد۔ صحابیات کے بارے اس طرح کی مزید معلومات کے لیے ہماری کتاب: ہدایۃ النساء کا مطالعہ مفید رہے گا۔]

[6]..... اطاعتِ رسولؐ میں سستی اور غفلت دکھانے والے کیساتھ صحابہ کا رویہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے رسول ﷺ کے ہر قول و فعل کی حد درجہ تعظیم کرتے اور اس پر نہ صرف خود عمل پیرا ہوتے بلکہ دوسروں کو بھی اس پر عمل کی رغبت دلاتے۔ اور اگر کوئی شخص اطاعتِ رسولؐ میں سستی دکھاتا یا سنت کے مقابلہ میں اپنی رائے کو مقدم سمجھتا یا خلاف سنت کوئی عمل کرتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسے سخت ناپسند کرتے اور اس کی نلطی پر اسے ٹوکتے اور اصلاح فرماتے۔ اس سلسلہ کے چند واقعات ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

(۱)..... حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے دور میں کوئی صاحب گھر میں نماز پڑھتے اور مسجد میں آنا ضروری نہ سمجھتے جب آپ کو پتہ چلا تو آپ سخت ناراض ہوئے اور لوگوں سے کہا:

((مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَلْقَى اللَّهَ تَعَالَى عَدَا مُسْلِمًا فَلْيَحَافِظْ عَلَى هَوْلَاءِ الصَّلَوَاتِ حَيْثُ يُنَادَى بِهِنَّ فَإِنَّ اللَّهَ شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ سُنَنَ الْهُدَى وَأَنَّهِنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدَى وَلَوْ أَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ كَمَا يُصَلُّوْنَ هَذَا الْمُتَخَلِّفُ فِي بَيْتِهِ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ))

”تم میں سے جو شخص قیامت کے روز مسلمان کی حیثیت سے اللہ کے حضور پیش ہونا پسند کرتا ہے تو پھر اسے چاہیے کہ جہاں نماز کے لیے اذان دی جائے، ان نمازوں کی حفاظت کرتے ہوئے وہاں پہنچے۔ [یعنی مسجد میں باجماعت نماز ادا کرے] اللہ نے اپنے نبی کو ہدایت کے راستے بتائے اور انہیں دین بنا دیا اور یہ بھی ہدایت کے راستوں میں سے ایک راستہ ہے۔ اگر ان صاحب کی طرح تم بھی گھروں میں نماز پڑھنا شروع کر دو تو پھر تم نے گویا اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ دیا اور اگر تم نے اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ دیا تو پھر یاد رکھو کہ تم گمراہ ہو جاؤ گے۔“ (۱)

(۲)..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث بیان فرمائی:

((لَا تَمْنَعُوا أُمَّةَ اللَّهِ أَنْ يُصَلِّيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ))

”اللہ کی بندگیوں کو مسجد میں آنے سے نہ روکو۔“

تو حضرت عبداللہؓ کے ایک بیٹے نے کہا: ”ہم تو روکیں گے۔“ حضرت عبداللہؓ سخت غصہ میں آ گئے اور کہنے لگے: ”میں تیرے سامنے حدیثِ رسولؐ بیان کر رہا ہوں اور تو کہتا ہے کہ ہم انہیں ضرور روکیں گے۔“ (۱)

○ اللہ کے رسولؐ کے دور میں صحابیات بھی مسجد میں نماز کے لیے حاضر ہوا کرتی تھیں اور اس کی اجازت خود نبی کریمؐ نے انہیں دے رکھی تھی مگر آپؐ کے بعد جب حالات بدل گئے اور عورتوں کا مسجد میں آنا فتنے کا باعث بننے لگا تو بعض صحابہ خواتین کے لیے مسجد میں آ کر نماز پڑھنے کو ناپسند کرنے لگے حتیٰ کہ حضرت عائشہؓ نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اگر اللہ کے رسولؐ زندہ ہوتے اور عورتوں کا موجودہ طرزِ عمل دیکھتے تو انہیں ضرور مسجد آنے سے روک دیتے۔ اس لیے حضرت عبداللہؓ کے بیٹے نے بھی اسی وجہ سے یہ بات کہی کہ ہم عورتوں کو مسجد جانے سے روکیں گے لیکن حضرت عبداللہؓ نے اس کی اس بات پر غصہ کیا۔ شاید اس لیے کہ ایک طرف حدیث کا مسئلہ ہے اور دوسری طرف حالات کا مسئلہ۔ حدیث کو چھوڑ دینے سے بہتر ہے کہ حالات کو درست کرنے کی کوشش کی جائے اور انسدادی تدابیر اختیار کی جائیں۔

(۳)..... حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے بارے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ان کا بھتیجا ان کے پہلو میں بیٹھا کنکریاں پھینک رہا تھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اسے منع کیا اور یہ بھی کہا کہ نبی کریم ﷺ نے اس طرح کرنے سے منع فرمایا ہے اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ

((اِنَّهَا لَا تَصِيْدُ صَيْدًا وَلَا تَنْكِي عَدُوًّا وَاِنَّهَا تَكْسِرُ السِّنَّ وَتَفْقَأُ الْعَيْنَ))

”کنکریاں پھینکنے سے نہ تو شکار ہو سکتا ہے اور نہ دشمن کو نقصان پہنچایا جا سکتا ہے، البتہ اس سے [کسی جانور یا پرندے کا] دانت ٹوٹ سکتا ہے یا آنکھ پھوٹ سکتی ہے۔“ [جو اسے اذیت دینے والی بات ہے]

[یہ حدیث سننے کے باوجود ان کے [بھتیجے نے دوبارہ کنکریاں پھینکنا شروع کر دیں، تو حضرت عبداللہ نے کہا: میں تمہیں حدیث سن رہا ہوں کہ نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے اور تم اس کے باوجود وہی کام کر رہے ہو، لہذا میں اب کبھی تم سے بات نہیں کروں گا۔“ (۲)]

(۴)..... ابن شہابؒ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت سالمؒ نے بیان کیا کہ عبداللہ بن زبیرؒ کے خلاف فوج کشی

(۱) [سنن ابن ماجہ، المقدمة، باب تعظیم حدیث رسول اللہ..... (ح ۱۶)]

(۲) [سنن ابن ماجہ، ایضاً (ح ۱۷)]

کرتے ہوئے جس سال حجاج بن یوسف مکہ آیا تو اس نے عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا کہ آپ عرفہ کے دن وقوف کے وقت کیا کرتے ہیں؟ سالم کہتے ہیں کہ [ابن عمرؓ کے جواب دینے سے پہلے ہی] میں نے کہہ دیا کہ ”اگر تم سنت پر عمل کرنا چاہتے ہو تو عرفہ کے دن دوپہر ڈھلتے ہی نماز ظہر پڑھ لینا“۔ تو عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ ”سالم نے صحیح کہا ہے۔ صحابہ کرام آنحضرت ﷺ کی سنت کے مطابق ظہر اور عصر ایک ساتھ پڑھ لیتے تھے۔“

ابن شہابؒ کہتے ہیں کہ میں نے سالم سے پوچھا: کیا اللہ کے رسول ﷺ نے بھی اس طرح [ظہر اور عصر کو جمع] کیا تھا؟ تو حضرت سالمؓ نے فرمایا: ”اس مسئلہ میں اور کسی کی سنت پر تم عمل کرتے ہو؟“ [یعنی اللہ کے رسولؐ نے ایسا کیا تھا تو ہم ایسے کرتے ہیں!]

صحیح بخاری کے بعض نسخوں کے مطابق حضرت سالمؓ نے ابن شہاب کو یہ کہا تھا:

”صحابہ کرامؓ اللہ کے رسول ﷺ ہی کی سنت پر تو عمل کیا کرتے تھے.....!“^(۱)

○ حجاج کے جواب میں سالمؓ نے جب یہ کہا کہ ”اگر تم سنت پر عمل کرنا چاہتے ہو.....“ تو سالمؓ سے یہ واقعہ سننے والے راوی ابن شہاب کو یہ تردد ہوا کہ سنت سے مراد نبی کریمؐ کی سنت ہے یا آپ کے صحابہ کی اور اسے رفع کرنے کے لیے انہوں نے فوراً پوچھا کہ ”کیا اللہ کے رسول ﷺ نے بھی اس طرح کیا تھا؟“ تو سالم نے کہا کہ صحابہ کرامؓ ایسا ہی کرتے تھے اور وہ تب ہی ایسا کر سکتے تھے کہ جب اللہ کے رسولؐ نے ایسا کیا ہو کیونکہ صحابہ کرامؓ اللہ کے رسول ﷺ ہی کی سنت پر تو عمل کیا کرتے تھے.....!

(۵)..... ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اور ام الحکم کا بیٹا عبدالرحمان بیٹھ کر خطبہ دے رہا تھا تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((انظُرُوا إِلَىٰ هَذَا الْخَبِيثِ يَخْطُبُ قَاعِدًا وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى ﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا﴾^(۱)

”اس خبیث کی طرف دیکھو کہ بیٹھ کر خطبہ دے رہا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے [اپنے پیغمبر کے بارے قرآن میں] ارشاد فرمایا ہے: ”جب لوگوں نے خرید و فروخت یا کھیل کود کو دیکھا تو اس طرف دوڑ نکلے اور تجھے

(۱) [صحیح بخاری، کتاب الحج، باب الجمع بین الصلاتین عرفہ (ح ۱۶۶۲)]

(۲) [صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب تخفيف الصلاة والجمعة (ح ۸۶۴)]

کھڑا ہوا چھوڑ گئے۔“

○ نبی کریم ﷺ جمعہ کا خطبہ ہمیشہ کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا کرتے تھے اور یہی آپ کی سنت ہے لیکن جب حضرت کعب بنی اللہؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ بیٹھ کر خطبہ دے رہا ہے اور اسے کوئی مجبوری اور عذر بھی نہیں تو حضرت کعبؓ نے اس کے اس عمل پر سخت نکیر فرمائی اور بلا دلیل بات نہ کی بلکہ اپنے موقف کی تائید کے طور پر قرآن مجید کی آیت پڑھ کر سنائی۔

(۶)..... حضرت عمران بن حصینؓ نے ایک مرتبہ یہ حدیث روایت کی کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے: ((اَلْحَيَاةُ خَيْرٌ مِّمَّا لَكُمْ))

”حیا تو ساری کی ساری [نری] بھلائی ہے۔“

تو بشیر بن کعبؓ کہنے لگا کہ ہم نے بعض کتابوں میں یاد انائی کی باتوں میں یہ پڑھا ہے کہ حیا دو طرح کی ہے؛ ایک قسم تو واقعی اللہ کے حضور باعث سکینت و وقار ہے جبکہ دوسری قسم بودی اور کمزور ہے۔ یہ سن کر حضرت عمران بنی اللہؓ کو سخت غصہ آ گیا حتیٰ کہ ان کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور وہ کہنے لگے کہ میں تمہارے سامنے حدیث رسولؐ بیان کر رہا ہوں اور تم اس کے خلاف حجت بازی کر رہے ہو۔ راوی حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمران بنی اللہؓ نے پھر وہی حدیث پڑھ کر سنائی جبکہ ادھر بشیر بن کعب نے بھی اپنی وہی بات دہرا دی، اب تو حضرت عمران بنی اللہؓ اور غضب ناک ہو گئے [اور قریب تھا کہ وہ بشیر بن کعب کو سزا دیتے] مگر ہم سب نے حضرت عمرانؓ سے مسلسل یہ کہنا شروع کر دیا کہ بشیر بن کعب ہمارا مسلمان ساتھی ہے اور اس میں کوئی ایسی ویسی [منافقت یا کفر والی] بات نہیں، [لہذا اسے معاف کر دیجیے]۔^(۱)

○ نبی کریم ﷺ کی احادیث میں دین ہی نہیں حکمت و دانش کی گہری باتیں بھی ملتی ہیں اور یہ باتیں مبنی بروحی ہونے کی وجہ سے کبھی غلط نہیں ہو سکتیں جب کہ اس کے مقابلہ میں دنیا کے کسی بڑے سے بڑے دانشور کی بات صحیح بھی ہو سکتی ہے اور غلط بھی۔ اگر کسی حکیم و دانائے کوئی بات کسی حدیث کے خلاف ہو تو اس کی بات ہی چھوڑی جائے گی، حدیث نہیں چھوڑی جائے گی بشرطیکہ وہ حدیث محدثانہ اصولوں کے مطابق مستند ہو۔ مذکورہ بالا واقعہ سے ہمیں یہی سبق حاصل ہوتا ہے۔

(۱) [صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان عدد شعب الایمان و افضلها و ادناها و فضيلة الحياء (ح ۳۷)]

[7]..... تابعین، تبع تابعین، ائمہ کرام اور اطاعتِ رسول ﷺ

تابعین وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایمان کی حالت میں اللہ کے رسول ﷺ کے صحابہ کو دیکھا اور ان سے دین و شریعت کا علم حاصل کیا۔ اور تبع تابعین وہ ہیں جنہوں نے ایمان کی حالت میں تابعین کو دیکھا اور ان سے دین و شریعت کا علم حاصل کیا۔ جس طرح صحابہ کرام اللہ کے رسول کی سنت کے سچے پیروکار تھے، اسی طرح تابعین میں بھی اطاعتِ رسول کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اور آگے یہی جذبہ تبع تابعین، محدثین، مفسرین اور فقہاء اسلام میں منتقل ہوتا چلا گیا۔ اگرچہ وقت کے ساتھ ساتھ اس جذبے میں کمی آنا شروع ہوگئی تاہم مجموعی طور پر خیر القرون میں سنتِ رسول سے محبت اور اطاعتِ رسول کا جذبہ نمایاں طور پر موجود رہا۔ یہاں اس کی تفصیل کی ضرورت ہے نہ موقع، البتہ بطور مثال چند ایک واقعات ذکر کیے جا رہے ہیں:

حضرت علی بن حسینؑ [تابعی]

*..... سعید بن مرجانہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”جو مسلمان کسی غلام کو آزاد کرے گا، اللہ تعالیٰ اس غلام کے ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والے کے ہر عضو کو جہنم کی آگ سے محفوظ فرما دیں گے۔“ سعید بن مرجانہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ابو ہریرہ سے میں نے یہ حدیث سنی تو سننے کے بعد میں علی بن حسین رضی اللہ عنہما [زین العابدین] کے پاس گیا اور ان سے یہی حدیث بیان کی تو انہوں نے فوراً اپنا ایک غلام آزاد کر دیا جبکہ وہ غلام انہوں نے ابن جعفر سے دس ہزار درہم کا خرید لیا تھا۔“ (۱)

سعد بن ہشام بن عامرؑ [تابعی]

*..... سعد بن ہشام بن عامر نامی ایک تابعی کو جہاد کا شوق پیدا ہوا چنانچہ اس نے اپنی بیوی کو اس راہ میں رکاوٹ سمجھتے ہوئے طلاق دے دی اور ارادہ کر لیا کہ گھر کا سارا ساز و سامان بھی بیچ دے گا اور اس کے بدلے جہاد کا سامان [اسلحہ وغیرہ] خرید کر ملکِ روم کی طرف چلا جائے گا اور مرتے دم تک وہیں جہادی

(۱) [صحیح مسلم: کتاب العتق، باب فضل العتق (ج-۱۰۰، ۹)]

سرگرمیوں میں مصروف رہے گا۔ جب وہ مدینہ میں آیا اور وہاں لوگوں سے ملاقات میں اس نے اپنا ارادہ ظاہر کیا تو ان لوگوں نے اسے ایسے کرنے سے منع کیا اور اسے بتایا کہ اللہ کے رسول ﷺ کے دور میں بھی چھ لوگوں کے ایک گروہ نے یہی کام کرنا چاہا تھا جو تم کر رہے ہو مگر اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں ڈانٹتے ہوئے منع کر دیا اور فرمایا: ((الَيْسَ لَكُمْ فِي أُسُوءَةِ))

”کیا میں تمہارے لیے نمونہ بنا کر نہیں بھیجا گیا؟“ [یعنی میں نے اس مقصد کے لیے نہ بیویوں کو طلاق دی اور نہ گھریلو ساز و سامان بیچا تو پھر تم آخر ایسا کیوں کر رہے ہو؟]!

جب لوگوں نے اس سعد بن ہشام کو یہ حدیث سنائی تو اس نے اپنی مطلقہ بیوی سے رجوع کر لیا۔^(۱)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ:

*.....! ابوصلت فرماتے ہیں کہ کسی آدمی نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو خط لکھا جس میں اس نے

تقدیر کے بارے میں کوئی سوال کیا تھا۔ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اسے جواب دیتے ہوئے یہ لکھا کہ

((أَوْصِيكَ بِتَقْوَى اللَّهِ وَالْإِقْتِصَادِ فِي أَمْرِهِوَ اتَّبَاعُ سُنَّةِ نَبِيِّهِ وَتَرْكُ مَا أَخَذَتْ الْمُحَدِّثُونَ بَعْدَ مَا حَرَّثَ بِهِ سُنَّتَهُ وَكَفُّوا مُؤَنَّتَهُ فَعَلَيْكَ بِلُزُومِ السُّنَّةِ فَإِنَّهَا لَكَ بِإِذْنِ اللَّهِ عِصْمَةٌ))

”میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کا ڈر [تقویٰ] پیدا کرو، معاملات میں میانہ روی اختیار کرو، اپنے نبی کی سنت کی پیروی کرو اور سنت کے مقابلے میں لوگوں نے جو نئی چیزیں پھیلا رکھی ہیں، ان سب سے بچو۔ اگر سنت کی پیروی کرو گے تو اللہ کے حکم سے یہ تمہیں گمراہ ہونے سے بچائے رکھے گی۔“^(۲)

ائمہ اربعہ:

تمام ائمہ کرامؓ نے اپنے معتقدین کو ہمیشہ یہی تلقین کی ہے کہ دین میں اصل معیار قرآن اور حدیث ہے، لہذا ہماری رائے اگر قرآن یا حدیث کے خلاف دکھائی دے تو اسے چھوڑ دینا اور قرآن و حدیث پر عمل کرنا۔ اس سلسلہ میں ائمہ اربعہ کے حوالے سے بھی یہی بات منقول ہے، چنانچہ محترم شاہ ولی اللہ رقم طراز ہیں کہ:

”امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ ”کسی شخص پر جب یہ بات واضح ہو جائے کہ میری اجتہادی رائے حدیث رسولؐ کے خلاف ہے تو میری رائے کو دیوار پر پھینک مارو اور حدیث پر عمل کرو۔“

(۱) [صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب جامع الصلاة اللیل ومن نام عنه او مرض (ح-۷۶۶)]

(۲) [ابوداؤد: کتاب السنة، باب من دعالی السنة (ح-۴۶۰۱-۴۶۱۲)]

امام مالک بن انس کا قول ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ کی حدیث اور سنت کے علاوہ ہر چیز کو رد کیا جاسکتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے کلام کے علاوہ کوئی ایسا کلام نہیں جس کے ترک کرنے پر مؤاخذہ کیا جاسکے۔“ امام ابوحنیفہؒ نے بھی وہی کہا جو شافعیؒ اور مالکؒ نے کہا اور ان سے آگے بڑھ کر یہ بھی کہا کہ: ”جو شخص میری اجتہادی رائے کی دلیل سے واقف نہیں ہے، اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ میرے اقوال اور اجتہادی آراء کی بنیاد پر فتویٰ دے۔“

امام احمد بن حنبلؒ نے کہا: ”نہ میری تقلید کرو نہ مالک کی، نہ کسی اور کی، اپنے مسائل کا حکم قرآن اور سنت رسولؐ سے تلاش کرو۔ ان حضرات نے بھی مسائل کے احکام قرآن و سنت ہی سے اخذ کیے ہیں۔“^(۱)

○ دین کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن اور سنت رسولؐ پر عمل کیا جائے۔ لیکن ظاہر ہے ہر شخص براہ راست قرآن و سنت کے احکام از خود معلوم نہیں کر سکتا بلکہ کسی نہ کسی سطح پر وہ اہل علم کا محتاج ہوتا ہے۔ اس لیے علماء و فقہاء اور دینی علوم کے ماہرین کی ضرورت ہمیشہ باقی رہتی ہے۔ پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ ایک شخص نے جس عالم دین کو قریب سے دیکھا، اس کے علم و بصیرت کا جائزہ لیا، اس کے دین و تقویٰ کا مشاہدہ کیا یا غیبی طور پر اس کے بارے میں ان سب چیزوں کو سنا، یا پڑھا ہو اور اس سے متاثر ہوا ہو تو وہ دینی مسائل میں اس کے علم و تحقیق پر اعتماد کرتا ہے جبکہ ضروری نہیں کہ کوئی اور شخص بھی اسی عالم دین سے اتنا ہی متاثر ہو جتنا وہ ہوا ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس کے نزدیک کوئی اور عالم دین اس سے زیادہ قابل اعتماد ہو۔ لیکن ان دونوں میں سے ہر ایک دوسرے سے اگر یہ اصرار شروع کر دے کہ وہ دینی مسائل میں میرے قابل اعتماد عالم ہی کی آراء و افکار کو اپنائے تو یہ سراسر ایک غیر فطری اصرار ہے جس کا نتیجہ باہمی الجھاؤ کے سوا اور کچھ نہیں۔ البتہ اگر انہی میں سے ایک کا دوسرے کے سامنے یہ دعویٰ ہو کہ فلاں مسئلہ میں تمہارے عالم و فقیہ کی لاعلمی یا غلط فہمی ہے اور ان کی رائے فلاں حدیث سے صریح طور پر نکلراتی ہے تو پھر اس کی بات یقیناً قابل غور ہے۔ ایسے موقع پر تحقیق کی جانی چاہیے اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ واقعی اس مسئلہ میں اس عالم کی رائے کمزور ہے یا کسی صحیح حدیث کے منافی ہے تو پھر اس مسئلہ میں اس کی رائے چھوڑ کر صحیح حدیث سے ثابت ہونے والی یا سنت سے زیادہ قریب دکھائی دینے والی رائے کو اختیار کر لینا چاہیے کیونکہ ہم نے کسی عالم و فقیہ کا کلمہ نہیں پڑھا کہ اس کی ہر بات ماننا ہم پر لازم ہو لیکن جو اسے ہر صورت لازم سمجھے اور اندھی تقلید اختیار کرے اس کا رویہ قطعاً غلط ہے۔

(۱) [عقد الحید، از: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، ترجمہ از: ڈاکٹر محمد میاں صدیقی (ص ۱۵۸) شریعہ اکیڈمی، اسلام آباد]

[8]..... رائے واجتہاد اور حدیث وسنت

رائے واجتہاد کی ضرورت واہمیت:

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ دین اسلام قیامت تک آنے والے تمام لوگوں کے لیے اللہ کا آخری دین ہے جو قرآن وحدیث کی شکل میں محفوظ کر دیا گیا۔ اور اس بات میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ قیامت تک بے شمار نئے مسائل پیدا ہوتے رہیں گے۔ پھر یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ قرآن وحدیث میں کلیات سے لے کر جزئیات تک ہر پیش آنے والا مسئلہ پہلے ہی اچھی طرح واضح کر کے بتا دیا گیا ہے۔ اور اس سے بھی مجال انکار نہیں کہ مسلمان ہونے کے ناطے ہر مسئلہ میں ہمیں قرآن وحدیث [دین] ہی کی پیروی کرنا ہے، چنانچہ ہمارے دین نے نئے پیش آمدہ مسائل کے حل کے لیے اجتہاد کا دروازہ کھلا رکھا۔ اور اجتہاد یہ ہے کہ پیش آمدہ مسائل میں قرآن وحدیث کے نصوص ہی کی روشنی میں ایسا حل نکالا جائے جو منشاء الہی اور قرآن وحدیث کے منافی نہ ہو بلکہ ان کے تابع ہو۔

دین میں رائے واجتہاد کا اصل مقام:

ظاہر ہے اجتہاد کا یہ عمل وہی لوگ انجام دے سکتے ہیں جو دینی علوم میں بھی وسیع مہارت رکھتے ہوں اور پیش آمدہ مسائل کی واقعاتی صورتحال کو بھی صحیح طور پر سمجھتے ہوں۔ لیکن ازراہ اجتہاد وہ جو کچھ کہیں گے، وہ قرآن وحدیث نہیں بن جائے گا اور نہ ہی وہ قرآن وحدیث کی طرح مقدس سمجھا جائے گا بلکہ وہ اجتہاد کرنے والوں ہی کی طرف منسوب ہوگا کیونکہ وہ ان کی ذاتی آراء ہیں، جو درست بھی ہو سکتی ہیں اور غلط بھی۔ لیکن ان کے غلط ہونے کے باوجود اجتہاد کرنے والوں کو اجر ملے گا بشرطیکہ وہ پوری خیر خواہی اور نیک نیتی کے ساتھ اجتہاد کریں، اور اگر ان کا اجتہاد اللہ تعالیٰ کے ہاں درست ہو تو پھر انہیں دو گنا اجر ملے گا؛ ایک اجتہاد کرنے کا اور دوسرا اس کے صحیح ہونے کا۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاَجْتَهَدَ ثُمَّ اَصَابَ فَلَهُ اَجْرَانِ وَإِذَا حَكَمَ فَاَجْتَهَدَ ثُمَّ اَخْطَا فَلَهُ اَجْرٌ))^(۱)

(۱) [صحیح بخاری، کتاب الاعتصام، باب اجر الحاکم اذا اجتهد فاصاب او اخطا (ج ۲ ص ۷۲۰۲)]

”جب فیصلہ کرنے والا فیصلہ کرتے ہوئے اجتہاد کرے اور درستگی کو پہنچ جائے تو اس کے لیے دو گنا اجر ہے اور اگر وہ اجتہاد کرنے میں غلطی کر جائے تو پھر بھی اس کے لیے ایک اجر ہے۔“

لیکن ایک ایسا شخص جسے معلوم ہو جائے کہ فلاں مسئلہ میں فلاں عالم دین سے غلطی ہوئی ہے اور اس کے بتائے ہوئے مسئلہ کے برخلاف ایسی صحیح حدیث موجود ہے جو اس کے علم و مطالعہ میں نہیں آسکی مگر اس کے باوجود وہ اس کی اندھی تقلید یا اپنے کسی ذاتی مفاد کے پیش نظر اس مسئلہ میں اس کی غلطی ہی پر عمل کرتا رہے تو یہ نہ صرف گمراہی کی بات ہے بلکہ حدیث رسولؐ سے توہین آمیز سلوک کی جسارت بھی ہے.....!

یہاں یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ بڑے بڑے علماء و فقہاء نے دین و شریعت کی تشریح کے سلسلہ میں اپنے اپنے ادوار میں جو خدمات انجام دیں، وہ ان کی علمی و اجتہادی کاوشیں ہیں اور ظاہر ہے یہ ان کی بے لوث اور پراخلاص خدمات تھیں جو امت کے لیے انہوں نے پیش کیں۔ اس لیے اول تو یہ سارا علمی و فقہی ذخیرہ پوری امت کی مشترکہ میراث ہے، کسی خاص گروہ یا مکتب فکر کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس مشترکہ میراث میں سے کسی حصہ کو محمد و کر کے امت کو اس کے باقی حصہ سے محروم کرنے کی کوشش کرے۔

دوم یہ کہ یہ سب انسان تھے، بڑے سے بڑا عالم و فقیہ ہونے کے باوجود ان میں سے کوئی بھی نبی و رسول نہیں تھا اور نہ ہی کسی عالم و فقیہ یا محدث و مفسر نے یہ دعویٰ کیا کہ اس پر اللہ کی طرف سے وحی آتی ہے یا اس کا ہر کہا، لکھا اور فرمایا ہوا حق ہے، بلکہ انسان ہونے کے ناطے اس سلسلہ میں جہاں انہوں نے بہت بڑی خدمت انجام دی وہاں ان سے غلطیاں بھی ہوئیں۔ بعض اوقات کسی مسئلہ میں انہوں نے اپنی فقہی بصیرت سے کوئی رائے قائم کی مگر انہیں یہ علم نہ ہوسکا کہ کوئی حدیث ان کی اس رائے کے خلاف بھی موجود ہے۔ بعض اوقات انہوں نے اپنے زمانے کے حالات کی مناسبت سے کسی مسئلہ میں اجتہاد فرمایا مگر بعد میں حالات بدل جانے کی وجہ سے ان کا اجتہاد غیر مفید ہو کر رہ گیا۔

اس لیے ان علماء و فقہاء کے فقہی استنباط اور اجتہادی آراء کے بارے میں جس طرح یہ کہنا درست نہیں کہ قیامت تک پیش آنے والے ہر مسئلہ کی وضاحت ان فقہاء نے اپنی کتب فقہ میں مرتب فرمادی ہے، اسی طرح ان کے بارے یہ کہنا بھی ٹھیک نہیں کہ ان کی کتب فقہ میں کسی طرح کی علمی و اجتہادی غلطی کا کوئی امکان نہیں۔ درست رویہ یہی ہے کہ ہم قرآن و حدیث کی میزان پر ہر چیز کو تو لیں اور جس میں جتنا وزن ہو اسے اتنی ہی حیثیت دیں اور اگر کسی بڑے سے بڑے عالم دین کی کوئی بات قرآن یا حدیث سے واضح

طور پر متصادم ہو تو اس کے مقابلہ میں قرآن و حدیث ہی کو ہمیشہ ترجیح دیں۔ یہی وہ درست طرزِ عمل ہے جس کی ہر دور کے بڑے علماء و فقہاء نے خود بھی اس امت کو تلقین کی ہے۔

اجتہاد کا دائرہ کار:

اجتہاد کے سلسلہ میں یہ بات یاد رہے کہ عبادات سے متعلقہ احکام میں اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ عبادات [نماز، روزہ، حج وغیرہ] سے متعلقہ بنیادی احکام تا قیامت اسی طرح رہیں گے جس طرح اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے قول و فعل سے بتا دیے ہیں البتہ اجتہاد کا دائرہ عبادات سے ہٹ کر شریعت کے باقی معاملات [نکاح و طلاق، خرید و فروخت، لین و دین، دیوانی و فوجداری مقدمات وغیرہ] کے گرد گھومتا ہے۔ اور ان باقی معاملات میں بھی جہاں قرآن یا حدیث کا واضح حکم موجود ہو، وہاں اجتہاد نہیں کیا جائے گا بلکہ اسی موجود حکم کی پیروی کی جائے گی اور اس کے مقابلہ میں ذاتی پسند و ناپسند کو بالائے طاق رکھ دیا جائے گا۔

رائے و اجتہاد کے وقت اس سے گریز درست نہیں:

گویا اجتہاد کی ضرورت اسی وقت پیش آتی ہے جب کسی مسئلہ میں قرآن اور حدیث کا واضح حکم موجود نہ ہو۔ لیکن اگر کوئی صاحبِ علم قرآن یا حدیث کا واضح حکم موجود ہونے کے باوجود اپنی رائے، قیاس اور ذاتی ترجیحات کو بنیاد بنا کر اپنے خیالات کا اظہار شروع فرمادیں تو ظاہر ہے پھر ایسے طرزِ عمل پر ثواب کی بجائے الٹا گناہ ہی حاصل ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی صاحبِ پیش آمدہ کسی ایسے مسئلہ میں جس میں قرآن یا حدیث کا واضح حکم موجود نہ ہو، علم رکھنے کے باوجود اجتہاد سے گریز فرمائیں تو یہ رویہ بھی درست نہیں۔ ذیل میں اس حوالے سے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا ایک بیان ملاحظہ فرمائیے، جو ہمارے ہاں پائی جانے والی افراط و تفریط کی بہت سی شکلوں کو حد اعتدال پر لاسکتا ہے:

”حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک وقت ایسا تھا کہ ہم قاضی نہیں تھے اور نہ ہی اس منصب کے اہل تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا اہل بنا دیا جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔ آج کے بعد اگر تم میں سے کسی کے سامنے کوئی ایسا مسئلہ پیش ہو جس میں اسے فیصلہ کرنا ہے تو اسے چاہیے کہ اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کرے اور اگر اللہ کی کتاب اس بارے خاموش ہو تو پھر اسے چاہیے کہ اس مسئلہ میں وہی فیصلہ کرے جو اللہ کے رسول ﷺ سے ثابت ہو۔ اور اگر اس کے سامنے کوئی ایسا معاملہ آئے جو اللہ کی

کتاب میں نہ ہو اور نہ ہی اللہ کے رسول ﷺ سے اس بارے کچھ منقول ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس میں وہی فیصلہ کرے جو نیک لوگوں نے اس بارے میں کیا ہو اور اگر اللہ کی کتاب، نبی کی سنت اور نیک لوگوں کی رائے تینوں میں سے کچھ بھی موجود نہ ہو تو پھر اس مسئلہ میں اسے اجتہاد کر کے اپنی رائے دے دینی چاہیے اور اسے یہ نہیں کہنا چاہیے کہ میں تو [رائے دینے سے] ڈرتا ہوں، میں تو [رائے دینے سے] ڈرتا ہوں۔ بے شک حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں بھی ہیں، لہذا جہاں شک پڑ جائے اسے چھوڑ دو اور جہاں شک نہ ہو اسے لے لو۔^(۱)

قرآن وحدیث کے منافی ہر رائے اور اجتہاد قابل رد ہے:

ہمارے لیے اصل معیار قرآن وحدیث ہی ہے۔ اگر قرآن یا حدیث میں کوئی ایسا مسئلہ دکھائی دے جو بظاہر ہماری عقل سے بالا ہو تو اسے محض اس بنیاد پر رد نہیں کیا جائے گا کہ یہ ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ اس لیے کہ دین کی سب باتیں اللہ کی طرف سے آئی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی کوئی بات ایسی نہیں ہو سکتی جسے غیر معقول کہا جاسکے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ تو علام الغیوب ذات ہے اور اس کی کوئی بات حکمت ودانائی سے خالی نہیں ہوتی۔ اگر وہ ہماری سمجھ میں نہیں آئی تو اس کا مطلب ہے ہماری سمجھ میں نقص یا فتور ہے، جب کہ دین کی ہر بات نقص وعیب سے پاک ہے بشرطیکہ وہ قرآن یا صحیح حدیث سے ثابت ہو۔

○ ہوا خارج ہونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ صحیح حدیث کا مسئلہ ہے مگر آج تک کوئی اس کی علت یا حکمت تک نہیں پہنچ سکا کہ ایسا کیوں کہا گیا ہے حالانکہ عقل یہ کہتی ہے کہ ہوا خارج ہونے سے تو استنجاء کرنا چاہیے، اس لیے کہ اعضائے وضو کا تو اس میں کوئی قصور یا داخل نہیں لیکن حدیث رسول کا یہ فیصلہ ہے کہ وضو ہی کیا جائے اور ہم اس حدیث پر عمل کرنے کے پابند ہیں، خواہ ہمیں اس کی حکمت معلوم ہو یا نہ۔

○ وضو کے بعد پاؤں میں موزے یا جرابیں پہنی ہوں تو ان پر مسح کیا جاسکتا ہے اور مسح کے سلسلہ میں جتنی بھی احادیث روایت ہوئی ہیں، ان میں مسح کا طریقہ بتاتے ہوئے پاؤں کے اوپر والے حصہ پر ہاتھ پھیرنے کا ذکر ملتا ہے حالانکہ عقل یہ کہتی ہے کہ چلتے وقت گردوغبار وغیرہ تو پاؤں کے نچلے حصہ میں لگتا ہے، مگر اس کے باوجود مسح اس وقت تک درست نہ ہوگا جب تک حدیث کے مطابق پاؤں کے اوپر ہاتھ نہ پھیرا جائے۔

(۱) [سنن نسائی (ج ۸ ص ۲۲۰) منسند دارمی (ج ۱ ص ۷۱)]

○ اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بات کہی تھی کہ

((لَوْ كَانَ الدِّينُ بِالرَّأْيِ لَكَانَ اسْفَلَ الخُفِّ أَوْلَى بِالْمَسْحِ مِنْ أَعْلَاهُ وَقَدْ رَأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَمْسَحُ عَلَيَّ ظَاهِرَ الخُفِّينِ))

”اگر دین کی بنیاد محض رائے [عقل] پر ہوتی تو پھر مسح کے وقت پاؤں کے اوپر والے حصہ کے مقابلہ میں نچلا حصہ مسح کا زیادہ حق رکھتا تھا، جب کہ میں نے دیکھا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ [وضو کے وقت] موزوں کے اوپر والے حصہ پر مسح کرتے تھے۔“ (۱)

○ اسی طرح ابوالزناد نامی ایک صاحب علم نے یہ صحیح کہا ہے:

((ان السنن ووجره الحق لتأني كثير اعلى خلاف الرأي فما يجد المسلمون بدامن اتباعها))

”سنت اور حق کی بہت سی باتیں عقل و رائے کے خلاف دکھائی دیتی ہیں مگر مسلمانوں کے لیے اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ وہ سنت اور حق [دین] ہی کی پیروی کریں۔“ (۲)

○ اسی طرح امام شعیبی فرماتے ہیں کہ

”میں قاضی شریح کے پاس تھا کہ ایک آدمی آیا اور قاضی شریح سے کہنے لگا: انگلیوں کی دیت کتنی ہے؟ قاضی شریح نے کہا: ہر انگلی پر دس اونٹ۔ وہ اپنے انگوٹھے اور چھنگلی انگلی کو اکٹھا کر کے کہنے لگا: سبحان اللہ! کیا یہ برابر ہیں؟ [قاضی شریح نے سنت کی روشنی میں اسے جواب دیا تھا مگر جب اس نے اپنی عقل کی بنیاد پر اس مسئلہ پر اعتراض کیا تو] قاضی شریح نے کہا: اے سبحان اللہ کہنے والے! کیا تیرا کان اور ہاتھ ایک جیسے ہیں؟ جبکہ کان تو بالوں یا ٹوپی میں چھپا ہوا تو نظر بھی نہیں آتا مگر اس کے باوجود اس میں بھی نصف دیت [یعنی پچاس اونٹ] ہیں اور ہاتھ [جو کان سے کہیں زیادہ اہمیت رکھتا ہے] اس میں بھی نصف دیت ہے۔ تجھ پر افسوس! سنت رسول تمہارے قیاس سے بالاتر ہے لہذا سنت کی پیروی کرو اور بدعت کی طرف نہ جاؤ۔ اگر تم سنت کی پیروی کرو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ پھر اس کے بعد شعیبی نے اس سے کہا: اگر تمہارے قبیلے کا اہم ترین شخص قتل کر دیا جائے اور دوسری طرف گود کا بچہ قتل کر دیا جائے تو کیا دیت کے لحاظ سے یہ دونوں برابر ہوں گے؟ وہ آدمی کہنے لگا ہاں۔ تو شعیبی نے کہا: اب تمہارا قیاس کہاں گیا؟ (۳)

(۱) [ابوداؤد، کتاب الطہارۃ، باب کیف المسح (ج ۱۶۲)]

(۲) [فتح الباری (ج ۴ ص ۲۲۵)] (۳) [دارمی (۷۷/۱)]

[9]..... سنت رسول اور بدعت

بَدْعَتْ عربی زبان کا لفظ ہے جس میں کسی چیز کے ایجاد کرنے، یا ابتداء کرنے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ دنیوی معاملات میں لوگوں کے فائدے کے لیے کسی بھی چیز کی ایجاد نہایت مستحسن ہے مگر دینی معاملات میں کسی چیز کی ایجاد اتنی ہی نتیج ہے کیونکہ دنیوی ایجادات کا تعلق تو انسانی علم و تحقیق اور تجربہ و مشاہدہ کے ساتھ ہے جس کا دروازہ تاقیامت کھلا ہے جبکہ دینی معاملات کا تعلق الہامی تعلیمات سے ہے اور وہ اللہ کی طرف سے صرف کسی نبی ہی کو عطا کی جاتی ہیں اور نبی وہ الہامی تعلیمات آگے اپنی امت کو منتقل کر دیتا ہے۔ گویا نبی کی طرف سے امت کو جو چیز دی جاتی ہے صرف وہی دین قرار پاتی ہے اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ چونکہ آخری نبی ہیں، اس لیے آپ ﷺ کی تعلیمات بھی آخری دین کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی چیز دین کی حیثیت نہیں رکھتی خواہ محمد ﷺ سے پہلے اسے دین کی حیثیت ہی سے کیوں نہ نازل کیا گیا ہو۔ اسی طرح نبوی تعلیمات کی روشنی میں کیے جانے والے اہل علم کے اجتہاد اور فقہ و استنباط کو بھی دین و شریعت کا درجہ بہر حال حاصل نہیں ہوتا کیونکہ دین و شریعت صرف اور صرف وہی چیز ہے جو نبی کریم ﷺ نے دین و شریعت کی حیثیت سے پیش کر دی ہے۔ اس لیے اب تاقیامت ہر وہ چیز بَدْعَتْ کہلائے گی جو دین کی حیثیت سے پیش کی جائے مگر نبوی تعلیمات سے اس کا کوئی ثبوت اور جواز میسر نہ ہو۔

دین اسلام میں بدعت جاری کرنے یا بدعت پر عمل کرنے کی سخت مذمت کی گئی ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ بدعت نکالنا اور اسے اختیار کرنا دین سازی کے مترادف ہے اور دین سازی کا اختیار اللہ نے نبی و رسول کے علاوہ اور کسی کو نہیں دیا۔ اب ایک شخص جسے نبی کی حیثیت حاصل نہ ہو اور اس کے باوجود وہ دین سازی کرے تو یہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز برداشت نہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر بدعت کے بارے میں سختی اختیار نہ کی جاتی تو وقت گزرنے کے ساتھ دین کا حلیہ ہی بدل کر رہ جاتا اور اسلام کا اپنا کوئی تشخص باقی نہ رہتا۔ اس لیے کہ اسلام نے بھی ایک تہذیب کی بنیاد ڈالی ہے اور ہر تہذیب دوسری تہذیب پر اثر انداز بھی ہوتی ہے اور اثر قبول بھی کرتی ہے۔ بالخصوص غالب تہذیب اپنے غلبہ و اقتدار کی وجہ سے مغلوب تہذیب پر کچھ زیادہ ہی اثر انداز ہوتی ہے۔ اگر اسلام کا اپنا

تشخص، اپنے اصول و قواعد اور اپنا خاص طرز تمدن نہ ہوتا اور بدعت سے گریز کا حکم نہ ہوتا تو امت مسلمہ کی مغلو بیت کے دور میں اسلام کی اصل تصویر ہی دنیا سے مٹ جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ برصغیر میں مسلمانوں نے اگرچہ ہندو ائمہ تہذیب کے ساتھ ایک لمبا وقت گزارا مگر اس کے باوجود مسلمانوں کا جداگانہ تشخص بہت حد تک باقی رہا، ورنہ ہندو ائمہ تہذیب اس خطہ میں آنے والی ہر قوم کو اپنے رنگ میں رنگ لیتی تھی۔ اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ہندوؤں کے ساتھ ہزار سال گزارنے کے باوجود ہمارے اندر کوئی بدعت نہیں آئی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ برصغیر کے مسلمان بہت سی بدعات کا شکار ہوئے اور ان میں سے زیادہ تر بدعات ہندو ائمہ رسومات ہی کے مختلف روپ ہیں۔

آئندہ سطور میں بدعت کی مذمت کے بارے چند صحیح احادیث ملاحظہ فرمائیں:

(۱)..... ((عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا خَطَبَ يَقُولُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ وَخَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحَدَّثَاتُهَا وَكُلُّ بَدْعٍ ضَلَالَةٌ))

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب خطبہ دیتے تو فرماتے: ”بہترین بات اللہ کی کتاب [کی بات] ہے اور بہترین طریقہ ہدایت محمد ﷺ کا طریقہ ہدایت ہے اور بدترین کام دین میں نئی بات ایجاد کرنا ہے اور ہر بدعت [دین میں نئی ایجاد شدہ چیز] گمراہی ہے۔“ (۱)

(۲)..... ((عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ: إِنِّي فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ مِنْ مَرَّةٍ عَلَيَّ شَرِبَ وَمَنْ شَرِبَ لَمْ يَطْمَأْ أَهْلًا لَيْدًا عَلَى أَقْوَامٍ أَعْرَفُهُمْ وَيَعْرِفُونِي ثُمَّ يُحَالُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ فَأَقُولُ إِنَّهُمْ مِنِّي يَقِيَالُ إِنَّكَ لَا تَلْعَبِي مَا أَحَدْتُوا بَعْدَكَ فَأَقُولُ سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ عَمِرَ بَعْدِي)) (۲)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”میں حوض کوثر پر تمہارا استقبال کرنے والا ہوں گا، جو وہاں میرے پاس آئے گا، وہ پانی پئے گا اور جس نے [حوض کوثر سے] ایک بار پی لیا اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ بعض ایسے لوگ بھی آئیں گے جنہیں میں پہچان لوں گا [یعنی اپنا امتی سمجھوں گا] اور وہ تمہی مجھے پہچان لیں گے [کہ میں ان کا رسول ہوں] پھر انہیں مجھ تک آنے سے روک دیا جائے گا۔ میں کہوں گا یہ تو میرے امتی ہیں لیکن مجھے بتایا جائے گا: ”آپ نہیں جانتے کہ آپ کے بعد ان لوگوں نے کیسی کیسی بدعتیں رائج کیں۔“ تو میں کہوں گا: ”دوری ہو، دوری

(۱) [صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب تخفيف الصلاة والخطبة (ح ۸۶۷)]

(۲) [صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب فی الحوض (ح ۶۵۸۳-۶۵۸۴)]

ہو، ایسے لوگوں کے لیے جنہوں نے میرے بعد دین بدل ڈالا۔“

(۳)..... ((عن العرباض[ؓ] عنه قال قال رسول الله ﷺ: إِيَّاكُمْ وَالْبِدْعَ))

حضرت عرباض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”لوگو! بدعات سے بچو۔“ (۱)

(۴)..... ((عن انس بن مالك[ؓ] قال قال رسول الله ﷺ: إِنْ أَلَّهَ حَجَبَ التَّوْبَةَ عَنْ سُكُلٍ صَاحِبٍ بِدْعَةٍ حَتَّى يَدْعَ بِدَعْتَهُ))

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اس وقت تک بدعتی کی توبہ قبول نہیں کرتا جب تک کہ وہ بدعت نہ چھوڑے۔“ (۲)

(۵)..... ((عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ قَالَ: الْمَدِينَةُ حَرَمٌ مَا بَيْنَ عَامِرٍ إِلَى حَمْدًا مَنِ أَحْدَثَ فِيهَا حَدِيثًا أَوْ آوَى مُخْدِنًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ))

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”مدینہ منورہ عسائر پہاڑی سے لے کر فلاں مقام تک حرم ہے۔ جس نے اس حد کے اندر کوئی بدعت نکالی یا کسی بدعتی کو پناہ دی تو اس پر اللہ تعالیٰ، تمام فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ نہ اس کی کوئی فرض عبادت قبول ہے اور نہ ہی نفل۔“ (۳)

(۶)..... ((عن ابن عباس[ؓ] ان النبي ﷺ قال: أَبْغَضَ النَّاسَ إِلَى اللَّهِ ثَلَاثَةٌ: مُلْحِدٌ فِي الْحَرَمِ وَمُتَّبِعٌ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَمُطْلَبٌ دَمِ امْرَأٍ بِغَيْرِ حَقٍّ لِيُهِرِقَ دَمَهُ))

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تین آدمی اللہ کے ہاں سب سے زیادہ مغمضوب ہیں: (۱) حرم شریف کی حرمت پامال کرنے والا (۲) اسلام میں جاہلیت کا طریقہ تلاش کرنے والا (۳) کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے کا ارادہ رکھنے والا۔“ (۴)

(۷)..... حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کچھ دیہاتی لوگ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئے، انہوں نے اون کے کپڑے پہن رکھے تھے۔ آپ نے ان کی ظاہری حالت سے اندازہ کر لیا کہ یہ مفلوک الحال اور ضرورت مند ہیں، چنانچہ آپ نے لوگوں کو رغبت دلائی کہ وہ ان پر صدقہ کریں۔ لوگوں نے ان کی امداد میں کچھ تاخیر کر دی حتیٰ کہ اللہ کے رسول ﷺ کے چہرے پر

(۱) [السنة، لابن ابی عاصم، تحقیق البانی (ح ۳۴)] (۲) [صحيح الترغيب والترهيب (ح ۵۲)]

(۳) [صحيح بخارى، كتاب فضائل المدينة، باب حرم المدينة (ح ۱۸۷۰)]

(۴) [بخارى، كتاب الديات، باب من طلب دم امرء يغير حق (ح ۶۸۸۲)]

ناخوشگوار اثرات ظاہر ہونے لگے۔ اسی دوران ایک انصاری صحابی چاندی سے بھری ایک تھیلی اٹھا کر لایا [اسے دیکھا دیکھی] ایک اور صحابی صدقہ کے لیے مال لے آیا پھر صدقہ لے کر آنے والوں کی قطار لگ گئی حتیٰ کہ آپ کے چہرے پر خوشی کے آثار نمایاں ہو گئے۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا:

((مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَعَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ كَتَبَ لَهُ مِثْلَ أَجْرٍ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا يُنْقَضُ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ كُتِبَ عَلَيْهِ مِثْلُ وِزْرٍ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا يُنْقَضُ مِنْ أُوزَارِهِمْ شَيْءٌ))

”جس شخص نے اسلام میں اچھے کام کی پہل کی پھر اس کے بعد اس پر عمل شروع ہو گیا تو اسے ہر اس شخص کے برابر مزید اجر ملے گا جو اس پر عمل کرے گا اور دیگر عمل کرنے والوں کے اجر میں بھی کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ اور جس شخص نے اسلام میں کسی برے عمل میں پہل کی اور پھر اس برے عمل پر لوگ کاربند ہو گئے تو اسے ہر اس شخص کے برابر مزید گناہ ملے گا جو اس برے عمل کا مرتکب ہوگا اور اس برے عمل کا ارتکاب کرنے والوں کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔“ (۱)

(۸)..... ((عَنْ كَثِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ عَوْفِ الْمِزْنِيِّ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: مَنْ أَحْيَا سُنَّةً مِنْ سُنَّتِي فَعَمِلَ بِهَا النَّاسُ كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرٍ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يُنْقَضُ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا وَمَنْ ابْتَدَعَ بِدْعَةً فَعَمِلَ بِهَا كَانَ عَلَيْهَا أُوزَارٌ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يُنْقَضُ مِنْ أُوزَارِهِمْ عَمَلٌ بِهَا شَيْئًا))

کثیر بن عبد اللہ بن عمرو بن عوف مزنی فرماتے ہیں کہ مجھے میرے باپ نے، اور میرے باپ کو ان کے دادا نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے میری سنتوں میں سے کوئی ایک سنت زندہ کی اور لوگوں نے اس پر عمل کیا تو سنت زندہ کرنے والے کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا اس سنت پر عمل کرنے والے۔ ایک کو ملے گا اور ان کے اپنے ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں کی جائے گی اور جس نے کوئی بدعت جاری کی اور پھر اس پر لوگوں نے عمل کیا تو بدعت جاری کرنے والے پر ان تمام لوگوں کا گناہ بھی ہوگا جو اس بدعت پر عمل کریں گے جبکہ اس بدعت پر عمل کرنے والوں کے گناہوں میں بھی کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔“ (۲)

(۱) [صحیح مسلم، کتاب العلم، باب من سن سنة حسنة او سيفة..... (ح-۱۵-ج-۱۰۱۷)]

(۲) [ابن ماجہ، المقدمہ، باب من احيا سنة (ح-۲۰-ج-۲۰۹) صحیح ابن ماجہ للالبانی (ح-۱۷۳) ترمذی مثلہ (ح-۲۶۷۷)]

(۹)..... ایک انصاری صحابی بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس بنو عبدالمطلب کی کسی لونڈی کے بارے میں تذکرہ کیا گیا کہ وہ ساری رات نماز پڑھتی اور روزانہ، روزہ رکھتی ہے تو نبی ﷺ نے فرمایا:

((لِكُنِّيَ اَنَا اَنَامُ وَاُصَلِّيْ وَاُصُوْمُ وَاَقِيْطِرُ فَمَنْ اِقْتَدَى بِىْ فَهُوَ مِنِّىْ وَمَنْ رَغِبَ عَنِ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ اِنْ لِكُلِّ عَمَلٍ شِرْءٌ ثُمَّ فِتْرَةٌ فَمَنْ كَانَتْ فِتْرَتُهُ اِلَى بِدْعَةٍ فَقَدْ ضَلَّ وَمَنْ كَانَتْ فِتْرَتُهُ اِلَى سُنَّتِيْ فَقَدْ اهْتَدَى))

لیکن میں تو رات کو سوتا بھی ہوں اور نماز [تہجد] بھی پڑھتا ہوں، روزہ بھی رکھتا ہوں اور نمانہ بھی کرتا ہوں پس جس نے میری اقتدا کی وہ مجھ سے ہے اور جس نے میری سنت سے بے رغبتی کی اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ یاد رکھو! ہر عمل کے ساتھ انسان کو شروع میں جذباتی تعلق اور شدید محبت ہوتی ہے بعد میں اس کی محبت میں کمی اور ٹھہراؤ پیدا ہو جاتا ہے، اگر تو یہ ٹھہراؤ بدعت پر ہو تو انسان گمراہ ہو گیا اور اگر یہ میری سنت پر ہو تو انسان ہدایت پا گیا۔“ (۱)

(۱۰)..... ((عَنْ غَضِيْفِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَا اَحَدْتُ قَوْمًا بِدْعَةً اِلَّا رَفَعَ مِنْ السُّنَّةِ مِثْلَهَا فَتَمَسَّكَ بِسُنَّةٍ خَيْرٍ مِنْ اِحْدَاثِ بِدْعَةٍ))

حضرت غضیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”جو قوم کوئی بدعت جاری کرے، ان سے اس بدعت کے مقابلے میں سنت اٹھالی جاتی ہے، پس سنت کو لازم پکڑنا بدعت اختیار کرنے سے بہت بہتر ہے۔“ (۲)

حضرت غضیف رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث اس وقت بیان کی جب ان کے دور میں عبد الملک بن مروان نے بعض بدعات شروع کر دیں اور حضرت غضیف کو پیغام بھیجا کہ وہ ان کے ساتھ شرکت کریں مگر حضرت غضیف نے ان کے خلاف سنت کاموں میں شرکت کرنے سے صاف انکار کر دیا اور انہیں بدعت قرار دیتے ہوئے یہ حدیث نبوی سنائی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی بدعات و خرافات سے بچنے اور سنت رسول پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!



(۱) [احمد (۴۰۹/۵-۱۶۵/۲) السنن لابن ابی عاصم (۲۸۱/۱) ابن حبان (۳۴۹/۲) مجمع الزوائد (۱۹۳/۳)]

(۲) [مسند احمد (ج ۴ ص ۱۰۵) فتح الباری (ج ۱۳ ص ۲۶۷) فیض القدير (ج ۵ ص ۴۱۲، ۴۱۳)]

مصنف کی دیگر تحقیقی و اصلاحی مطبوعات

[جدید اسلوب اور عام فہم انداز کے ساتھ..... معیاری اور مستند لٹریچر]

[1]..... سلسلہ اصلاح عقائد

- (۱): اللہ اور انسان [عقیدہ توحید اور ایمان باللہ کا بیان]
- (۲): انسان اور رہبر انسانیت [عقیدہ رسالت اور اتباع سنت کا بیان]
- (۳): انسان اور قرآن [قرآن کے ساتھ ایمان و عمل کے تعلق کی مضبوطی کا بیان]
- (۴): انسان اور فرشتے [فرشتوں پر ایمان اور انسانوں کے ساتھ انکے تعلقات کا بیان]
- (۵): انسان اور شیطان [شیطان کی حقیقت اور اسکے مکر و فریب سے بچاؤ کا بیان]
- (۶): انسان اور جادو جنات [جادو جنات کے توڑ اور روحانی علاج معالجہ کا بیان]
- (۷): انسان اور کالے پیلے علوم [عقائد کی خرابی کا باعث بننے والے علوم کا بیان]
- (۸): انسان اور آخرت [موت، قبر، برزخ، قیامت، محشر اور جنت و جہنم کا بیان]
- (۹): انسان اور قسمت [تقدیر پر ایمان اور اس سے متعلقہ مسائل و احکام کا بیان]
- (۱۰): انسان اور کفر [نواقض ایمان اور ضوابط تکفیر کا بیان]

[2]..... سلسلہ اصلاح خاندان

- (۱): ہدیۃ العروس [ازدواجی و خانگی احکام و مسائل کا بیان]
- (۲): ہدیۃ الوالدین [اولاد اور والدین کے باہمی مسائل و احکام کا بیان]
- (۳): ہدیۃ النساء [خواتین کی دینی و اخلاقی تربیت اور احکام نسواں کا بیان]

[3].....مصنف کی دیگر تصنیفات

- (۱): انسان اور نیکی: [قیمت ۲۰ روپے]
- (۲): انسان اور گناہ: [قیمت ۲۰۰ روپے]
- (۳): جدید فقہی مسائل: [قیمت ۲۱۰ روپے]
- (۴): قیامت کی نشانیاں: [قیمت ۱۵۰ روپے]
- (۵): پیش گوئیوں کی حقیقت: [قیمت ۱۵۰ روپے]
- (۶): اسلام میں تصور جہاد: [قیمت ۱۶۰ روپے]
- (۷): جہاد اور دہشت گردی: [قیمت ۱۵۰ روپے]
- (۸): جہیز کی تباہ کاریاں: [قیمت ۶۰ روپے]
- (۹): شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور موجودہ مسلمان: [قیمت ۴۵]
- (۱۰): خوشگوار گھر یلو زندگی: [قیمت ۱۲۰ روپے]
- (۱۱): موسیقی حرام نہیں؟: [قیمت ۳۰ روپے]

تصنیف: علامہ ناصر الدین البانیؒ ترجمہ و ترتیب: مولانا جمیل اختر۔ اعداد و اضافہ: حافظ مبشر حسین

(۱۲): جادو، جنات اور نظر بد کا توڑ: [قیمت ۶۰ روپے]

تصنیف و افادات: امام ابن تیمیہؒ، حافظ ابن قیمؒ، حافظ ابن کثیرؒ
ترجمہ و ترتیب: مولانا جمیل اختر نظر ثانی: حافظ مبشر حسین

ناشر:

مبشر اکیڈمی لاہور پاکستان

0300-4602878

سلسلہ اصلاح عقائد

عقائد و ایمانیات کے جملہ مباحث پہلی بار
ایک نئے اور عام فہم اسلوب میں

- 1 اللہ اور انسان [عقیدہ توحید کا بیان]
- 2 انسان اور رہبر انسانیت ﷺ [عقیدہ رسالت اور اتباع سنت کا بیان]
- 3 انسان اور قرآن [قرآن مجید کے ساتھ ایمان و عمل کے تعلق کی مضبوطی کا بیان]
- 4 انسان اور فرشتے [فرشتوں پر ایمان اور انسانوں کے ساتھ ان کے عجیب و غریب تعلقات کا بیان]
- 5 انسان اور شیطان [شیطان کی حقیقت اور اس کے مکر و فریب سے بچاؤ کی تدابیر کا بیان]
- 6 انسان اور جادو، جنات [جادو، جنات کا توڑ اور مسنون روحانی علاج معالجہ کا بیان]
- 7 انسان اور کالے پیلے علوم [عقائد کی خرابی کا ذریعہ بننے والے علوم کا بیان]
- 8 انسان اور آخرت [موت کے بعد پیش آنے والے جملہ اخروی مراحل کا بیان]
- 9 انسان اور قسمت [قسمت و تقدیر اور محنت و کوشش کا بیان]
- 10 انسان اور کفر [نواقض ایمان اور ضوابط تکفیر کا بیان]

خصوصیات: عام فہم اور دلچسپ اسلوب، قرآن و سنت سے استدلال، فکر سلف کی ترجمانی، صحت و دلائل اور صحت استدلال، گراہانہ افکار و عقائد کا رد، شہتہ انداز اور معتدل فکر، تعصب اور طغیانی سے پاک، مستند حوالہ جات کا اہتمام اور ناقابل حجت روایات سے اجتناب

خوبصورت اور معیاری طباعت، قیمت انتہائی مناسب

یہ کتابیں: دعوتی نقطہ نظر سے بے حد مفید اور اردو زبان پڑھنے اور سمجھنے والوں کے لیے انتہائی قابل فہم ہیں۔ مطالعہ کیجیے، دوسروں تک پہنچائیے اور صدقہ جاریہ کا ذریعہ بنائیے!

A 51



4 560403 2009021

پاکستان میں کتاب و سنت کی اشاعت کا مقدمہ ادارہ

حق سرپرست اردو بازار لاہور
فون: 042-7321865
موبائل: 0334-4229127

نعمانی کتب خانہ

ڈسٹری بیوٹر

